سب ڈویژن

فیروز والا

(منزل بہ منزل زندگی)

نئی نسل کے

خوش گوار مستقبل

کے نام

ایک نظر میں

دیباچہ

(از قلم جناب ذکا اللہ صاحب نائیک ۔ پی۔ سی۔ ایس۔ ایس ڈی ایم فیروزوالہ)

ایک امریکی شاعر نے اپنی کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کتاب کو ہاتھ لگانا اصل میں ایک انسان کو ہاتھ لگانا ہے اس مقولے کی تائید زیر نظر کتاب سے بھی ہوتی ہے۔ جو اگرچہ ایک سب ڈویژن کے اعداد و شمار اور کوائف پر مشتمل ہے۔ لیکن جو در اصل دیہات اور قصبات کے جیتے جاگتے، ہنستے کھیلتے، بھاگتے دوڑتے اور سرگرم عمل انسانوں کی داستان بھی ہے۔ اور اس کتاب کو ہاتھ لگانے والا محسوس کرتا ہے۔ کہ وہ باشعور، پرجوش اور ان تھک انسانوں کی محفل میں بیٹھا تعمیری اور ترقی سرگرمیوں کا جائزہ بھی لے رہا ہے اور ان سے لطف اندوز بھی ہو رہا ہے۔ یہ کتاب زندگی کے کسی ایک شعبہ پر کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے اس کے باوجود مستقل تصانیف سے کہیں زیادہ اہمیت اس لیے رکھتی ہے کہ حال اور مستقبل قریب میں کوئی ایسے صاحب جو اس ڈویژن کی تعمیر و ترقی، صلاح و فلاح اور منصوبہ بندی پر کوئی کام کرنا چاہیں گے، وہ اس کتاب سے استفادہ کر سکیں گے۔

ایسی کتابیں جو اعداد و شمار کی دستاویز اور بعض مخصوص جغرافیائی اور طبعی حالات پر مشتمل ہوں، عموماً خشک اور اکتا دینے والی ہوتی ہیں اور محض حوالے کی کتابوں کا کام دیتی ہیں۔ لیکن اس کتاب میں اجتماعی اور انفرادی زندگی کی عکاسی ایسے دلچسپ اور دلآویز انداز میں کی گئی ہے کہ کتاب ختم ہوتی ہے تو بھی ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ صرف اس لیے ممکن ہوا کہ تحصیل کونسل فیروزوالہ کے ممبروں میں اس برصغیر کے مشہور اہل قلم وقار انبالوی صاحب بھی شامل ہیں۔ جن کی نظر ملکی صحافت، ادب و شعر پر وسیع بھی ہے اور خود بھی وہ ان کا پچاس برس کا عملی تجربہ رکھتے ہیں۔ عمر کے اعتبار سے وہ ستر کے پیٹے میں ہیں۔ لیکن رفتار، گفتار اور کردار میں جوانوں سے زیادہ دم خم رکھتے ہیں، پانچ چھ مہینے مسلسل انہوں نے جس ہمت، جس حوصلے اور بے جگری سے دن رات کام کیا ہے۔ اس پر بہت سے جوانوں کو رشک آتا ہے۔ اعداد و شمار فراہم کر کے ترتیب دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ لیکن اعداد و شمار فراہم کرنے کے متعلقہ لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اتر جانا آسان بھی نہیں شخصیت کی تشنگی اور شخصیتوں کا ذکر دو ایسی باتیں ہیں جن میں توازن و تناسب قائم رکھنا کارے دارد۔ لیکن ہمارا شگفتہ مزاج بوڑھا قلمکار اس بارے میں اپنا جواب آپ ہے

آپ خود کتاب سے اس کا اندازہ لگا سکیں گے۔

اس طرح یہ کتاب اعداد و شمار اور پرجوش کارکنوں کے حالات کی دلآویز دستاویز بن گئی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب میں مندرجہ اعداد و شمار بھی اور اشخاص بھی اپنی جگہ تبدیل کرتے رہیں گے۔ لیکن تحریر کی شگفتگی اور اسلوبِ بیان کی دلآویزی دلوں پر جادو کرتی رہے گی۔ مثال کے طور پر سب ڈویژن فیروزوالہ کو اب تک تین سب ڈویژنل مجسٹریٹوں سے سابقہ پڑا ہے۔ ان تین مختلف المزاج ہستیوں کا ذکر آپ پڑھیں گے تو آپ اس کمال کی داد دے سکیں گے۔ کہ ایک ہی قلم کار نے کس طرح اور کس انداز میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ تعداد بڑھتی جائے گی۔ دوسرے سب ڈویژنل مجسٹریٹ حضرات کا ذکر بھی شاملِ کتاب ہوتا جائے گا لیکن اسلوب و بیان کی یہ دلنوازی شاید ہی کوئی دوسرا اہلِ قلم قائم رکھ سکے۔ اسی طرح آپ دوسری شخصیتوں کو بھی بہ قیاس کرلیں۔ افسر آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن عوام تو دوامی ہیں۔ ان کے ذکر میں کیا کچھ نہ ہوگا؟

اس کتاب کی ضرورت کا احساس مجھے اس وقت ہوا۔ جب میں نے سب ڈویژنل مجسٹریٹ فیروزوالہ کی حیثیت سے کام شروع کیا اور اس لیے ہوا کہ مجھے اور میرے بعد آنے والے حضرات کو منصوبہ بندی، معلومات اور دوسرے متعلقہ امور میں ایک ایسی دستاویز سے سہارا مل سکے، جو سب ڈویژن کے اعداد و شمار، کوائف اور اہم شخصیتوں کے حالات پر مشتمل ہو۔ اور بنیادی جمہوریتوں کے نظام نے عوام کے قوائے عمل میں جو زبردست تحریک پیدا کی ہے، نہ صرف اس کا ذکر محفوظ ہو جائے، بلکہ ابتدا میں اس بارے میں جن لوگوں کو پیشروی اور بنیاد رکھنے کا فخر حاصل ہوا ہے ان کے کارنامے آنے والوں کے لیے بہتر ترغیب کا باعث ہو سکیں۔

یہ بات بظاہر معمولی سی ہے کہ ایک سب ڈویژن کیا اور اس کے چھوٹے چھوٹے منصوبے کیا؟ لیکن اتنی معمولی بھی نہیں کہ اسے نظر انداز کیا جائے۔ بلکہ اس حیثیت سے غیر معمولی ہے کہ دریا اور صحرا کی ترتیب و ترکیب ننھے منے قطرات اور ذرات سے ہوتی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکی اور قومی منصوبوں اور خود پاکستان میں معاشی ترقی کے بڑے بڑے منصوبوں کے مقابلے میں سب ڈویژن کی یونین کونسلوں اور ٹاؤن کمیٹیوں کے منصوبے بہت چھوٹے سہی۔ لیکن یہی وہ قطرے ہیں جن سے مل کر تعمیر و ترقی کا سمندر بنتا ہے۔ یہی وہ ذرے ہیں کہ ؏

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں

پاکستان میں دیہی تعمیر و ترقی کا کام بجائے خود بہت چھوٹے پیمانہ پر شروع ہوا تھا۔[1] لیکن جس طرح فطرت کا ایک ناصح بڑا ادیب پیپل کے بہت ہی چھوٹے چھوٹے بیجوں کو دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ سازگار ماحول میں یہی ننھے منے بیج ایک تناور اور چھتنار درخت کی صورت اختیار کر سکتے ہیں بعینہٖ اسی طرح مشرقی پاکستان میں جناب اختر حمید صاحب سابق آئی۔ سی۔ ایس نے ایک مختصر سے علاقے میں چھوٹے پیمانے پر دیہی تعمیر و ترقی کا جو تجربہ شروع کیا تھا۔ اہل فکر و نظر اور اربابِ اختیار نے اُسے نہ صرف ضرورتِ وقت کے مطابق پایا، بلکہ اسے ملک گیر بنانے پر توجہ دی۔ اختر حمید صاحب علامہ مشرقی مرحوم کے داماد ہیں۔ جو خاکسار تحریک اور نئے مکتبۂ فکر کے بانی تھے۔ خدمتِ خلق اس تحریک کا جزو لاینفک تھا۔ ان کے داماد کا ان لائنوں پر سوچنا ایک قدرتی سی بات تھی۔ چنانچہ اس چھوٹے سے منصوبے کی تکمیل پر پورے پاکستان میں

[1] اصل میں پاکستان نے برصغیر میں دیہی ترقی و تنظیم کے مختلف منصوبوں پر ہونے والے ادھورے کام کے سلسلہ کو آگے بڑھانا چاہا۔ برصغیر میں اس سلسلہ میں بہت پہلے سے ایسے کاموں کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ ابتدا تو عیسائی مشنوں نے کی تھی۔ لیکن اس کا دائرہ صرف عیسائی تبلیغ تک تھا۔ آج بھی ضلع سلہٹ کے سب ڈویژن مولوی بازار میں کھاسی لونجی کی عیسائی آبادی دیہی تنظیم و ترقی کی ایک مثال ہے۔ مغربی پاکستان میں کلارک آباد اور ینگسٹن آباد ایسی ہی بستیاں ہیں۔ لیکن مذہبی دائرے سے باہر عمومی فلاح کے لیے غالباً سب سے پہلے ۱۹۰۴ء میں سندربن کے جنوب میں تین جزیرے سر دانیال ہملٹن نے طویل المیعاد پٹے پر لے کر دیہی ترقی و تنظیم کے ایک طویل المیعاد منصوبے پر کام شروع کیا۔ مقامات مرطوب اور ملیریائی تھے۔ لیکن تیس برس کی مسلسل محنت کے بعد وہاں مثالی بستیاں، مثالی زراعت، اور مثالی معاشرے کے نقوش اُبھر آئے۔ خاوند کے بعد لیڈی ہملٹن نے کام جاری رکھا۔ اس معاشرہ میں نئی زندگی نے باہمی رواداری اور انسانی تکریم کی ایسی صورت پیدا کی کہ چالیس برس کی مدت تک ایک بھی دیوانی یا فوجداری نوعیت کا مقدمہ عدالت تک نہیں گیا۔ پہلی جنگِ عظیم کے خاتمے پر ہندوستانی اہل فکر و نظر نے بھی دیہی ترقی و تنظیم پر توجہ دی۔ گاندھی آشرم۔ ٹیگور کا شانتی نکیتن۔ منظر امام کا آشرم۔ پنڈت پرانک کا گوالیار کی جاگیر میں منصوبہ جو سوا دو سو سے اوپر دیہات کو محیط تھا۔ سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی، اور پنجاب میں امداد باہمی کے تحت بہتر بود و باش کی انجمنیں اور مسٹر ایل۔ ایف برین کی تحریک دیہات سدھار اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔ لیکن اس وقت غیر ملکی تسلط کی وجہ سے خاطر خواہ نتائج حاصل نہ ہو سکے۔ اب ہم اپنی تقدیر کے خود مالک ہیں۔ (مرتب)

دیہی ترقیاتی منصوبے پر کام شروع ہوا۔ اور اختر حمید صاحب کو ہی گراں قدر رقوم دینے پر اکتفا نہ کی گئی کہ وہ اس تجربے کو آگے بڑھائیں۔ بلکہ وسیع ایڈ پر ایک خطیر رقم خرچ ہونے لگی۔

۱۹۵۸ء کے انقلاب نے جہاں بہت سے ایسے صالح عناصر کی پاسداری کی جو قومی امنگوں اور ملکی آرزوؤں سے ہم آہنگ تھے۔ وہاں دیہی تعمیر و ترقی کو ایک مستقل قدر حیات کی جگہ دے کر اسے ملکی سیاست کے نظام کا جزو لاینفک بنا دیا گیا۔ اور بنیادی جمہوریتوں کی مستقل صورت میں پوری قوم کو ایک تحریک عمل سے آشنا کیا گیا۔ اس لیے کسی یونین کونسل یا ٹاؤن کمیٹی کا کوئی تعمیری منصوبہ خواہ اپنی نوعیت و کیفیت کے اعتبار سے کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ قومی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں ہر منصوبہ زبان حال سے یہ کہنے کا حق رکھتا ہے۔ ؎

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ

ذرّہ آفتاب تابانیم

۱۹۶۴-۶۵ء کے تعمیری منصوبوں کی تکمیل اور ان میں مسابقت و اوّلیت کے مقابلوں کے سلسلے میں اسی کتاب کے دوران ترتیب ۱۷ اکتوبر کو تحصیل کونسل کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس میں اول، دوم اور سوم آنے والی یونین کونسلوں کو ایک رفاہی منصوبے کے لیے علی الترتیب آٹھ ہزار، سات ہزار اور چھ ہزار روپے، ان کے چیئرمینوں کو حضرت علامہ اقبال کی کتابیں، ایک ایک ٹائم پیس اور سیکرٹری صاحبان کو کلام اقبالؒ کی ایک ایک جلد انعام میں دی گئی۔ اس جلسے میں تقریر کرتے ہوئے میں نے زیادہ زور اسی امر پر دیا تھا کہ یہ نہ دیکھئے ہمارے منصوبے کتنے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ بلکہ یہ دیکھئے کہ وہ نظام اور تحریک کتنی جاندار اور شاندار ہے۔ جس کی بدولت آج ہم اپنے مقامی مسائل خود حل کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ اور یہ دیکھئے کہ انہی چھوٹی چھوٹی بنیادوں پر کتنی عظیم عمارتیں کھڑی ہو سکتی ہیں۔ میں نے بڑے فخر اور اطمینان کے ساتھ نہ صرف انعام پانے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔ بلکہ اُس پورے نظام کو سراہا جس نے دیہات میں (جو ہماری اسی فی صدی آبادی کا ملجا و ماویٰ ہے) ان لوگوں کو جو مدتوں کی غلامی کے نتیجے میں سپردگی اور حوالگی کے اندھیروں میں گم تھے۔ خود اعتمادی کے یہ ننھے منھے چراغ جلانے، ان کو تیل فراہم کرنے اور ان کی بتی اکساتے رہنے پر مامور کر دیا ہے۔ انہی چراغوں سے اب نئے چراغ جلتے جائیں گے۔

اس سے پہلے کہ میں کتاب اور ناظرین کے درمیان سے ہٹ جاؤں، یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ یہ

ملک میں جن کو میں
جن میں مجھے چوہدری
وضاع طرح بھگوال کے
عثیت سے کام کر
بی۔ ڈی اور اس
یکرٹری ہیں) اور
شامل ہیں بلالی صاحب
اور اگران کی برقت
اور تحصیل کونسل

نے عمر اور موسم کا
رف کتاب کی
پیاں اور ٹرف
تعریف کام کیا
کے اخراجات
کونسل کے شکریے

لیسے لوگوں کو مسائل
ے۔ اس طرح پنڈ فاتر

کتاب تعمیر و ترقی کے جن منصوبوں کا ذکر کرتی ہے[1]۔ ان کی تکمیل میں نہ صرف وہ گمنام قومی ہیرو دن رات منہمک ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے مختلف مقامات کا دورہ کرتے ہوئے نہایت لگن سے کام کرتے دیکھا ہے (اور جن میں مجھے چوہدری رحیم بخش چیئرمین یونین کونسل کوٹ نینڈ یداس۔ چوہدری فضل حسین (مومن پورہ)۔ خادم حسین صاحب اور خصوصاً ماسٹر بھگواں کے چک نمبر ۱ کے حاکم علی صاحب نے متاثر کیا ہے جو ایک سکول کی تعمیر میں اپنے بیوی بچوں سمیت مزدور کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں) بلکہ ان کے ساتھ ساتھ سب ڈویژن میں اس نظام کے نگران چوہدری ظفر اللہ خاں اے۔ ڈی۔ بی۔ ڈی اور اس سب ڈویژن کے سابق ڈویلپمنٹ افسر سید ظہیر حسن صاحب (جناب وزیر ریلوے کے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں) اور ان سب سے اوپر اور سب سے بڑھ کر جناب محمد شبیر لالی صاحب ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ کی توجہات خصوصی بھی شامل ہیں۔ لالی صاحب نے اس سب ڈویژن میں بنیادی جمہوریتوں کے تعمیر و ترقی کے منصوبوں میں ہمیشہ مشفقانہ دلچسپی لی ہے۔ اور اگر ان کی بروقت امداد شامل حال نہ ہوتی، تو شاید اتنے شاندار نتائج پیدا نہ ہوتے۔ اے۔ ڈی۔ بی۔ ڈی شیخوپورہ کا سٹاف اور تحصیل کونسل کا عملہ بھی اپنے بھرپور تعاون کی وجہ سے میرے شکریہ کا مستحق ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میں سب سے زیادہ تعریف کے مستحق تو کتاب کے مرتب ہیں جنہوں نے عمر اور موسم کا لحاظ کیے بغیر شخصیتوں کے حالات جمع کرنے میں ہر دروازے پر ایک بار نہیں بار بار دستک دی۔ پھر صرف کتاب کی ترتیب تک ہی ان کا کام محدود نہیں رہا۔ تصویریں فراہم کرنے، بلاک بنوانے، کتاب لکھوانے، کاپیاں اور پروف پڑھنے پڑھانے، فوٹو اور کتاب چھپوانے، جلد بندھوانے کے مراحل تک بلا شرکت و امداد غیرے قابل تعریف کام کیا۔ ان کے ساتھ سب ڈویژن کے وہ صنعت کار حضرات بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے کتاب کے اخراجات کا زیادہ حصہ برداشت کیا۔ سید محمد اکبر کاظمی تحصیلدار فیروزوالہ بھی اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں تحصیل کونسل کے شکریے کے مستحق ہیں۔

---

[1] یونین کونسلوں کے دفاتر میں اب اس مقصد کے لیے بھی تحریک شروع کر دی گئی ہے۔ ریڈیو اور سکولوں میں اخبارات کے ذریعے لوگوں کو مسائل حیات سے آگاہ کیا جائے۔ اور جب ٹیلی ویژن کی حد فاصلہ بڑھے تو ہر یونین کونسل ٹیلی ویژن سیٹ سے بھی کام لے۔ اس طرح یہ دفاتر مجموعی مسائل حیات و روزگار پر روشنی ڈالنے کے لیے مراکز نور بن کر رہیں گے۔ (نائیک)

دیہی ترقیاتی
کو آگے بڑھا
۵۸
سے ہم آہنگ
بنا دیا گیا۔ اور
یا ٹاؤن کمیٹی کا
سلسلے میں ہر
۶۵-۱۹۶۴
دوران ترتیب
ایک رفاہی
کی کتابیں، ا
کرتے ہوئے
نظام اور تح
اور یہ دیکھنے
انعام پانے وا
طلباء و طا
کے ہر شعبے
اب نئے
اس

حرفِ آخر کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ کتاب ابھی طباعت کے مراحل میں تھی کہ میرا تبادلہ ہو گیا۔ اور جناب فاروق ایوب سی۔ایس۔پی۔ فیروزوالا سب ڈویژن کے ایس۔ڈی۔ایم مقرر ہوئے۔ میں اس توقع کے ساتھ کہ یہ کتاب ان کو عوام اور حکام کے درمیان نہ صرف ایک دلکش رابطے کا کام دے گی، بلکہ اس سلسلہ میں مجھ سے کوئی کوتاہی یا فروگذاشت بہ تقاضائے بشریت ہوئی ہو تو وہ اس کی اصلاح بھی فرمائیں گے۔ اس سب ڈویژن اور ناظرین کتاب سے رخصت ہوتا ہوں۔ اور الوداعی پیغام کے طور پر حضرت علامہ اقبال کا یہ شعر گوش گزار کرتا ہوں۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

مجھے یقینِ واثق ہے کہ میرے جانشین جناب فاروق ایوب سی۔ایس۔پی رورل ورکس کے پروگرام کو آگے بڑھانے میں مجھ سے زیادہ مستعد ثابت ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

فیروزوالہ

(ایک نیا نام)

فیروزوالہ ضلع شیخوپورہ کی اُس پرانی تحصیل کا نیا نام ہے جو مدتوں شاہدرہ کے نام سے موسوم رہی۔ چونکہ لاہور کی سرعتِ وسعت نے راوی کی مغربی جانب بھی پاؤں پھیلانے شروع کر دیئے ہیں اور قصبہ شاہدرہ دوسرے پانچ مواضعات کے ساتھ کسی نامعلوم مصلحت کی بنا پر لاہور کارپوریشن میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اس لیے شاہدرہ تو اب لاہور کا حصہ ہو گیا اور تحصیل کو یہ نیا نام دیا گیا۔ چونکہ اس تحصیل کو انتظامی سہولت کی بنا پر سب ڈویژن بنا دیا گیا ہے، اس لیے اب اسے سب ڈویژن فیروزوالہ کہا جاتا ہے۔

محلِ وقوع

یہ سب ڈویژن شمالی جانب ضلع سیالکوٹ کی۔ مشرقی جانب ضلع لاہور کی۔ جنوبی طرف سے ضلع لائل پور کی اور مغربی سمت میں ضلع گوجرانوالہ کی حدود سے گھرا ہوا ہے اور شمال مشرقی جانب کا تھوڑا سا علاقہ اس حد سے بھی متصل ہے جو ہندوستان اور پاکستان کے درمیان واقع ہے۔ مشرقی جانب پہلے اس کی حد راوی کے مغربی کنارے تک تھی، لیکن اب اس کنارے سے ذرا اور مغربی جانب ہٹ گئی ہے۔ پہلے مغلوں کی عظمتِ گم گشتہ کے بعض آثار مثلاً جہانگیر، آصف جاہ اور نور جہاں کا مقبرہ اس حد کے اندر تھے۔ کامران کی بارہ دری بھی اسی حد میں

تھی۔ لیکن اب جہانگیر ہی کے بسائے ہوئے شہر شیخوپورہ کی اس تحصیل سے ان آثار کو خارج کر دیا گیا ہے۔ شیخوپورہ جہانگیر کے ذوقِ شکار کی یادگار ہے۔ اور اس کی یہ تحصیل اس کے ذوقِ جمال کی ان نشانیوں کو بھی احاطہ کیے ہوئے تھی جسے اس نے باغوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ عام خیال یہ ہے کہ مغلوں کو باغات کا بہت شوق تھا لیکن راقم کا خیال اس سے قدرے مختلف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ راوی کے کنارے پہ قدرت کی فیاضانہ رنگ آرائیوں کا طلسم ابتدا ہی سے جاذبِ نظر رہا ہے، اور شرقپور سب تحصیل کا وہ شاداب، زرخیز اور سدابہار خطہ آج بھی اس دعوے کی دلیل ہے جو لاہور جڑانوالہ روڈ کے مشرق میں واقع ہے۔ مغلوں کی حسِ جمال نے صرف قدرت کی ان رنگینیوں کو تھوڑا سا تناسب دے کر باغوں میں تبدیل کر لیا ہے ؎

بیابان ز کہسار و زاغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدیم

بیلہ اور بیلی

پنجابی زبان میں بیلہ اور بیلی بہت مشہور لفظ ہیں۔ بیلے کا مترادف لفظ دنیا کی شاید ہی کسی زبان میں موجود ہو۔ اس کے معنوی تصور میں ہری بھری چراگاہ۔ لہکتا ہوا سبزہ زار۔ کوئی نالہ یا جوئبار۔ درختوں کے جھنڈ سبھی کچھ شامل ہے اور ایک ہی بیلے کے ایسے چرواہے جو اکٹھے اپنا اپنا گلہ چراتے ہوں، بیلی کہلاتے تھے۔ اور اگر کہیں محض درختوں (خصوصاً پیلو وغیرہ) کا جھنڈ ہوتا تھا۔ تو اُسے جھنگی کہا جاتا اور بڑے جھنڈ کو جھنگ۔ چنانچہ پنجاب کا ایک ضلع اسی وجہ سے جھنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی لفظ کا اسم مکبّر جھنگل یا جنگل ہے۔ جو آج دنیا کی کئی زبانوں میں انہی معنوں میں رائج ہے۔ ٹھیٹ پنجابی لفظ ہے۔ اس شادابی و سرسبزی کے لحاظ سے سب ڈویژن فیروزوالہ انتخاب ہفت کشور پنجاب کی صحیح مکمل ترجمانی کرتا ہے۔ اور اس شرف میں کسی حصے سے کم نہیں ہے۔

موسمی تغیّرات

میدانی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں موسم قدرے شدید ہیں۔ سردی میں اچھی خاصی کڑاکے کی سردی پڑتی ہے

خصوصاً جاڑے کا چلّہ اور چلّے کا جاڑا بہت صبر آزما ہوتا ہے۔ گرمی بھی شدید ہوتی ہے۔ برسات کا موسم اگرچہ دامانِ کوہ کے علاقوں کی طرح چوماسہ کی کیفیت نہیں رکھتا۔ تاہم جیٹھ اساڑھ کے بگولوں اور جھکڑوں کے بعد قدرے تسکین بخش ضرور ہوتا ہے لیکن بہار کا موسم نمایاں رہتا ہے۔ فروری کے مہینے میں جگہ جگہ آڑوؤں کے درختوں میں جب شگوفے پھوٹتے ہیں تو گل مشجر کی تصویریں آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہیں۔ اور مارچ کے مہینے میں جب ترشاوہ پھولتا ہے تو فضا اس کی مست خوشبو سے مہک اور بہک اٹھتی ہے۔ چند برسوں سے دیہات میں ترشاوہ کے باغ پھیلتے جاتے ہیں۔ لیموں سنگترہ، مالٹا، میٹھا بکثرت پیدا ہونے لگا ہے۔ آم، امرود، فالسہ اور جامن بھی اچھی خاصی تعداد میں پیدا ہوتا ہے راوی کے کنارے کی سبزیاں اور تربوز منڈیوں میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں اور موسمی تغیرات کی وجہ سے بعض دیہات میں خریف اور ربیع کے ساتھ ساتھ زائد خریف اور زائد ربیع کی فصلیں بھی ہوتی ہیں۔ معمولی سیلاب نئی مٹی بھی کھیتوں کو دے جاتا ہے، لیکن غیر معمولی سیلاب سے سب ڈویژن کئی مرتبہ بہت سا نقصان بھی اٹھا چکا ہے۔ کئی مرتبہ ان نقصانات کی تلافی کا بار ہمارے قومی وسائل کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ع

خدا محفوظ رکھے اس بلا سے

مختصر تاریخ

سب ڈویژن فیروزوالہ کی تاریخ کی ابتدا تو انسانی تاریخ کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ لیکن یہ کتاب اس علاقے کی تاریخ سے بحث نہیں کرتی بلکہ ایک تعارفی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم اس خطے نے تاریخ سے پہلے کے بعض آثار و علائم بھی محفوظ رکھے ہیں جیسا کہ لفظ بیلہ کی بحث سے ظاہر ہے، اور اب تاریخ کے اس دور میں بھی قدم رکھ چکا ہے۔ جسے ہم جدید دور کہتے ہیں۔ سب ڈویژن میں بہت سا وہ علاقہ شامل ہے جسے آریوں کے ابتدائی زمانوں[1] میں ورکیت ٹیا (ورک جاٹوں کی بستیوں کا مجموعہ) کہا جاتا تھا۔ یہ نام انیسویں صدی تک معروف رہا۔ اور اس خطے کی تاریخی قدامت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اول بدل اور اتھل پتھل کا تعلق

[1] یہ زمانہ منوسمرتی کی رُو سے ورن آشرم کا زمانہ تھا۔ میں نے اس کے لیے زمانوں کا لفظ جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ کیونکہ آریوں کے زمانی تصور کی رُو سے زندگی کا ایک دور چودہ منونتروں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر منونتر کے لیے ایک منو مانا جاتا ہے۔ ہر منونتر کے اکہتر چترگیہ اور ہر چترگیہ میں چار جگ ہوتے ہیں ۱۔ ست جگ ۲۔ دواپر ۳۔ ترتیا۔ کل جگ۔ (مرتب)

عقائد و اعمال سے بھی رہا اور در و بست سے بھی۔ اس علاقے کے تاریخی اور تہذیبی رشتے ہڑپہ اور موہن جو دڑو کی تہذیبی اینٹ سے بھی ملتے ہیں اور ورن آشرم کے تہذیبی تار و پود سے بھی[۱]۔ فلاح انسانی کی وہ اعلیٰ تحریک جو اسلام کے نام سے وادی غیر ذی زرع سے اُٹھی اس سدا بہار خطے میں چوتھی صدی ہجری میں پہنچی کہ ایک ہی پیر طریقت جناب ابوالحسن ختلی کے دو نامور مرید حضرت حسین زنجانی اور حضرت سید علی ہجویری وقت کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ لاہور پہنچے اور یہ علاقہ توحید و نبوت کے نور سے جگمگا اُٹھا۔ اکثر و بیشتر ہندو برادریاں مسلمان ہو گئیں۔ سکھی صدق کی آواز اسی علاقہ سے متصل علاقے سے اُٹھی جو آگے چل کر سنگھی تیور سے بدل گئی۔ اس طرح اس علاقے کے دامن تاریخ و تہذیب میں مندروں، شوالوں اور مسجدوں کے پہلو بہ پہلو گوردواروں نے بھی سر ابھارا۔ انیسویں صدی کے چھ دہے گزر چکے تھے کہ یہ علاقہ انگریزوں کے ہاتھ آیا اور اختیار و اقتدار کے سہارے یہاں عیسائی مبلغین نے ان جماعتوں میں تبلیغ شروع کی۔ جو ورن آشرم کی معاشرتی حدود و قیود کی وجہ سے عقائد اور اعمال کے بارے میں احساس کمتری کی آخری حد پر تھے۔ اور ان کو انسانی حقوق کی آخری سرحد پر لا کھڑا کیا۔ اس طرح دوسری عبادت گاہوں کے ساتھ گرجے بھی شانہ بشانہ اُبھرے۔ در و بست کے اعتبار سے بھی یہ علاقہ مغلوں کے زمانے میں زیادہ تر والیٔ لاہور کی نگرانی میں رہا۔ سکھوں کے مختصر سے دور میں جاٹ اگرچہ دبے نہیں۔ تاہم کچھ حصہ سکھ سرداروں کے تصرف میں اور چند گاؤں حکیم نور الدین کی جاگیر میں رہے۔ مغلوں کے زمانے سے کچھ پہلے اس علاقے میں ایک نئی بستی شرق پور کے نام سے آباد ہوئی اور مغلوں کے زمانے میں یہ علاقہ جہانگیر کے ذوق شکار کی گزرگاہ رہا۔ لیکن سب ڈویژن فیروزوالہ میں کوئی قابل ذکر بستی آباد نہیں ہوئی۔ انگریزوں کے عہد میں یہاں سے لوگ اُٹھ اُٹھ کر باروں میں آباد ہوتے رہے نئی بستی کا کوئی نقش صفحۂ ارض کے اس حصے پر نمودار نہیں ہوا۔ ریلوے لائن اور نہری نظام کی وجہ سے بعض مقامات آباد ہوئے لیکن وہ صرف محکمانہ عمارتوں پر ہی مشتمل رہے۔ مثلاً ریلوے سٹیشن اور ڈاک بنگلے وغیرہ۔ البتہ قیام پاکستان کے بعد ایک نئی بستی کوٹ عبدالمالک کے نام سے اُبھری جو عنقریب اس

---

[۱]۔ آج بھی ہمارے ہاں برادری کی حدود اور رسوم کی بعض پابندیاں ورن آشرم ہی کی طرح انسانی مساوات اور پاکستان میں قومی تصورات کا مُنہ چڑاتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ردِعمل شروع ہے۔ مرتب

سب ڈویژن کی سب[۵] سے نمایاں ٹاؤن کمیٹی کی صورت اختیار کر جائے گی۔ جس انتظامی اکائی کا نام تحصیل ہے وہ اس سب ڈویژن میں حدود کی تبدیلی کے ساتھ دو مرتبہ انگریزی عہد میں قائم ہوئی۔ پہلے شرق پور میں جو لاہور اور گوجرانوالہ میں شامل ہی پھر شاہدرہ میں جو ۱۹۲۴ء سے نئی تبدیلی تک قائم اور ضلع شیخوپورہ سے ملحق رہی جسے سال گزشتہ معمولی سی ترمیم حدود کے ساتھ تحصیل فیروزوالہ کا نام دیا اور فوراً بعد ہی سب ڈویژن بنا دیا گیا ؎

گُل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے
اسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے

آبادی

اس شاداب و آباد خطے میں آبادی کا سُراغ تو تاریخ کے قدیم دُھندلکوں میں بھی ملتا ہے اور اس سے پہلے کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن آبادی کے حساب اور اس کے مسائل زمانہ حال ہی کی پیداوار ہیں۔ یہ خطہ اس وقت بھی آباد تھا جب کل دنیا کی آبادی پچاس لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ انسانی زندگی نے جتنی کروٹیں بدلی ہیں یہ خطہ ان میں برابر کا شریک رہا ہے۔ اب اس سب ڈویژن کی کل آبادی ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کی رُو سے دو لاکھ اُنسٹھ ہزار چھ سو کسٹھ ہے جس میں ایک لاکھ اڑتیس ہزار پانسو اکیس مرد اور ایک لاکھ اکیس ہزار ایک سو چالیس عورتیں ہیں۔ کل آبادی میں دو لاکھ اڑتیس ہزار دو سو چوہتر نفوس دیہات میں آباد ہیں اور اکیس ہزار تین سو ستاسی قصبوں میں۔ قصباتی آبادی کی تفصیل یہ ہے۔ مریدکے چھ ہزار سات سو ستاون۔ نارنگ چار ہزار آٹھ سو دس۔ شرق پور نو ہزار آٹھ سو بیس۔ لیکن یہ اعداد و شمار چار برس پہلے کے ہیں۔ اور آبادی رو بہ اضافہ ہے۔ اضافہ آبادی کی شرح پانچ فی صد سالانہ کے لگ بھگ ہے۔ اس سے موجودہ آبادی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس آبادی میں قصباتی اور دیہاتی زندگی کے اکثر و بیشتر مسائل مشترک ہیں اور فاصلے اور وقت کے

---

[۵] اس سلسلے میں مریدکے کی نئی صنعتی آبادیوں کا ذکر بھی آ سکتا تھا۔ لیکن ابھی یہ طے نہیں ہو سکا کہ آیا صنعت کار بھی یہاں مستقلاً آباد ہوں گے یا نہیں؟ اور یہ بات بھی ابھی طے شدہ نہیں ہے کہ اس تمام آبادی کو سب ڈویژن کی آبادی سمجھا جائے۔ بہرحال یہ ذکر صنعتوں کی ذیل میں آ رہا ہے۔ اور چک ۲۲ کی یونین کونسل کے ذکر میں بھی ہو گا۔ (مرتب)

سمٹاؤ نے مشترکہ اقدار میں اور بھی ہم آہنگی پیدا کر دی ہے۔ تاہم ان کے کچھ مخصوص اور مختلف مسائل بھی ہیں لیکن ان کا تعلق ملک اور قوم کے عمومی مسائل سے ہے۔ اس کے علاوہ آبادی میں کچھ طبقاتی اور دوسرے امتیازات بھی ہیں کیونکہ سب ڈویژن کی آبادی محض انسانی ہجوم سے عبارت نہیں ہے۔ بلکہ گل ہائے رنگا رنگ کا مجموعہ ہے۔ وہ لوگ بھی جو قدیم باشندے ہیں اور وہ بھی جو قیام پاکستان کے بعد یہاں آباد ہوئے زندگی کی ہر سطح سے روشناس ہیں۔ دفاعی صلاحیتوں اور تجربوں کے مالک جنرل، کرنل، بحری اور ہوائی فوج کے من چلے افسر، تعلیمی و علمی شغف رکھنے والے اہل فکر و نظر، اللہ سے لو لگانے والے اہل دل۔ دولت سے کھیلنے والے تاجر، زندگی کے جدید تقاضوں سے باخبر صنعت کار۔ قوم کے پیکر میں دیدۂ بیدار کی حیثیت رکھنے والے صحافی، فلاحی منزلوں کی طرف رہ نمائی کرنے والے سیاسی رہ نما، قدرت کی بے پناہ قوتوں کا رُخ موڑ دینے والے مزدور، زندگی کے سفر کا لحاظ رکھنے والے ٹرانسپورٹرز، بنک کار، دکاندار، وکیل، بنکر، ڈاکٹر، شاعر، پہلوان، گویّے، کھلاڑی، شکاری بھکاری، مفت خورے سبھی موجود ہیں۔

آبادی کے مسائل بڑا دلچسپ موضوع بحث ہے۔ آبادی کا گنجان ہونا، آبادی کی بہتر تقسیم، نئی نسل کے بعض ضروری امور، شہروں یا قصبوں میں ہی نہیں دیہات میں مکانوں کے مسائل۔ لیکن یہاں تو آبادی کا ذکر اس لیے ضروری تھا کہ پورے علاقے کی سطح پر تعمیر و ترقی اصلاح و بہبود اور تعلیم و صحت کی منصوبہ بندی کے لیے ایک ضروری، بنیادی لیکن اجمالی اطلاع بہم پہنچ سکے۔

معاشی وسائل

اڑھائی لاکھ سے اُوپر آبادی میں سے غالب اکثریت کا معاشی وسیلہ تو زراعت اور اس سے متعلقہ کاروبار ہے۔ لیکن اب صنعتی میدان بھی وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ ملازمتوں میں بھی سب ڈویژن کے لوگ کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ملک کی اندرونی تجارت میں بھی لوگ حصّہ لیتے ہیں۔ اور درآمد برآمد میں بھی۔ گھریلو صنعتیں بھی کہیں کہیں پائی جاتی ہیں۔ جنگلات بھی تھوڑا بہت معاشی سہارا فراہم کرتے ہیں۔ غرض سب ڈویژن کے لوگ معاشی وسائل میں ہر وسیلے سے کام لینا جانتے ہیں اور کسی وسیلے سے محروم نہیں ہیں۔ دیہات میں پیشہ ور اور اہل حرفہ لوگ اگرچہ پرانی ڈگر پر ہیں۔ تاہم کما کھاتے ہیں۔ موسیقی، گلوکاری اور غنائی شاعری سے بزم آرائی اور کمائی بھی قابل ذکر ہے۔ مذہب کے نام پر بھی آبادی کا ایک حصہ پلتا ہے۔



رہ نمائے ایشیا ہے فخر پاکستان ہے
اس کی ہر جنبش نئی تعمیر کا عنوان ہے
(وقار انبالوی)



ظہورِ صبح سعادت، سُرورِ شام بہار
یہ آفتاب بھی ہے اور ماہتاب بھی ہے

(وقار انبالوی)

زراعت

سب ڈویژن کا مجموعی رقبہ چار لاکھ ستر ہزار چھ سو دو ایکڑ ہے۔ اس میں پچپن ہزار تین سو تہتر ایکڑ رقبہ غیر ممکن یعنی ناقابل کاشت ہے۔ چونسٹھ ہزار پانسو نوے ایکڑ مفقود ہے۔ سات ہزار ایکڑ کے قریب رقبے پر جنگلات ہیں (صحیح اعداد و شمار جنگلات کے ذکر میں دیکھئے) ایک لاکھ ترسٹھ ہزار نو سو چھہتر ایکڑ رقبہ بنجر پڑا ہے اور تین ہزار سات سو تین ایکڑ رقبہ سرکاری بنجر ہے۔ کچھ رقبہ آبادی، دیہات و قصبات، سڑکوں، گزرگاہوں، راستوں کے لیے ہے۔ اس طرح زیر کاشت رقبہ کی مقدار اڑھائی لاکھ ایکڑ کے لگ بھگ ہے۔ چونکہ سب ڈویژن میں دائمی نہر نہیں ہے اس لیے زیر کاشت رقبہ چاہی، یک فصلہ نہری یعنی چاہی نہری، جھلاری، آبی، سیلاب اور بارانی قسموں میں بٹا ہوا ہے لیکن اب بجلی مہیا ہو جانے کی وجہ سے چاہی آبپاشی رقبہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اور دائمی نہر نہ ہونے کی تلافی ایک حد تک ہوتی جا رہی ہے۔ اس وقت تک سب ڈویژن میں سوا اور ڈیڑھ ہزار کے درمیان ٹیوب ویل کام کر رہے ہیں۔ کل رقبہ میں کاشت کے لیے چھ ہزار ایک سو پینتیس پختہ کنوئیں ہیں جن سے رہٹ کے ذریعے آبپاشی ہوتی ہے اور تین سو کے قریب کچے کنوئیں ان کے علاوہ ہیں جن پر ڈھینگلی سے کام لیا جاتا ہے۔

سب ڈویژن میں کوئی دو ہزار ایکڑ رقبہ پر باغات ہیں۔ ان میں سے نو سو ایکڑ امرود، پونے تین سو ایکڑ سنگترہ کوئی دو سو ایکڑ میٹھا، اسی قدر مالٹا، سوا دو سو ایکڑ لیموں، ستر ایکڑ آلوچہ، بیس ایکڑ آم کے باغات ہیں۔ باقی آڑو اور فالسے کے باغیچے ہیں۔ گزشتہ سال سب ڈویژن میں ربیع کی سبزیوں میں دو سو پانچ ایکڑ آلو، ایک سو ترسٹھ گوبھی پچاس ایکڑ ٹنڈے، تیس ایکڑ کدو، اکیس ایکڑ کریلے، بیس ایکڑ بینگن، گیارہ ایکڑ بھنڈی توری، تیس ایکڑ ٹماٹر، پچپن ایکڑ شلجم، پچاس ایکڑ گاجر، تیس ایکڑ مولی کاشت کی گئی اور خریف میں چھیاسی ایکڑ آلو، باسٹھ ایکڑ بھنڈی توری اور پندرہ ایکڑ اروی کی کاشت ہوئی۔

فصل ربیع میں چھتیس ہزار نو سو چھیاسی ایکڑ پر گندم آبپاش، ستاون ہزار ایکڑ سے زائد رقبہ پر گندم بارانی کاشت کی گئی۔ گندم کا کل زیر کاشت رقبہ اٹھاسی ہزار ایکڑ سے کچھ زائد رہا۔ تیس ہزار ایکڑ سے زائد رقبے پر جو کاشت کیے گئے۔ چار ہزار تین سو پینتیس ایکڑ پر چنے بوئے گئے۔ تین ہزار کے قریب رقبے پر ملی جلی اجناس کی کاشت ہوئی۔

لہ ہمیں افسوس ہے کہ زراعتی افسر شیخوپورہ نے بار بار درخواست کے باوجود بعض ضروری تفصیلات مہیا کرنے سے پہلو تہی کی۔ مرتب

چھ سو ایکڑ سے زائد رقبے میں السی بوئی گئی۔ اور پچاس ایکڑ میں سرسوں توریہ تارامیرا وغیرہ کی کاشت ہوئی۔ بسواپانسو ایکڑ میں تمباکو لگایا گیا، اور تین سو ایکڑ پر مصالحہ جات کی کاشت ہوئی۔ تیس ہزار ایکڑ رقبہ میں سبز چارہ بویا گیا۔ اس طرح فصل ربیع میں کل رقبہ ایک لاکھ پچیس ہزار دو سو ستاون ایکڑ زیر کاشت (فصل ربیع) رہا۔ اس میں آبپاش اور غیر آبپاش رقبہ قریب قریب برابر رہا۔ کیونکہ غیر آبپاش رقبے میں سے پانچ ہزار ایکڑ کے قریب خرابہ کی زد میں آگیا۔

اسی سال فصل خریف میں کل رقبہ برائے اجناس ایک لاکھ اکاون ہزار چھ سو چورانوے ایکڑ زیر کاشت رہا۔ ساڑھے آٹھ سو ایکڑ خرابہ رہا۔ ایک لاکھ تئیس ہزار ایکڑ رقبہ میں مختلف اقسام کے چاول کاشت کیے گئے۔ پونے تین ہزار ایکڑ میں جوار۔ ڈیڑھ ہزار ایکڑ باجرہ۔ تین ہزار ایکڑ مکئی۔ پچاس ایکڑ میں تل۔ چار سو ایکڑ میں مرچ، ادرک ہلدی وغیرہ۔ سوا دو ہزار ایکڑ کماد۔ پچاس ایکڑ میں امریکی اور بارہ سو ایکڑ دیسی کپاس بوئی گئی۔ نو ہزار ایکڑ میں سبز چارہ بویا گیا۔ سوا ایکڑ سن بویا گیا۔ زراعت کے بارے میں مندرجہ بالا اعداد و شمار ان لوگوں کی قوت فکر و عمل کے لیے بہت سے تقاضے رکھتے ہیں۔ جو سب ڈویژن کی ترقی و فلاح کے خواہشمند اور اس کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اور اس بارے میں یہ امور خاص طور پر زیر نظر رہنے چاہئیں۔

۱۔ زیر کاشت رقبہ میں توسیع کے امکانات۔

۲۔ فی ایکڑ پیداوار میں اضافے پر زور۔

۳۔ خرابے میں کمی کے اسباب و ذرائع۔

۴۔ باغات میں مزید تنوع اور توسیع۔

۵۔ جدید طریقہ ہائے کاشت اور آلات زراعت کا استعمال۔

۶۔ مشترکہ کاشت کے تجربات اور ترغیب۔

ل۔ اس سب ڈویژن کی اکثر آبادی یک فصلہ نہر کی اور عملاً کم نہر کی شاکی رہتی ہے اور خرابے نہری زمینوں میں بھی ہوتے ہیں۔

بہترین چاول کا سرکاری مزرعہ (FARM)

کالا شاہ کاکو میں چاول کا ایک سرکاری مزرعہ ۱۹۲۶ء میں ان مقاصد کے پیش نظر قائم کیا گیا تھا۔

ا۔ عمل پیوند کے ذریعے چاولوں کی اچھی قسمیں اوسطاً فی ایکڑ پیداوار سے زیادہ مقدار میں پیدا کرنا۔

ب۔ طریق کاشت کو بہتر بنانا۔

ج۔ عمدہ اقسام کے لیے بہتر بیج اور پود مہیا کرنا۔

یہ فارم اس علاقے میں کالا شاہ کاکو ریلوے سٹیشن کے قریب قائم کیا گیا، جو چاولوں کی پیداوار کے لیے کالر کے علاقے کے نام سے مشہور و معروف ہے اور سیالکوٹ، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ کے اضلاع کے کچھ حصوں پر مشتمل ہے یہ علاقہ ۳۲ درجہ طول بلد پر واقع ہے، اور اس علاقہ میں سابق صوبہ پنجاب کی کل پیداوار چاول کا ساٹھ فی صد چاول پیدا ہوتا ہے۔

رقبہ

اس مزرعے کا کل رقبہ سوا چھ سو ایکڑ سے قدرے زائد ہے۔ جس میں چون ایکڑ سے کچھ اوپر رقبہ تو عمارتوں، سڑکوں اور راستوں کے نیچے ہے۔ پانسو اکہتر رقبے پر کاشت ہوتی ہے۔ کوئی ساڑھے اکہتر ایکڑ رقبہ تو براہ راست سرکاری نگرانی میں کاشت ہوتا ہے اور پانسو ایکڑ کے قریب رقبہ مزارعین کاشت کرتے ہیں، جس سے بہتر بیج اور پود تیار ہوتی ہے۔ لیکن یہ رقبہ بیج اور پود کی مانگ پوری نہیں کر سکتا بلکہ مانگ اتنی ہے کہ اس کا چوتھائی حصہ بھی اس رقبے سے پورا نہیں ہو سکتا۔ ل

زمین

اس فارم کی زمین کلراٹھی ہے اور قدرتاً نمدار ہے لیکن سوکھنے پر کنکریلی ہو جاتی ہے۔ پانی سطح زمین سے بارہ فٹ گہرائی پر ہے۔ اوپر کی سطح قدرے کیمیاوی ہے۔

ل یہ کمی عوام اور حکام دونوں کیلئے بہت سے تقاضے رکھتی ہے۔ (مرتب)

سب ڈویژن میں چونکہ نہری پانی یک فصلہ ہے، اس لیے اس فارم میں پندرہ اپریل سے پندرہ اکتوبر تک رقبہ زیر کاشت نہری پانی سے سیراب ہوتا ہے. لیکن نہری پانی کی سپلائی کا یہ حال ہے کہ وہ نہ پوری مقدار میں ملتا ہے نہ مٹی سے پہلے آتا ہے. اس بچھیت کا اثر پیداوار پر مضر ہوتا ہے. لیکن اگر پانی مناسب مقدار میں مہیا ہو تو شرح پیداوار فی ایکڑ اور بھی بڑھ سکتی ہے. بارش کا سالانہ اوسط اگرچہ ۲۲ انچ ہے. لیکن دورانِ فصل یعنی جولائی سے ستمبر تک جو بارش ہوتی ہے وہ پندرہ سولہ انچ سے نہیں بڑھتی.

فصلیں

کوئی دس برس پہلے اس علاقے میں نوے فیصدی رقبہ فصل خریف میں صرف چاول کی کاشت کے لیے مخصوص تھا. کچھ رقبہ ربیع کے لیے خالی چھوڑا جاتا تھا لیکن زراعت پر آبادی کے بڑھتے ہوئے بوجھ نے اب فصل ربیع کے لیے اسی فیصد رقبہ کاشت کرنے کی ضرورت پیدا کر دی ہے تاکہ گندم، چنا، دالیں اور سبز چارہ حاصل ہو سکے اس لیے اب ملی جلی اور دو فصلہ کاشت ہوتی ہے.

چاول کے اس سرکاری مزرعہ پر ایک سینئر سکیل کے والٹس باٹونسٹ، ایک اسسٹنٹ باٹونسٹ، تین ایگریکلچرل اسسٹنٹ، تین مقدم، دو نگران پود، ایک مکینک دو کلرک اور اٹھارہ بیلدار کام کرتے ہیں.

تجربات

اس فارم کے تجربات میں شرح پیداوار میں اضافہ، اگیتی پچھیتی فصلوں کے وقفہ پیداوار میں کمی، اور ان پر مختلف کھادوں کا تجربہ ہے. ایسی اقسام کے تجربے ہیں جو شور زدہ زمینوں میں پروان چڑھ سکیں. اقسام کو بہتر بنانا، اگیتی فصل لینا اور محفوظ جراثیم باسمتی کی کاشت کے مختلف قسم کی زمینوں میں تجربے تاکہ اضافہ پیداوار سے برآمد اور حصول زر مبادلہ میں اضافہ ہو. موجودہ باسمتی پچھیت میں پکتی ہے. اور ربیع کی کاشت کے لیے بروقت رقبہ خالی نہیں کرتی. اس لیے اگیتی فصل تیار کرنے کے تجربے، دھان کوٹنے، پکانے، اور دوسرے مراحل میں اعلیٰ قسم کی خصوصیات کو برقرار رکھنے کے تجربات، گندم کی طرح محض بیج بو کر فصل حاصل کرنے کے تجربے، بیجوں کی بہتر تقسیم اور زائد تقسیم کے تجربے،

پیداوار بڑھانے کے سلسلے میں طریق کاشت اور کھاد دینے کے تجربے شامل ہیں.

چاول کی قسمیں

اس وقت جن اقسام پر کامیاب تجربے ہو چکے ہیں اور جو مقبول ہیں، ان میں عام اقسام میں جھونا ر ۳۴۹، دھلار ر ۳۴۶ اور سٹھری ر ۲۷۸ (ساٹھی) شامل ہیں. اچھی قسموں میں پرمل ر ۲۴۶ اور بیگمی ر ۴۱ ہیں. اعلیٰ اقسام میں باسمتی ر ۳۷۰ ہے. اور جن اقسام کے تجربات خاتمے کے قریب ہیں اور جو عنقریب رائج ہو سکیں گی، ان میں عام اقسام میں جھونا ۱۶۰، آر ایف ر ۵۷، ر ۵۷۲۳، ر ۶۰۵۳، ر ۵۸۶۸ اور ر ۶۰۲۹. اچھی قسموں میں اگیتی ر ۶۲۱ c، ر ۶۳۱۱، ر ۶۳۱۲ (جو اسی دن میں پنیری لگانے کے بعد پک جاتی) اور اعلیٰ اقسام باسمتی اگیتی ر ۶۲۲ c، ر ۵۸۷۵، ر ۶۱۴۱، ر ۶۱۳۱ ہیں جو پنیری لگانے کے ۹۵ دن بعد تیار ہو جاتی ہیں. بیوندی باسمتی ر ۶۱۲۹ اور ر ۵۶۰۳ قابل ذکر ہیں.

اس فارم سے ۱۹۶۱ء میں سوا تین ہزار من عام قسم کا اور سوا دو ہزار من عمدہ قسم کا بیج فراہم کیا گیا. ۱۹۶۴ء میں عام اقسام کے بیج کی مقدار گھٹ کر دو ہزار چار سو کے لگ بھگ رہ گئی لیکن عمدہ قسم کے بیج کی مقدار سوا دو ہزار سے بڑھ کر سوا چار ہزار من تک پہنچ گئی. ۱۹۶۴ء میں کل سپلائی چھ ہزار چھ سو سینتالیس من تھی.

محکمہ زراعت

سیم اور تھور کی روک تھام اور اراضی کی بار یابی کے ادارہ کی تشکیل کے نتیجہ میں سب ڈویژن فیروز والہ کو زراعت کے لحاظ سے ضلع گوجرانوالہ کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ اب سب ڈویژن فیروز والہ میں محکمہ زراعت کی کارکردگی زیر نگرانی ایکسٹرا اسسٹنٹ ڈائرکٹر زراعت گوجرانوالہ جاری ہے۔ ان کے ساتھ ایک اسسٹنٹ پلانٹ پروٹیکشن افسر بھی مقرر ہیں۔

سب ڈویژن فیروز والہ کی ہر یونین کونسل میں محکمہ زراعت کا ایک فیلڈ اسسٹنٹ معہ دو بیلدار تعینات ہیں۔ تین انسپکٹر زراعت ہیں اور ہر ایک انسپکٹر کے تحت سات سے گیارہ تک یونین کونسلیں ہیں۔ انسپکٹروں کے دفاتر شاہدرہ، شرق پور اور نارنگ منڈی میں واقع ہیں۔ علاوہ ازیں پلانٹ پروٹیکشن مشینری کی مرمت اور دیکھ بھال کے لیے ایک فٹر تحصیل فیروزوالہ میں مقرر ہے۔

باغات میں پیوند کاری، شاخ تراشی اور نئے باغات کی داغ بیل اور باغبانی کے دیگر اقدامات کے لیے دو بڈر موجود ہیں۔

حال ہی میں محکمہ زراعت کی کوشش سے فنِ باغبانی میں دلچسپی لینے والے زمینداروں کی سہولت کے لیے ایک فروٹ نرسری جو چھ ایکڑ پر مشتمل ہے، بیگم کوٹ کے قریب شروع کی جا چکی ہے۔ جس کے اغراض و مقاصد میں اعلیٰ قسم کے پھلدار پودے مہیا کرنا ہے۔ اُمید ہے۔ ایک دو سال کے اندر اس نرسری سے پھلدار پودوں کی علاقے کی ضروریات بھی پوری ہو سکیں گی۔ اور باہر گرد و نواح کے علاقوں میں بھی پھلدار پودوں کی توسیع کی جائے گی۔

زراعت میں توسیعی عمل

۱۔ تحفظِ نباتات

زرعی فصلوں اور باغوں کے دشمن کیڑوں اور بیماریوں کی روک تھام بذریعہ دوا پاشی اور غیر کیمیائی طریق انسداد

یہ کام موسم وار موزوں اوقات پر مہموں کی صورت میں اور سارے علاقے میں انفرادی طور پر بھی کیا جاتا ہے۔ اس کام کے لیے ہر طرح کی مشینری اور مختلف ادویات مہیا کی جاتی ہیں۔ بیلدار عملی طور پر زمینداروں کے تعاون سے یہ کام سرانجام دیتے ہیں، جس کا کوئی معاوضہ زمیندار سے وصول نہیں کیا جاتا۔

۲۔ زرعی امور پر مشورہ بہم پہنچانا

فصلوں کی نئی نئی اقسام کے متعلق واقفیت پہنچانا، زمین کی تیاری، مقدارِ بیج، زمین کی زرخیزی کے لیے مختلف اقسام کی کھادوں کا طریق استعمال، پانی کی بچت کے طریقے بتانا وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ جدید آلاتِ کشاورزی

ہر یونین کونسل میں جدید آلاتِ کشاورزی کا کم از کم ایک سٹ محکمہ زراعت نے مہیا کر رکھا ہے۔ اس سٹ میں قابلِ ذکر اور اہم آلات یہ ہیں:-

پاکستان ہل ۔ خریف ڈرل ۔ ربیع ڈرل ۔ ترپھالی ۔ بار ہیرو وغیرہ ۔

ان آلات کی افادیت اور کارکردگی کا مظاہرہ عملی طور پر زمینداروں کے کھیتوں میں عملہ زراعت کی نگرانی میں کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں زراعت میں دلچسپی رکھنے والے حضرات کو یہ آلات عارضی طور پر مہیا کیے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی زمینوں پر کاشتکاری ان جدید آلات سے کریں اور ان آلات کو فروغ اور ہر دلعزیزی حاصل ہو۔ جس کے نتیجہ میں زرعی پیداوار میں اضافہ کے امکانات بڑھیں۔

۴ ۔ ماڈل فارم بنانا

ہر یونین کونسل میں موزوں مقامات پر کم از کم ایک ماڈل فارم بنانا محکمہ زراعت کے فرائض میں شامل ہے۔ اس ماڈل فارم کا مقصد یہ ہے کہ محکمہ زراعت کے سفارش کردہ جدید طریقوں پر عمل کیا جائے اور اس سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کی جائے۔ نیز یہ ماڈل فارم گرد و نواح کے زمینداروں کے لیے بھی نمونہ اور باعثِ ترغیب

ثابت ہوں۔

۵۔ مظاہراتی پلاٹ

نئے بیج، مصنوعی کھادیں اور دیگر زرعی طریقوں کا عملی مظاہرہ کرنے کے لیے ہر یونین کونسل میں محکمہ زراعت کی نگرانی میں مظاہراتی پلاٹ کاشت کرتا ہے تاکہ ان پلاٹوں کی وساطت سے اردگرد کے علاقہ میں زرعی باتوں کی تشہیر ہو اور زمیندار مفید باتوں پر عمل پیرا ہو کر زرعی پیداوار میں اضافہ کر سکیں۔

۶۔ فنِ باغبانی میں عملی کاروائی

اس ضمن میں عملہ زراعت خواہشمند زمینداروں کو باغات کی جدید طریقوں پیداغ بیل میں عملی طور پر مدد کرتا ہے۔ علاوہ ازیں زمینداروں کے باغات میں پیوند کاری، اشاخ تراشی ضروری ساز و سامان کے ساتھ سرانجام دیتا ہے

۷۔ دیگر شعبوں اور محکموں سے تعاون

ا۔ ٹیوب ویل بورنگ۔ ٹریکٹر اور بل ڈوزر کرایہ پر شعبہ زرعی انجینئرنگ سے حاصل کرنے میں ضروری معلومات بہم پہنچاتا ہے۔

ب۔ زرعی ترقیاتی بنک سے زرعی ضروریات کے لیے قرضہ حاصل کرنے میں بھی ضروری نشر و اشاعت کی جاتی ہے۔

ج۔ کھاد اور ترقی دادہ بیجوں کے حصول میں زرعی ترقیاتی کارپوریشن۔ رورل سپلائی کوآپریٹو کارپوریشن اور دیگر متعلقہ ایجنسیوں یا اداروں میں باہمی تعاون اور زمینداروں کی راہنمائی کرتا ہے۔

د۔ محکمہ جنگلات کے ساتھ شجر کاری کی کوششوں میں پورا پورا تعاون کیا جاتا ہے۔

ہ۔ مویشیوں کی بیماریوں کے علاج کے سلسلے میں محکمہ حیوانات اور زمینداروں کے درمیان تعاون کرتا ہے۔

زرعی عملہ کا نقشہ تعیناتی حسب ذیل ہے

نمبر شمار	انسپکٹر صاحبان کے دفتر	ہیڈ کوارٹر فیلڈ اسسٹنٹ	ہیڈ کوارٹر یونین کونسل
۱	شاہدرہ	شاہدرہ	بھڑتھ
		کالا شاہ کاکو	چک نمبر ۴۴
		مریدکے	ننگل ساہداں
		لانبڑے	لانبڑے
		کھٹیالہ ورکاں	کھٹیالہ ورکاں
		فتح ریحان	لبان والا
		سری رام پورہ	مبارک پور
		بیگم کوٹ	شرق پور خورد
		کلہ	نبی پور کلہ
		کوٹ پنڈی داس	کوٹ پنڈی داس
		ملیاں کلاں	ملیاں کلاں
	شرق پور	برج اٹاری	برج اٹاری
		ڈھاکے	ڈھاکے
		سبجووال	سبجووال
		شرق پور	شرق پور
		مڑھ بھنگواں	مڑھ بھنگواں
		کوٹ محمود	کوٹ محمود
		قریشیانوالہ	قریشیانوالہ

نمبر شمار	انسپکٹر صاحبان کے دفتر	ہیڈکوارٹر فیلڈ اسسٹنٹ	ہیڈکوارٹر یونین کونسل
۳	نارنگ	نارنگ	مانانوالہ
		پیانوالہ	پیانوالہ
		ہیرووال	ملک پور
		مہتہ سوجا	مہتہ سوجا
		بھوچھ	بھوچھ
		گھڑیال خورد	حاتریکے
		گھڑیال کلاں	گھڑیال کلاں
		جنڈیالہ کلساں	جنڈیالہ کلساں
		کالا خطائی	کالا خطائی
		آہدیاں	آہدیاں

مواشی

سب ڈویژن فیروز والہ زرعی خصوصیات کی وجہ سے مواشی پرور خطہ ہے، اور اس میں انسانوں کی تعداد سے زیادہ چرند پرند زرعی پیداوار پر گزر بسر کرتے ہیں۔ ان میں اہلی بھی ہیں اور جنگلی بھی۔ مضر بھی ہیں اور مفید بھی۔ مضر جانوروں اور حشرات الارض پر قابو اس وقت تک پانا بہت مشکل ہے۔ جب تک قومی سطح پر کوئی تحریک یا نتیجہ خیز کوشش نہ ہو اور فصل کے دشمنوں سے باقاعدہ جنگ نہ لڑی جائے۔ اگرچہ مقامی سطح پر بھی اس طرف توجہ تو ہو گئی ہے لیکن بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ جنگلی سؤر، آوارہ کتے، گیدڑ، خرگوش، لومڑیاں، چوہے۔ بلاؤ، گلہریاں، طوطے، چمگادڑ یہ تمام جانور ایسے ہیں جن سے باغات اور کھیتوں میں کھڑی فصلوں کو نقصان ہی نقصان ہے لیکن ان کے دفعیہ کا کوئی بندوبست ابھی تک ایسا نہیں جس سے یہ اطمینان ہو کہ آج نہ سہی کل ان سے چھٹکارا مل جائے گا۔

ان کے علاوہ سب ڈویژن میں اہلی (پالتو) مویشی کی تعداد دو لاکھ اناسی ہزار چار سو اڑتالیس[1] ہے۔ یہ بات قابلِ اطمینان بلکہ باعثِ مسرت ہے کہ سب ڈویژن میں اہلی جانوروں کی دیکھ بھال نسل کشی اور دوا دارو کے لیے بہت اچھا انتظام ہے۔ اس وقت سب ڈویژن میں چھ ویٹرنری ہسپتال نارنگ، مریدکے، شرق پور، گھڑیال، برج اٹاری اور لاہنڑے میں قائم ہیں اور ان شفاخانوں کے علاوہ چار ویٹرنری ڈسپنسریاں، دھیروڑ مسلم، جنڈیالہ کلساں، بھیڑ، کوٹ پنڈی داس میں واقع ہیں اور تیرہ ویٹرنری سنٹر موضع بھونڈری، رتہ پیراں، آہدیاں، لبان والہ، دسگاہی قدیم، توساں والہ، مڑھ بھنگوال، فتووال، ہلال پور (اب یہ سنٹر ممبرانوالہ تبدیل ہو گیا ہے) جے سنگھ والا، چکرالی، ڈھاکے اور بھرتھ میں کام کر رہے ہیں اور عنقریب ہی پانچ نئے سنٹر چک ۲۴، میروال، ننگل ساہداں اور ملیاں کلاں میں کھولے جا رہے ہیں۔ محکمہ پرورش حیوانات اس بارے میں بہت چوکس ہے۔

پونے تین لاکھ مواشی کی خبرگیری بڑے اچھے پیمانے پر ہوتی ہے۔ ہر سال مقررہ پروگرام کے مطابق محکمہ کی طرف سے گل گھوٹو کے انسداد کی کارروائی ہوتی ہے اور ہر دو سال بعد میں جانوروں میں چیچک کے انسداد کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ بھیڑوں میں مرض نگھڑ کے انسداد کے لیے سال میں دو دفعہ دوائی تقسیم کی جاتی ہے۔

[1] ان میں اکثریت گائے بیل۔ بھینس بھینسا۔ بھیڑ بکری کی ہے۔ ان کے بعد گھوڑے، اونٹ اور گدھے ہیں۔

پولٹری کا رواج اگرچہ سب ڈویژن میں برائے نام ہے اور اس کی بڑی ضرورت ہے۔ تاہم کہیں کہیں ابتدا ہو چکی ہے۔ رانی کھیت سے ولایتی اور دیسی مرغیوں کو محفوظ رکھنے کے لیے سال میں دو مرتبہ ٹیکہ کیا جاتا ہے۔ اس بندوبست سے یہ فائدہ ہُوا ہے کہ ضلع شیخوپورہ، مواشی کے امراض کے قلع قمع کے سلسلے میں مغربی پاکستان بھر میں نمونے کا ضلع سمجھا گیا ہے۔ اس لیے انسداد امراض میں اس کی کامیابی بے مثال ہے اور سب ڈویژن فیروزوالہ بھی ہر سب ڈویژن سے محفوظ سمجھا گیا ہے۔

نسل کشی کے لیے سب ڈویژن والوں کو محکمے کی طرف سے بڑی سہولتیں دی جاتی ہیں۔ دھنی اور ساہیوال نسل کے سانڈھ بھی ہیں اور مصنوعی نسل کشی کا بندوبست بھی ہے، جن کے تجربے بڑے حوصلہ افزا ہیں، اور جن کی وجہ سے سب ڈویژن میں مواشی رکھنے والوں میں ایک اچھا جذبہ مسابقت پیدا ہو رہا ہے۔ سب ڈویژن میں نارنگ، مریدکے اور شرق پور میں مواشی کے مقابلے اور میلے ہونے لگے ہیں۔ اس مرتبہ مریدکے میلے میں ایک گائے موضع لانبڑے سے لائی گئی جس نے بیک وقت دو بچھڑے دئے۔ یہ گائے دو دفعہ بیائی[1] ہے اور دونوں مرتبہ اس نے دو دو بچھڑے دیئے ہیں۔

بھیڑوں میں افزائش نسل اور اچھی نسل کے لیے ۱۳ مینڈھے بھیڑوں کے ایسے گلّوں میں چھوڑ دیئے گئے ہیں جو لوہی نسل کی بھیڑوں پر مشتمل ہیں۔ ابھی تک یہ نر مینڈھے مریدکے اور لانبڑے کے علاقے کے ریوڑوں میں چھوڑے گئے ہیں۔ آئندہ پروگرام کے متعلق سب ڈویژن کے زیادہ سے زیادہ ریوڑوں میں ایسے نر مینڈھے محکمہ کی طرف سے فراہم کیے جائیں گے، جو اصلاح و افزائش میں معاون ہو سکیں۔

ضلع شیخوپورہ کو خوش قسمتی سے اس محکمے کا ایسا سربراہ میسّر آ گیا ہے، جس کا اپنے کاروبار سے لگاؤ رسمی یا حکمانہ نہیں بلکہ انتہائی مخلصانہ اور مشفقانہ ہے۔ اور جہاں تک سب ڈویژن فیروزوالہ میں مواشی کی پرورش، نگہداشت، افزائش و اصلاح نسل کا تعلق ہے، یہ سب ڈویژن پورے صوبے میں فخر و مسرّت سے اپنا سر اونچا کر سکتا ہے۔ مستقبل انشاء اللہ اور بھی بہتر ہو گا۔

[1] یعنی سُوئی ہے

اشتمالِ اراضی

سب ڈویژن میں اشتمالِ اراضی کا کام اپنی طبعی رفتار سے جاری ہے۔ اگر اشتمال لازمی رہتا تو اب تک غالباً پورے سب ڈویژن میں اشتمال کا کام ختم ہو چکا ہوتا لیکن اب یہ اختیاری ہے اور رفتار قدرے سست ہے۔ جب تک کسی گاؤں کے اکاون فی صدی مالکان ایسے راضی نہ ہوں جن کی ملکیت کے رقبے کی میزان بھی گاؤں کے رقبے کی اکاون فی صدی ہو، اشتمال شروع نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اب تک سب ڈویژن کے بیالیس دیہات میں اشتمال کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ اور تینتیس دیہات میں کام جاری ہے۔ اس طرح اٹھائیس ہزار پانسو انچاس ایکڑ کا اشتمال ہو چکا ہے اور سینتیس ہزار تین سو اسنٹھ کا اشتمال زیرِ کار ہے۔ جس رقبے میں اشتمال ہو چکا ہے وہاں آبپاشی کے مزید ذرائع سے کام لیا جا رہا ہے اور ٹیوب ویل لگتے جا رہے ہیں۔ چونکہ اس سب ڈویژن کی بعض بستیاں بہت قدیم ہیں۔ ان بستیوں میں تقسیم در تقسیم کی وجہ سے نہ صرف ملکیتیں چھوٹے چھوٹے اور منتشر ٹکڑوں میں بٹ گئی تھیں بلکہ شاملات دہ تک کو نقصان پہنچا تھا، اور جب سے ضلع شیخوپورہ قائم ہُوا ہے اس ضلعے میں کوئی بندوبست اراضی بھی نہیں ہُوا۔ جن علاقوں پر یہ ضلع مشتمل ہے، وہاں صرف ایک بندوبست کا سراغ ملتا ہے، لیکن قیامِ ضلع کے بعد یہاں بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے راستے، سڑکیں، قبرستان اور بعض دوسری شاملات دہ چیزیں اپنی اصل حالت میں باقی و برقرار نہیں رہ سکیں، اور جن لوگوں نے ان پر تصرفات کیے وہ جانتے ہیں کہ اشتمال کے بعد صورت کیا ہو گی اور بندوبست اراضی کی وجہ سے ان تصرفات سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ اس لیے ایسا عنصر اشتمال کی راہ کا روڑا ہے۔ دریا کی وجہ سے جو زمینیں ناکارہ ہو چکی ہیں اور جن میں کاشت اتفاقیہ ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن جھاڑ جھنکار اور گھاس پھونس کی کثرت ہے۔ ان کے مالک تو بے نیاز ہوتے ہیں۔ لیکن گاؤں کے دوسرے مالک ڈرتے ہیں کہ کہیں اشتمال میں پانسہ نہ پلٹ جائے اور اچھی زمین کے ساتھ خراب زمین بھی اشتمال میں نہ آ جائے۔ اس طرح اشتمال کا کام اس رفتار سے ممکن نہیں۔ جس کی دراصل ضرورت ہے۔

امدادِ باہمی

سب ڈویژن کی آبادی کا سب سے اچھا اور پرانا مالی سہارا امداد باہمی کی تحریک و تنظیم ہے۔ پہلی جنگ عالمگیر سے پہلے ہی ان علاقوں میں جو اس وقت مختلف اضلاع میں شامل تھے، امداد باہمی کا چرچا ہو چکا تھا لیکن سنہ ۱۹۰۴ء سے سنہ ۱۹۱۲ء تک اس کی رفتار سست رہی۔ ایک تو وہ زمانہ سود خور مہاجنوں کی ترقی کا زمانہ تھا دوسرے سنہ ۱۹۱۲ء تک کے تجربات کے بعد اس کے ایکٹ میں جو ترمیم ہوئی اس نے بھی اور ایکٹ انتقال اراضی کے نفاذ نے بھی مل جل کر دیہاتی علاقوں میں زندگی کا کچھ اعتماد پیدا کیا اور کاشتکار کو پہلی بار محسوس ہوا کہ وہ قطعی طور پر تقدیر کے بس میں نہیں ہے۔ بلکہ حالات پر قابو پانے کی سکت رکھتا ہے۔ انتقال اراضی کا قانون تو سنہ ۱۹۳۱ء تک (جب بنامی انتقالات کا سلسلہ بند نہ ہوا اور قانون کی دفعہ ۱۶ کے متعلق ترمیمی دفعہ شامل نہ کی گئی) زیادہ مؤثر ثابت نہ ہوا۔ لیکن امداد باہمی کی تحریک اس اثنا میں توقع سے زیادہ پھیلی پھولی۔ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ انتقال اراضی کے امتناعی قانون کا فائدہ بھی انہی دیہات کو زیادہ ہوا جہاں امداد باہمی کی تحریک زیادہ پھلی پھولی۔

سنٹرل کواپریٹو بنک

اس سب ڈویژن میں ایک سنٹرل کواپریٹو بنک بڑے عرصے سے قائم ہے۔ اس بنک کا پرانا نام سردار ہرنام سنگھ سنٹرل کوآپریٹو بنک تھا۔ یہ قائم ہی سکھ مالکان اراضی کی اکثریت نے کیا تھا لیکن کسی شخصی نام پر بنک کا نام امداد باہمی کے اصول کے خلاف ایک قسم کا اعلان تھا۔ اس لیے سنہ ۱۹۳۲ء میں اس کا نام ضلع شیخوپورہ کی ایک تحصیل (جو اب سب ڈویژن کا علاقہ ہے) شاہدرہ کے نام پر شاہدرہ کوآپریٹو بنک رکھا گیا۔ اور تحصیل کا نام تبدیل ہو جانے کے باوجود اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔ اس کے ممبروں کی تعداد ۲۱۱ ہے۔ حصص کا سرمایہ پچھتر ہزار ایک سو پچاس روپیہ لیکن زیر کار سرمایہ اڑتالیس لاکھ چوبیس ہزار پانسو ترانوے ہے۔

اس بنک کی دو برانچیں مریدکے اور نارنگ میں کام کر رہی ہیں۔ اس بنک سے زرعی طبقوں کے علاوہ

آڑھتیوں، بیوپاریوں اور ٹرانسپورٹرز کو بھی قرضہ ملتا رہا ہے۔ گزشتہ سال اس کی کارگزاری قرضوں کے سلسلے میں یہ تھی:-

قرضہ انجمنوں کو	دو لاکھ اکسٹھ ہزار اکتیس روپیہ
آڑھتیوں بیوپاریوں کو	تینتالیس لاکھ اکتالیس ہزار تین سو چھپن
سونے کی کفالت پر	ایک لاکھ چھیالیس ہزار سات سو چھیاسی

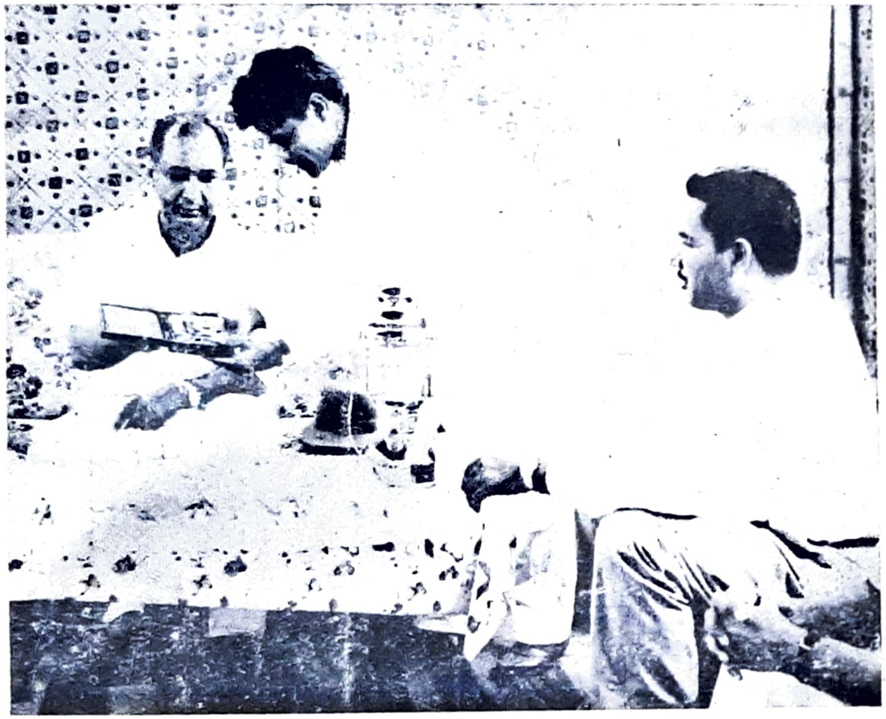
ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ سنٹرل کواپریٹو بنک زرعی طبقوں سے زیادہ تجارتی طبقوں کا مالی سہارا ہے۔

سب ڈویژن میں امداد باہمی کی کل انجمنوں کی تعداد ۲۴۳ ہے جن میں ایک سو چھیاسٹھ انجمنیں قرضہ کی ہیں۔ ان ۱۶۶ انجمنوں کو مجموعی طور پر اڑھائی لاکھ سے کچھ اوپر رقم ملی۔ لیکن آڑھتی، بیوپاری دوسرے طبقے پینتالیس لاکھ سے اوپر روپیہ لے گئے۔ اگر زرعی اور تجارتی فرق ملحوظ رکھا جائے تو زرعی طبقوں کو اٹھارہواں حصہ سرمایہ نصیب ہوا اور تجارتی حلقے ۱۷/۱۸ سرمایہ لے گئے۔ لیکن اگر یہ فرق بھی ملحوظ رکھا جائے کہ اڑھائی لاکھ کی آبادی میں آڑھتی اور بیوپاری آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، تو یہ تناسب حیرتناک حد تک کم و بیش ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہدرہ سنٹرل کوآپریٹو بنک بھی بنکنگ کے عام راستے پر ہے۔ تحریک امداد باہمی سے اس کا تعلق مخلصانہ نہیں تاجرانہ ہے۔ یہ صورت حال پورے سب ڈویژن کے لیے قابل اطمینان نہیں ہو سکتی۔ اس کی اصلاح لازمی اور ضروری ہے۔ بلاشبہ سرمایہ کی حفاظت، منافع کا حصول اور سرمایہ کی گردش بنکنگ میں بہت اہم ہیں، لیکن یہ کسی کواپریٹو بنک کا مقصد نہیں ہو سکتے۔ مقصد تو عوام کو زیادہ سے زیادہ مالی سہارا دینا ہے اور دوسرے مالی سہاروں سے بے نیاز کر دینا ہے۔ اگر سنٹرل بنک اس طرف توجہ دیتا تو پورا سب ڈویژن آج مالی اعتبار سے خود کفیل ہوتا۔ زرعی مالیاتی کارپوریشن اور زرعی ترقیاتی کارپوریشن کے قرضوں کی ضرورت باقی نہ رہتی، جن سے قرضہ حاصل کرنے کے لیے دیہاتیوں کو کئی جتن کرنے اور کئی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ بہرسال اگر سب ڈویژن کے زرعی طبقوں کو اتنی ہی مالی مدد مل سکے جتنی بیوپاریوں اور آڑھتیوں کو ملتی ہے، تو سب ڈویژن ترقی کی دوڑ میں صوبے بھر کے لیے مثال بن سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آڑھتیوں اور بیوپاریوں کی امداد بھی بالواسطہ زرعی طبقوں کی امداد ہے لیکن بلاواسطہ امداد کے نتائج زیادہ شاندار ہو سکتے ہیں۔ راقم کا منصب اس بارے میں محض ذکر و بیان کا ہے، تفصیلات و ترغیبات کا نہیں۔ اتنا عرض کرنے کی جرأت بھی اعداد و شمار کے فرق بے حد نے دلائی اور اس فرق کو نظر انداز کر دینا اپنے فرض سے کوتاہی کرنا تھا

قرضہ انجمنیں ہی حقیقت میں امداد باہمی کی تحریک کے جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اپنی مدد آپ
تیں کا آج کل بہت چرچا اور غلغلہ ہے۔ درحقیقت اس کی بنیاد یہاں ۱۹۰۴ء میں ہی رکھ دی گئی تھی، جبکہ یہاں
تحریک کی داغ بیل ڈالی گئی۔ پورے سب ڈویژن میں قرضہ انجمنوں کے ممبروں کی تعداد کل پانچ ہزار تریسٹھ ہے۔ یعنی
ہر پچاس آدمیوں میں سے ایک آدمی۔ ظاہر ہے کہ یہ تناسب بہت کم ہے۔ کل سرمایہ زیر کار ان انجمنوں کا نو لاکھ اٹھارہ ہزار
چھ سو چھپن روپیہ ہے۔ گزشتہ سال پانچ لاکھ انتالیس ہزار سات سو بائیس روپے کے قرضے جاری ہوئے اور پچھلے
قرضوں میں سے تین لاکھ ستانوے ہزار سات سو چھیاسٹھ روپے وصول کیے گئے۔ غیر زرعی انجمنوں میں سب سے اہم
اور قابل ذکر سوسائٹی ترقی پسند کثیر المقاصد انجمن ہے۔ اس کے ممبروں کی تعداد دو سو پچاس اور سرمایہ زیر کار پانچ لاکھ
کے لگ بھگ ہے۔ اس انجمن میں خوجہ برادری کے لوگ شامل ہیں۔ یہ انجمن اپنے حصہ داروں کو ان کے حصص کی ادا شدہ
رقم سے آٹھ گنا رقم تک کفالتی قرضے دیتی ہے۔ گزشتہ سال چھ لاکھ چھ ہزار نو سو نوے کے قرضے جاری کیے گئے اور
دو لاکھ تریسٹھ ہزار چھ سو روپیہ گزشتہ قرضوں کے سلسلے میں وصول ہوئے۔ یہ قرضے چھوٹی پونجی کے کاروباری آدمیوں کو
دیئے جاتے ہیں۔

امداد باہمی کی انجمنوں میں لاہور ریحان ٹرانسپورٹ سوسائٹی بھی قابل ذکر ہے۔ اس کا کل سرمایہ تین لاکھ
اٹھاون ہزار سات سو اٹھائیس روپے ہے۔ لاہور سے ریحان تک اسے مدتوں اجارہ حاصل رہا۔ کہ کوئی
اور سروس اس مسافت میں سواری اُتار چڑھا نہیں سکتی تھی۔ بڑھتی ہوئی آبادی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے پیش نظر یہ اجارہ
ختم کر دیا گیا ہے۔ اب سوسائٹی لاہور سے ریحان اور لاہور سے لائل پور دو راستوں پر اپنی بسیں چلاتی ہے اور پابندیٔ
وقت اور تاجرانہ رکھ رکھاؤ کی وجہ سے بے حد کامیاب ہے۔

اس سب ڈویژن میں یونین کونسل کی سطح پر ۲۳ سروس کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہیں جنہوں نے اب تک توقعات
کے مطابق لائحہ عمل تو شروع نہیں کیا۔ البتہ ان کی معرفت اٹھارہ ہزار چار سو تیس بوری مصنوعی کھاد سب ڈویژن
میں تقسیم کی گئی۔ لیکن کھاد کی تقسیم اور قیمت کا قصہ بہت دلچسپ اور ناگفتنی ہے اور اس کی وجہ خود تحریک کے
ماتحت اہلکاروں اور عوام میں صحیح جذبۂ امداد باہمی کی کمی ہے۔ سب ڈویژن میں امداد باہمی کی تحریک کے پھلنے پھولنے
کے امکان بہت زیادہ ہیں۔ لارج سکیل سوسائٹیز کا تجربہ حال ہی میں شروع کیا گیا ہے۔ زرعی ضرورتوں کے



ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ مہر محمد شیر لالی (بائیں) بنیادی جمہوریتوں
کے کارکنوں کو انعام دے رہے ہیں۔

پیشِ نظر توقع ہے کہ یہ تجربہ کامیاب رہے گا۔

اس وقت سب ڈویژن میں اس تحریک کے نگران محمد اسلام قریشی بی۔ اے۔ ڈبلیو۔ بی۔ سی۔ ایس اسسٹنٹ رجسٹرار امداد باہمی ہیں۔ ان کے ماتحت سب ڈویژن میں تین انسپکٹر اور متعدد سب انسپکٹر کام کر رہے ہیں۔ تحریک کے دو مرکز ہیں۔ ایک شرقپور میں اور دوسرا شاہدرہ میں۔ قریشی صاحب ۱۹۴۴ء میں گریجویٹ ہوئے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۶ء تک خوراک کے محکمے سے وابستہ رہے۔ ۱۹۴۹ء میں بطور انسپکٹر محکمہ امداد باہمی سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں ترقی پا کر اسسٹنٹ رجسٹرار مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ سیالکوٹ اور لائل پور میں گزار کر اسی سال شیخوپورہ میں اے۔ آر مقرر ہوئے۔ ان کی ذات سے امداد باہمی کی تحریک میں توسیع کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔





صنعتیں

سب ڈویژن کے معاشی وسائل میں زراعت کے بعد دوسرا نمبر صنعتوں کا ہے۔ کچھ تو گھریلو صنعتیں ہیں جن کا زیادہ تعلق زرعی کاروبار سے ہے۔ مثلاً زرعی اوزار بنانے کے سلسلے میں لکڑی اور لوہے کی صنعتیں، کپاس اوٹنے کی چرخیاں، سوت کاتنے کے چرخے اور کپڑا بننے کے کرگھے۔ لیکن کچھ صنعتیں قدیم بھی ہیں، اور زرعی صنعتوں کے ساتھ ساتھ جاری ہیں۔ مثلاً بان بٹنے کی صنعت، صف بنانے کی صنعت، یہ دونوں صنعتیں سرکنڈے اور ڈب سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو راوی کی بیٹ میں خودرو ہے۔ تانبے و پیتل کے برتن بنانے کی صنعت بھی کہیں کہیں ہے۔ لیکن قلعی گر زیادہ ہیں۔ چمڑا رنگنے کے چھوٹے چھوٹے اڈے بھی ہیں۔ لیکن دیسی جوتوں کی صنعت خصوصاً کامدار جوتیاں بہت نفیس بنتی ہیں۔ حقہ (چموڑا) اور نیچہ بنانے کی صنعت بھی عام ہے۔ لیکن اب سگرٹ کے رواج کی وجہ سے کچھ رو بہ زوال ہے۔ گوشکر بنانے کی صنعت بھی عام ہے۔ دیسی مٹھائیاں بھی سب ڈویژن میں ہر جگہ بنتی ہیں۔ اور روغنیات کی حد درجے کمی کے اس زمانہ میں شرقپور کے بعض حلوائی اپنی اس روایت کو برقرار رکھے ہوئے ہیں کہ ان کی مٹھائی خالص ہوتی ہے۔ دیہاتی گھرانوں میں تیلیوں سے بوہٹے (چھوٹی ٹوکریاں) اور چنگیر (چھابے) بنانے کی صنعت بھی عام ہے۔ ان میں گلکاریاں بھی ہوتی ہیں۔ ردی کاغذوں کی بگدی (ریلپ) سے ٹوکریاں بھی بنائی جاتی ہیں۔ سرکہ بھی کہیں کہیں بنتا ہے۔ دودھ سے گھی بنا کر بیچنے کا رواج بھی ہے۔ لیکن ان صنعتوں کا تجارتی پیمانہ بڑا نہیں ہے۔ یہ باہم لین دین یا گزر بسر کی حد تک رہ جاتی ہیں۔ جدید بھاری صنعتوں کے اعتبار سے بھی سب ڈویژن ترقی کے میدان میں اتنا آگے ہے کہ اکیلا کوئی سب ڈویژن صوبے بھر میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مریدکے کا صنعتی علاقہ جو آٹھ نو میل میں پھیلا ہوا ہے۔ اور کالا شاہ کاکو تک ہے۔ اس بارے میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس علاقے میں صوبے کا سب سے بڑا کیمیکلز کا کارخانہ ہے۔ جو مجموعی طور پر پندرہ کروڑ روپے کے ایک صنعتی منصوبے کا حصہ ہے۔ دوسرے حصوں میں رے آن اور دوسرے کارخانے ہیں۔ جن میں (COTTON SEED) کوہ نور آئل مل اہم ہے۔ اس بڑے صنعتی منصوبے کے علاوہ جو کوہ نور انڈسٹریز لمیٹڈ کے اہتمام سے زیر تکمیل ہے۔ دوسرے کارخانے بھی ہیں۔ جن میں کپڑا بننے، چمڑا رنگنے اور دوسری صنعتوں کے کارخانے شامل ہیں۔

۱۔ یونائیٹڈ کیمیکلز

یہ ادارہ اسی بڑے صنعتی منصوبے کے تحت کالا شاہ کاکو کے قریب قائم کیا گیا ہے۔ مسٹر خالد سہگل اس کے نگران کار

لہ۔ شرقپور کے حلوائی اس بارے میں مشہور ہیں۔ لیکن ان کی کوئی تنظیم نہیں ہے

ہیں۔ اس کارخانہ کی تعمیر اور بست و کشاد میں نہایت اعلیٰ معیار پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ۱۹۶۲ء میں ایک وسیع رقبے پر اس کی تعمیر کنفورس لمیٹڈ لاہور کے اہتمام سے شروع ہوئی، اور اسی سال کے اخیر میں پاکستانی ماہروں کی مدد سے ایک اطالوی انجینئرنگ فرم اور نز سوڈی نورا نے اس میں مشینری نصب کی اور ساٹھ لاکھ روپے کے مصرف سے اس کی مخصوص اور ماہرانہ تعمیر مکمل ہوئی تو ۱۹۶۴ء میں کارخانے نے کام شروع کر دیا۔ اس کے تعمیری عجائبات میں سب سے نمایاں نوے ہزار گیلن پانی کا ایک ٹینک ہے جو سطح زمین سے ۱۳۲ فٹ بلند ہے۔ کالا شاہ کاکو ریلوے سٹیشن سے ایک سائیڈنگ ریلوے لائن کارخانے تک تعمیر کی گئی ہے۔ مشینوں کی دیکھ بھال اور مرمت کے لیے اس کی اپنی ورکشاپ قائم کی گئی ہے۔ کیمیاوی مصنوعات اور مرکبات کے تجزیہ اور تحلیل کے لیے اس کا اپنا معمل (LABORATERY) ہے۔ کارکنوں کے لیے ایک کینٹین ہے اور قیمت خرید پر ہی ان کو اشیائے ضرورت مہیا کی جاتی ہیں — کوئی نفع نہیں لیا جاتا۔ اس کارخانے میں سات سو کے قریب آدمی کرتے ہیں جن میں تین سو کارکن ماہرانہ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور ان میں کوئی غیر ملکی ماہر نہیں ہے۔ کارکنوں اور ان کے متعلقین کو طبی امداد مفت مہیا کی جاتی ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ اور بونس کا بندوبست ہے۔ اور ایک فلاحی فنڈ بھی کارکنوں کی بہبودی کے سلسلے میں قائم کیا ہے جس میں کارکنوں کی تنخواہ سے معمولی شرح پر ایک رقم جمع کی جاتی ہے۔ سو روپیہ تک کے تنخواہ داروں سے پچاس پیسے ماہوار۔ سو سے چار سو تک پانے والوں سے ایک روپیہ ماہوار۔ آٹھ سو تک پانے والوں سے دو روپیہ ماہوار۔ پندرہ سو تک ماہانہ پانیوالوں سے تین روپیہ ماہوار، اور ڈیڑھ ہزار سے اوپر تنخواہ پانے والوں سے پانچ روپے ماہوار لے کر اس فنڈ میں جمع کیے جاتے ہیں۔ اور اس میں جمع شدہ رقم ملازموں کی امداد اور بھلائی پر خرچ ہوتی ہے۔ کسی ملازم کے ہاں بچہ پیدا ہونے پر بیس سے پچاس روپے تک دیئے جاتے ہیں۔ شادی کے موقع پر ایک مخصوص رقم اس فنڈ سے بطور پیشگی لی جا سکتی ہے۔ کسی ملازم یا اس کی بیوی کو تپ دق ہونے کی صورت میں مدد دی جاتی ہے۔ اگر کسی ملازم کی مدت ملازمت ختم ہو جائے اور وہ فیکٹری سے طبی امداد حاصل نہ کر سکے تو اسے بھی طبی اخراجات کے لیے مناسب رقم دی جاتی ہے۔ اگر کوئی ملازم ایسے حادثے سے دوچار ہو جائے جس کا معاوضہ اسے کارکنوں کے قانون معاوضہ یا انشورنس پالیسی کے تحت نہ مل سکتا ہو تو مینجنگ کمیٹی حالات کے مطابق سال یا دو سال کی مدت کے لیے ایک مناسب ماہانہ رقم اسے الاؤنس کے طور پر دیتی ہے۔ اور ایسے ہی کسی حادثہ میں اگر کارکن کی موت واقع ہو جائے، تو دو سو تک تنخواہ پانے والے کی بیوہ اور بچوں کو

تین سو روپیہ ۔ دو سو سے چھ سو ماہوار پانے والے کی بیوہ اور بچوں کو پانسو روپیہ اور چھ سو سے اوپر پانے والوں کے بیوہ اور بچوں کو ہزار روپیہ تک اس فنڈ سے ملنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ فلاحی فنڈ کی رقوم یونائٹڈ بنک کالا شاہ کاکو میں جمع ہوتی ہیں اور وہیں سے برآمد کی جاتی ہیں۔ یونائیٹڈ کیمیکلز کے مینجر ایک سابق فوجی افسر میجر اسد الدین احمد ہیں

اس کارخانے کا کل سرمایہ ساڑھے تین کروڑ روپیہ ہے اور اس اعتبار سے یہ کارخانہ اس سب ڈویژن کا سب سے بڑا اور پاکستان میں واحد کارخانہ ہے جس میں ہر روز

سوڈا کاسٹک	ساٹھ من [۶۰]
ہائیڈروکلورک ایسڈ	اسّی سے سّو ٹن [۸۰]
تیزاب گندھک	دس ٹن
اُجالی (بلیچنگ پوڈر)	دس ٹن
کلورین (سیال)	چوّن ٹن [۵۴]
کیلسیم ہیپو کلورائٹ	پچاس ٹن

پیدا کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس کارخانے کے لیے طاقت (بجلی) واپڈا سے، معدنی مطلوبات کھیوڑہ سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ گندھک اور بیریم کلورائڈ درآمدی ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں

۲۔ تیل کا کارخانہ

کوہ نور انڈسٹریز لمیٹڈ کے بڑے منصوبے کا یہ دوسرا کارخانہ ہے۔ اس کے گورننگ ڈائرکٹر میاں سعید[لہ] سہگل (ہلال قائداعظم) ہیں اور مینجنگ ڈائرکٹر فاروق سہگل صاحب ہیں اور اس کے ڈائرکٹروں میں مسٹر ابراہیم رحمۃ اللہ اور میاں عبدالصمد بھی شامل ہیں۔ اور اس کے عملہ انتظام میں مینجنگ ڈائرکٹر اور جنرل مینجر کے علاوہ ایڈمنسٹریٹو مینجر، مارکیٹنگ مینجر، سپرنٹنڈنٹ ڈی لنٹنگ پلانٹ اور کیمیکل انجینیئر شامل ہیں۔ اس کارخانہ کی مصنوعات اور پیداوار میں بناسپتی گھی روغنی کیک، بنولے کا تیل، لنٹ، کپڑے دھونے کا صابن اور بنولے کی کھل شامل ہیں۔ اس کارخانے میں ہر روز تین سو من کے قریب بناسپتی گھی بنانے کی صلاحیت ہے۔ لیکن یہ صلاحیت بیس ٹن روزانہ بڑھائی جا رہی ہے۔ کیونکہ مشینی کولھو جن کی تعداد

لہ۔ کتاب طباعت کے مراحل میں تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے آخری وقت میں ایک یادگار فقرہ کہا کہ دولت کی کثرت سے نیک نامی کی شہرت، کہیں بہتر ہے۔ یہ الفاظ

اس کارخانے میں نصب ہوگی۔ اب تک صرف چھ ہی چالو ہو سکے ہیں، اور جب تمام کولھو چلنے لگیں گے تو ستر من بنولہ فی کولھو پیلا جا سکے گا۔

چونکہ یہ کارخانہ ابھی تعمیری مراحل میں ہے۔ اس لیے اس کے متعلق باقی تفصیلات ابھی قبل از وقت ہیں۔

۳۔ فردوس ٹینری اور ملحقہ صنعتیں

سب ڈویژن کے صنعتی علاقے میں مریدکے سے کچھ ادھر چمڑہ رنگنے کا یہ کارخانہ اٹھارہ ایکڑ رقبے پر قائم ہے۔ اس پر کل لاگت سات لاکھ تین ہزار آٹھ سو بیالیس روپیہ آئی ہے۔ اس کارخانے کے ٹیکنیکل سٹاف میں چوّن ماہر کام کرتے ہیں جن میں اکثر و بیشتر پاکستانی ہیں اور کارخانہ کی مشینوں میں امریکن، اطالوی اور جرمن مشینوں کے علاوہ پاکستان کی بنی ہوئی مشینری بھی نصب ہے۔ اس کے مکینیکل انجینیئرنگ بھی پاکستانی ہیں۔ کارخانہ میں ساڑھے چار سو کے قریب آدمی کام کرتے ہیں اور تلے کا چمڑہ، کاف، کروم، اوبچی، پٹیل، ملیشیہ اور نرم کا چمڑہ تیار ہوتا ہے۔ کارخانہ کے ملازموں کو تنخواہ کے علاوہ دس فی صد سالانہ بونس دیا جاتا ہے۔ گندم بطور راشن دی جاتی ہے۔ رہنے سہنے کے لیے مفت کوارٹر دیئے جاتے ہیں۔ روزانہ دور سے آنے والے مزدوروں کو پچیس پیسے یومیہ آمد و رفت کا الاؤنس ملتا ہے۔ طبی امداد مفت ہے۔ سال بھر بارہ تہواری چھٹیوں کے علاوہ دس اتفاقیہ، دس بیماری اور دس عام چھٹیاں دی جاتی ہیں۔ اس کارخانہ میں سالانہ کس قدر چمڑہ تیار ہوتا ہے۔ یہ اعداد و شمار فراہم نہیں ہوئے۔ فردوس ٹینریز جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ ان کے صنعتی اور تجارتی عزائم بہت بلند اور وسیع ہیں۔ اور ان کی زیر نگرانی اس صنعتی علاقے میں کئی صنعتیں قائم ہیں جن میں فردوس ٹینری کے بعد ویسٹ پاکستان ٹینریز ہے۔ نو ایکڑ کے رقبہ پر یہ کارخانہ سولہ لاکھ کے صرفہ سے تیار ہوا ہے اور پرائیویٹ لمیٹڈ کے ماتحت رجسٹرڈ ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو آدمی کام کرتے ہیں۔ اس کارخانے کا زیادہ تر چمڑہ برآمد ہوتا ہے۔ دوسرا کارخانہ نفکو لمیٹیڈ ہے جس کا سرمایہ چار اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ بارہ ایکڑ رقبے کو محیط ہے۔ اس کے بعد فردوس شوز فیکٹری ہے۔ جو چار لاکھ کی لاگت سے دو ایکڑ رقبہ پر تعمیر ہوئی ہے۔ اس میں سر دست ساٹھ آدمی کام کرتے ہیں۔ اس میں بوٹ چپل وغیرہ تیار ہوتے ہیں۔ فردوس رے آن کے نام سے چھ لاکھ کی لاگت سے ریشمی کپڑا تیار کرنے کا کارخانہ قائم کیا گیا ہے جس میں سوا سو کے قریب آدمی کام کرتے ہیں۔

نیشنل ٹینریز

صنعتی علاقہ کی غالباً آخری حد پر یہ کارخانہ اپنی نوعیت کے کارخانوں میں سب سے پرانا اور سب سے زیادہ پراسرار ہے۔ اس کے نگران بےحد حساس اور کسی حد تک مردم بیزار ہیں۔ حکومت کی صنعتی پالیسی پر شدید تنقید آپ ان کی زبانی سن سکتے ہیں لیکن کارخانہ کے بارے میں کوئی بات اس کے سوا آپ کے پلے نہیں پڑے گی کہ بہت نقصان ہو رہا ہے۔ انتظامی امور بھی قابل اطمینان نہیں ہیں۔ پچھلے دنوں کارخانہ میں ایک گراں قدر رقم کے غبن کا غلغلہ اٹھا تھا۔ تاہم کارخانہ کی عمارت، چمڑے کی شامہ آزما بدبو، اور ڈھیر اور دوسرے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ کارخانہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے قابل ذکر ضرور ہے اور خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست کی سطح سے اوپر ہے۔ اس پر پندرہ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے پندرہ ایکڑ رقبہ ہے۔ پونے دو سو آدمی کام کرتے ہیں۔

۵۔ منوں ٹیکسٹائل ملز اور توسیعی منصوبہ

یہ منصوبہ صنعتی علاقے کا اہم منصوبہ ہے۔ اور محض دو بھائیوں کی صنعت کارانہ جرأت کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس منصوبہ پر کل لاگت کا اندازہ دو کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ جس میں ایک کروڑ سے زائد رقم سے منوں ٹیکسٹائل ملز قائم ہو چکا ہے۔ اس میں سوت کاتا جاتا ہے اور سوا بارہ ہزار تکلے کام کر رہے ہیں۔ اس کا تیار کردہ سوت اپنی صفائی، نزاکت اور معیار کے اعتبار سے بہت عمدہ ساکھ بنا چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی لاہور ٹیکسٹائل ملز کا توسیعی منصوبہ بھی تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے اس پر لاگت کا تخمینہ ایک کروڑ روپیہ ہے۔ اس میں سردست کتائی کا کام ہو رہا ہے۔ لیکن اس کو وسعت دے کر سولہ ہزار تکلوں تک پہنچایا جا رہا ہے اور ساتھ ہی اس میں پانسو مشینی کرگھے کپڑا بننے کے لیے بھی لگائے جائیں گے۔ منوں ٹیکسٹائل ملز کی تمام مشینری جاپان سے درآمد کی گئی ہے، اور کتائی کا عمل بہت ہی دلچسپ ہے۔ منوں ٹیکسٹائل ملز میں چھ سو سے اوپر لوگ کام کرتے ہیں جن میں ساڑھے پانسو سے زیادہ نفری ایسی ہے، جسے سوت کی صفائی اور کتائی کے کام میں مہارت ہے۔ پچاس سے اوپر مزدور ایسے بھی ہیں جو غیر ماہر ہیں۔ لاہور ٹیکسٹائل ملز میں ہزار سے اوپر آدمیوں کی کھپت ہوگی۔ اس منصوبے کے نگران جناب تنویر احمد صاحب نہایت خوش مزاج اور خوش باش نوجوان ہیں۔ اس منصوبہ کی عمارتیں

تیس ایکڑ رقبے پر ہیں۔ ان میں ٹیکسٹائل ملوں کے علاوہ اس میں منوں پلاسٹک انڈسٹریز بھی شامل ہے جس پر لاگت کا تخمینہ چھ لاکھ روپے سے اوپر ہے۔ اس میں پلاسٹک کی تار، ٹیوب اور ٹوکریاں وغیرہ بنتی ہیں۔ اس میں سردست چالیس آدمی کام کرتے ہیں۔ جن میں بیس ہنر آشنا اور بیس محض مزدور ہیں۔ ان کارخانوں کا مستقبل بہت شاندار ہے۔ کیونکہ ان کی پیداوار ابھی ملکی مانگ سے کم ہے۔ اور زیادہ بھی ہو تو برآمد کے امکانات روشن ہیں۔

۶۔ افسر ٹیکسٹائل ملز

لاہور کے مشہور خاندان قزلباش نے زرعی اصلاحات اور اوقاف ایکٹ کے نفاذ کے بعد اپنی توجہ صنعت کی طرف مبذول کی ہے۔ اور ایک کروڑ کے سرمائے سے جس میں ستر لاکھ سرمایہ جاری شدہ ہے اور پونے چالیس لاکھ سے کچھ اوپر ادا شدہ ہے۔ سترسٹھ ایکڑ رقبے پر یہ کارخانہ قائم کیا ہے۔ جس میں سوت کی کتائی کے لیے نہایت عمدہ مشینیں لگائی گئی ہیں۔ اور یہ انتظام بھی کیا گیا ہے کہ روئی کی صفائی اور کتائی کے وقت جو گرد و غبار اور ٹوٹا پھوٹا ریشہ اڑتا ہے اور چھٹتا ہے وہ خود بخود صاف ہوتا رہے اور کارکنوں کا حلق اور پھیپھڑا اس سے محفوظ رہے۔ اس کارخانہ کے لیے مشینری جاپان جرمنی اور امریکہ سے درآمد کی گئی ہے۔ اور جاپان کی انجینئرنگ فرم ٹیوڈا انشوٹو سے مشینری نصب کرائی گئی ہے۔

اس کارخانہ میں ماہرانہ صلاحیتوں کے مالک سب کے سب پاکستانی ہیں۔ اس کارخانے میں نو سو آدمیوں کے لیے کام کرنے کی گنجائش ہے اور ان سب کے لیے طبی امداد کا، مناسب قیمت پر اشیائے صرف کی فراہمی (کینٹین) کا، فلاحی فنڈ کا، بود و باش کے لیے کوارٹرز کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کارخانہ میں کام عنقریب شروع ہونے والا ہے۔ مشینوں کی مرمت کے لیے کارخانہ میں ایک ورکشاپ بھی قائم کی جا رہی ہے۔ یہ کارخانہ ہر روز ۲۵ ہزار پونڈ عمدہ سوت تیار کر سکے گا۔ اس کارخانہ کے صنعتی امور کے نگران چودھری عبدالغفور ہیں۔ جو غیر ممالک میں تربیت حاصل کر کے آئے ہیں اور دفتری امور محمد رفیع احمد صاحب کھوکھر کے سپرد ہیں۔ اس کا بورڈ آف ڈائرکٹرز یہ ہے:-

چیئرمین : نواب مظفر علی خاں قزلباش
ڈائرکٹر : ایم۔ رفیق سہگل
" : اے۔ بی حبیب اللہ



صدر ناصر کے ذاتی نمائندہ عزیز خاص وضع سیجروال میں



میزبان ——— اور ——— مہمان

ڈائرکٹر : میاں محمد سرور لبودلہ

" : میجر ذوالفقار علی قزلباش

" : عبدالغنی حاجی حبیب

" : احمد حاجی حبیب

اس کی مینجنگ ایجنسی عذرا اینڈ کمپنی لمیٹڈ کے پاس ہے۔ صدر دفتر ۲۰ ر امپریس روڈ لاہور پر ہے۔

ان اہم اور قابل ذکر صنعتوں کے علاوہ سب ڈویژن کے صنعتی علاقے ہیں اور صنعتوں کی داغ بیل بھی ڈالی جا رہی ہے۔ میانوالی کے کچھ صنعت کار ایک بڑا کارخانہ قائم کرنے والے ہیں۔ اور کچھ کارخانے اور صنعتیں چھوٹے پیمانہ کی ہیں۔ جن کا ذکر بخوف طوالت نہیں کیا جا رہا۔ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشن تک یہ ذکر سب ڈویژن کی صنعتی بستی اور صنعتی علاقے کے ماتحت زیادہ تفصیل اور شرح و بسط سے آسکے گا۔ کیونکہ اس وقت تک انشاء اللہ وہ بھاری صنعتیں جو آج شروع کی جا رہی بار آور ہو چکی ہوں گی۔ اور زندگی کی ہنگامہ آرائی اس علاقے میں اوج و عروج پر ہو گی۔

نئی بستیاں

ع - کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

سب ڈویژن فیروز والا اپنے مغربی پاکستان بلکہ پورے پاکستان میں اس حیثیت میں منفرد ہے کہ اس کی حدود میں درجنوں نئی بستیاں بس رہی ہیں۔ کالا شاہ کاکو سے لے کر مریدکے تک سارا علاقہ صنعتی ہو گیا ہے۔ یہ فخر بھی اب تک کسی اور سب ڈویژن کے حصے میں نہیں آیا کہ پندرہ کروڑ روپے کا محض ایک صنعتی پراجیکٹ قائم ہوا ہو۔ دوسرے پراجیکٹ اس پر مستزاد۔ تعجب نہ ہوگا، اگر اس آٹھ نو میل لمبے علاقے میں ایک ایسا صنعتی شہر آباد ہو جائے جو ترقی یافتہ ملکوں کے صنعتی شہروں سے آنکھ ملا سکے۔ اُردو زبان کا ایک مصرع اب ضرب المثل کی حد کو پہنچ چکا ہے کہ ع

بستی بسانا کھیل نہیں ہے، بستے بستے بستی ہے

لیکن کوٹ عبدالمالک، فالو گنج اور فاروق نگر کی نئی بستیوں نے عملاً اس مصرعہ کا جو مضحکہ اُڑایا ہے وہ بستی بسانے والوں کی دانائی، اہمیت اور شوق کی منہ بولتی دلیل ہے۔

۱- کوٹ عبدالمالک

یہ نئی بستی جو اب تک تمام نئی آبادیوں میں نمایاں اور پہلے نمبر پر ہے، اس زمین پر آباد ہوئی ہے جو کسی زمانے میں شیخ عبدالمالک صاحب نے اس خیال سے خریدی تھی کہ جب شہر کی ہاؤ ہو اور تجارت کے دماغ سوز تسلسل سے کچھ فرصت مل سکے تو شہر سے باہر کھلی فضا میں ع

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

کا لطف اُٹھایا جائے۔ آس پاس کا علاقہ کم آباد اور بہت پُرسکون تھا۔ اس زمین میں انہوں نے لاہور کارپوریشن کی حد سے کچھ دُور شیخوپورہ روڈ سے ذرا ہٹ کر بائیں ہاتھ ایک بارہ دری بنوائی۔ اس کی نشست کے سامنے ایک حوض بنوایا۔ چوکھنڈی کے ساتھ ساتھ چاروں طرف ایک نہر کھدوائی جس میں چاندنی راتوں کو کشتی کی سیر کا لطف اُٹھایا جاتا۔ اور دن میں

نئی بستیاں بسانے والے









تفریح گاہ کے سوا کچھ نہ تھا۔
مچھلی کا شکار ہوتا۔ آزادی سے پہلے یوں سمجھ لیجئے کہ یہ مقام ایک کامیاب کاروباری آدمی کی
آزادی کے بعد آبادی کی بڑھتی ہوئی ضروریات اور مکانوں کی قلت نے شیخ صاحب کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ تفریح
سے تعمیر بہتر ہے۔ خواہش کو بہرحال ضرورت پر قربان کرنا چاہیئے۔ اور اس عالم میں کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں پاکستانی
بے گھر ہیں۔ اہلِ ہنر بے قدری کا شکار ہیں۔ کوئی اقدام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے کچھ ملحقہ زمینیں حاصل کیں اور نئی بستی
کی سکیم بنائی۔

ابتدائی سکیم تینتالیس ایکڑ رقبے پر مشتمل تھی، جس میں پانچ پانچ مرلے کے چالیس پلاٹ مفت غربا و مستحق
لوگوں کو دیئے گیے۔ پانچ سو چوراسی پلاٹ مراد آباد کی صنعت ظروف سازی کے لیے علیحدہ رکھے گئے جن میں کاریگر اور
اہلِ ہنر اپنے مکان بھی بنا سکیں اور دکانیں بھی سجا سکیں۔ سوا ایکڑ پر مشتمل پلاٹ معمولی قیمت پر لوگوں کو دیئے گئے۔
اس نئی بستی کا سنگِ بنیاد ۱۹۶۲ء میں لاہور ڈویژن کے کمشنر جناب سید حماد رضا صاحب نے ضلع شیخوپورہ
کے سول حکام اور آباد کاروں کی موجودگی میں رکھا۔ انہوں نے بلاقیمت غربا کو پلاٹ دینے والی بات کو بہت سراہا۔ اور
اپنے ہاتھ سے وہ تمام دستاویزیں تقسیم کیں، جن میں غربا کو اس زمین کا حقِ ملکیت دیا گیا تھا۔ اس مختصر سے عرصے
میں اس بستی نے حیرتناک طور پر ترقی کی ہے۔ منڈی بن چکی ہے۔ کارخانے بن چکے ہیں۔ بجلی پہنچ گئی ہے۔ ٹیلیفون
لائن پہنچ گئی ہے۔ سکول قائم ہو گئے ہیں۔ مچھلی فارم جو پہلے سرکاری درس گاہ کے کام آتا تھا۔ اب آبادی کی بڑھتی
ہوئی ضرورت کے پیشِ نظر منتقل کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی مشرقی سمت میں خود شیخ عبدالمالک صاحب نے اپنا
محل نما مکان بنایا ہے۔ بارہ دری کے اردگرد اب پائیں باغ لگ گیا ہے۔ اور مرکزی عمارت کے اردگرد سینکڑوں
مکان آباد ہو گئے ہیں۔ اگر درمیان میں تعمیری مسالہ خصوصاً سیمنٹ کی قلّت نہ ہو جاتی تو کوٹ عبدالمالک کی بستی اب
تک اچھا بڑا قصبہ بن جاتی۔ لیکن ابتدائی سکیم اس قلت کے باوجود ناکافی ثابت ہوتی جاتی تھی۔ لہٰذا اور زمین حاصل کی
گئی اور سکیم نمبر ۲ کے نام سے رقبہ آبادی میں اضافہ کیا گیا۔ یہ بھی ناکافی ثابت ہوئی تو مزید زمین خرید کر سکیم نمبر ۳
نافذ کی گئی۔ اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ نمبر ۴ اور نمبر ۵ سکیم پر کام ہو رہا ہے۔

۲۔ مالو نگر

کوٹ عبدالمالک کا تجربہ کامیاب رہا تو شیخ صاحب نے شاہدرہ سے متصل ریلوے سٹیشن کوٹ مول چند کے

نواح میں اڑھائی ہزار کنال اراضی پر ایک اور بستی بسانے کی سکیم بنائی۔ مالو نگر میں بھی خدمتِ خلق اور رفاہ عام کا
جذبہ کام کر رہا ہے۔ جس نے کوٹ عبدالمالک کو ایک شمع کی اور بسنے والوں کو پروانوں کی حیثیت دے رکھی تھی۔
بلاقیمت یہاں بھی، غربا اور مستحق افراد میں ساڑھے پانسو پلاٹ تقسیم کیے گئے۔ سکول اور مسجد کے لیے نہ صرف زمین
وقف کی گئی بلکہ تعمیری مراحل بھی خدا کے فضل سے طے ہو گئے۔ ساڑھے پانسو پلاٹ جو مفت دیئے گئے ہیں ان میں
سے پچاس پلاٹ صرف عیسائی اقلیت کے لیے خاص کیے گئے ہیں۔ مالو نگر میں ڈاک خانہ بن گیا ہے۔ مسجد بن گئی
ہے۔ ایک نائٹ سکول تعلیم بالغاں کا چل رہا ہے۔ مکانوں کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ اس بستی میں گرجے کے لیے بھی
چار کنال زمین مفت دی گئی ہے۔ اور ڈسپنسری کا بندوبست بھی ہو رہا ہے۔

۳۔ فاروق نگر

شیخ محمد حیات مالک انارکلی میڈیکل سٹور اور شیخ محمد سالک دونوں بھائیوں نے مل کر ع

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

کے مصداق ایک نئی بستی بسانے کی سکیم بنائی اور ریلوے سٹیشن مین کالر سے ملحق مشرقی جانب ایک ہزار تین سو کنال زمین پر کام
شروع کر دیا۔ دفتر کی بلڈنگ اسی سرزمین پر بنا ڈالی۔ پلاٹ فروخت ہونے لگے اور یہ بات شاید مبالغہ معلوم ہو کہ ایک مہینے
کے اندر نہ صرف دو ہزار سے زائد پلاٹ فروخت ہو گئے بلکہ مکانوں کی تعمیر کا کام بھی شروع ہو گیا اور اب ساتھ ساتھ ہی ایک
دوسری سکیم فاروق نگر مارکیٹ کی عملی جامہ پہن رہی ہے۔ چونکہ فاروق نگر کی آبادی ستر اسی ہزار سے زیادہ ہو گی اس لیے وہاں بازار کی
ضرورت کو نظرانداز بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔ مارکیٹ کی سکیم بنائی گئی۔ اس میں ایک مرلہ سے اڑھائی مرلے تک کوئی تیرہ سو دکانوں
کی گنجائش رکھی گئی۔ لڑکیوں کے سکول، لڑکوں کے سکول، مسجد، ہسپتال اور پارکوں کے لیے ایک ایک ایکڑ جگہ وقف کر دی
گئی ہے۔ فاروق نگر میں چونکہ رقبہ یک جا نہیں تھا بلکہ منتشر ٹکڑے تھے اور بیچ میں بعض دوسرے اصحاب کی زمین بھی تھی۔ انہوں
نے بھی اپنی اپنی زمینوں کو بستی میں شامل کر دیا۔ اور اب کوئی دو ہزار کنال رقبے پر آبادی کی داغ بیل پڑ چکی ہے۔
ان تین بستیوں کے علاوہ جن میں شہریت، سماجی رجحانات، رفاہ عام اور خدمتِ خلق کے ہر شعبہ کا لحاظ رکھا گیا ہے
کچھ اور بستیوں کی سکیمیں بھی ہیں، جن میں سے رچنا ٹاؤن، امامیہ کالونی، عباس نگر، رانا ٹاؤن وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تفصیلات

میں عام دلچسپی کی کوئی چیز نہیں ہے، بجز اس کے زمین ٹھوک کے بھاؤ حاصل کی گئی ہے اور خوردہ کے حساب سے تجارتی بنیاد پر لوگوں کو دی جا رہی ہے۔ جن تین بستیوں کا ذکر اوپر آیا ہے ان کے بسانے والوں نے یہاں تک احتیاط برتی ہے کہ ایک ہائی لیول انجینیئر کو مستقلاً اس کام کے لیئے رکھا ہے۔ ان صاحب کا نام چوہدری کریم بخش صاحب سندھو ہے۔ بڑے دلچسپ بزرگ ہیں۔ شکل و صورت سے ملا جو اور لفظ ملا کی لفظی مشابہت کے مصداق ہیں۔ لیکن مہارت فن اور تجربے کے اعتبار سے بڑے بڑوں پر بھاری ہیں۔ ہنستے ہیں تو بے تحاشا اور بگڑتے ہیں تو بے محابا۔ دوستوں کے جگری دوست ہیں لیکن دشمنوں کے حق میں بھی رواداری کے قائل ہیں۔

تعلیمی اور تبلیغی ادارے

سب ڈویژن میں موجودہ نظام تعلیم کے ماتحت جس قدر تعلیمی ادارے (ہائی سکول، مڈل سکول اور پرائمری سکول) کام کر رہے ہیں، ان کا ذکر تو ٹاؤن کمیٹیوں اور یونین کونسلوں کے کوائف میں ملاحظہ فرمایئے۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ کچھ تعلیمی اور تبلیغی ادارے اور بھی ہیں، جو عوام کی ذہنیت اور کردار کو سنوارنے اور نکھارنے کا کام کر رہے ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں ادارہ تو درس گاہ حضرت میاں صاحب شرقپور ہے جس میں طالبعلموں کو عربی صرف و نحو، عربی زبان اور فقہ اسلامی کے حنفی مسلک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس درس گاہ میں جو لوگ تعلیم پاتے ہیں وہ فارغ ہونے پر لوگوں کی دین فقہی کے مسائل میں رہنمائی اور امامت کراتے ہیں۔ اس درس گاہ میں تعلیم پر اخراجات طالبعلموں کو برداشت نہیں کرنے پڑتے اور یہی درسگاہ کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

دوسرا ادارہ سب ڈویژن میں جیا موسیٰ کے مقام پر تجدید عہد کے نام سے قائم ہے اور اس کے قیام کا مقصد اس کے قیم جناب غلام نبی انصاری کے قول کے مطابق مسلمانوں کو تمسک بالقرآن کی تحریک اور اس مرکزی ضابطہ ہدایت کی طرف بلانا ہے۔ یہ ادارہ قرآنی معارف و علوم کی تعلیم اور تبلیغ کا علم بلند کیے ہوئے ہے۔ اگرچہ اس کے وسائل آمدنی بہت محدود ہیں لیکن اس کے باوجود قیم کی ہمت سے ادارے کا کام چل رہا ہے اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے جاتے ہیں۔

تیسرا تبلیغی اور دینی ادارہ کوٹ پنڈی داس میں وہاں کے اہل ہمت اور اہل خیر بزرگوں کی بدولت قائم ہے۔ اس درسگاہ میں دینی تعلیم کا بہت اچھا بندوبست ہے اور یہ ادارہ بغیر کسی بیرونی امداد کے چل رہا ہے۔ اس ادارہ پر کوٹ پنڈی داس کے اہل ہمت مسلمانوں نے تیس ہزار روپیہ خرچ کیا ہے اور زیر تعلیم طلبہ میں صرف مقامی طلبہ ہی نہیں، سرگودہا، پشاور اور حیدرآباد ڈویژن کے طلبہ بھی ہیں۔ یہ ادارہ ایک جماعت کی نگرانی میں بحسن و خوبی چل رہا ہے۔ یہ جماعت ان بزرگوں پر مشتمل ہے

۱۔ چودھری محمد شریف صاحب
۲۔ چودھری محمد ابراہیم صاحب
۳۔ چودھری علی حسن صاحب
۴۔ چودھری کوندل صاحب
۵۔ چودھری منور حسن خاں صاحب

چوتھا تبلیغی ادارہ مشن ہاؤس شرق پور ہے۔ جو ۱۹۰۶ء میں قائم ہوا۔ اس وقت سب ڈویژن کے ہزاروں عیسائی اس ادارہ سے وابستہ ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں پہلے امریکن مشنری ڈاکٹر اینڈ مسز ہارپر نے یہاں خیمہ لگایا۔ چار سال بعد ۱۹۱۰ء میں مشن ہاؤس کی موجودہ عمارت تعمیر ہوئی۔ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۴ء تک ریورینڈ گوپ مین اس مشن کے انچارج رہے۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۸ء تک ایچ۔ جے سٹرکلر متعین رہے۔ ۱۹۲۸ء میں مسٹر فاک تشریف لائے اور پادری جنگ بہادر ان کے ساتھ بطور پاسٹر کام کرنے لگے۔ ۱۹۴۲ء میں جنگ بہادر صاحب اسسٹنٹ مشنری مقرر ہوئے۔

اس مشن کے زیرِ اہتمام سب ڈویژن کے مقامات شرق پور، ڈھاکے، کوٹ پنڈی داس، مریدکے، چک نمبر ۴۲، مہیس بانکے وال اور ناظر لبانہ میں مناد اور عہدیدار مقرر ہیں۔ مشن ہاؤس کی عمارت دس کنال رقبے میں ہے اور اس کے ساتھ ساڑھے تین ایکڑ رقبہ اور وقف ہے۔

اس مشن نے اپنے دینی مشاغل کے علاوہ خدمتِ خلق کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔ سوشل سروس اور سیلاب کے وقت اس نے قابلِ قدر خدمات انجام دیں اور بلا معاوضہ و بلا امتیاز عقیدہ دوائیں، کپڑے اور خوراک تقسیم کی، بیماروں کی تیمارداری کی۔

ذرائع آمد و رفت اور باربرداری

سب ڈویژن فیروزوالہ میں ذرائع آمد و رفت اور ذرائع باربرداری کی وہ تمام جدید اور قدیم صورتیں مہیا اور موجود ہیں جو پورے ملک میں میسر آسکتی ہیں۔ پگڈنڈیاں، گڑوات، کچی سڑکیں، پکی سڑکیں، ریلوے لائن، ایئر لائن، پتن (گھاٹ) اور ان پر پیدل چلنے والے، چھکڑے لادنے والے، تانگے چلانے والے، ٹرک اور موٹر ڈرائیور، ملاح، ریلیں، ڈرائیور اور پائلٹ ہر قسم کا بوجھ اٹھاتے پھرتے ہیں۔ سواری میں کبھی کبھی گھوڑا، اونٹ اور گدھا بھی استعمال ہوتا ہے۔

دیہی تعمیری پروگرام کا سب سے اچھا اثر ذرائع آمد و رفت پر ہوا ہے۔ کوشش یہ ہو رہی ہے کہ ہر گاؤں دوسرے گاؤں سے بھی اور قریبی پکی سڑک سے بھی ایک ہموار اور کشادہ راستے کے ذریعے ملحق ہو جائے۔ اس راہ میں کچھ دقتیں اور الجھنیں بھی ہیں مثلاً اکثر بستیاں بہت قدیم ہیں اور ان میں کثرتِ آبادی کی وجہ سے نہ صرف مزروعہ رقبہ بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ گیا ہے بلکہ شاملات دیہہ کے رقبے اور راستے بھی لوگوں کے تصرف میں ہیں۔ بندوبست اراضی پر بہت مدت گزر چکی ہے اس لیے نشانات بھی مٹ چکے ہیں۔ بعض جگہ سیلابی اثرات نے اور بعض جگہ سیم تھور کی مار نے بھی راہوں اور شاہراہوں کو بے نشان کر دیا ہے۔ لیکن ان الجھنوں کے باوجود کچے راستے برابر تیار ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ ہر یونین کونسل کے حالات میں پڑھیں گے کہ ہر جگہ راستوں کی تعمیر جاری ہے اور بہت کام ہو چکا ہے اس سب ڈویژن میں نارنگ سے مریدکے تک پختہ سڑک کا منصوبہ زیرِ تکمیل ہے اور مریدکے سے شیخوپورہ تک پکی شاہراہ تعمیر ہونے والی ہے۔ تیسرے پنجسالہ منصوبے کے ختم ہوتے ہوتے تمام اہم مقامات پکی سڑکوں کے ذریعے ضلعی مقام سے ملحق ہو جائیں گے۔ شرق پور سے شیخوپورہ تک پکی سڑک بن جائیگی۔

ریل کی ایک لائن اس سب ڈویژن میں شاہدرہ سے نارنگ ہوتی ہوئی نارووال کو نکل جاتی ہے۔ اس طرح شمالی حصے میں ریلوے کے سفر کی آسانیاں موجود ہیں۔ اب شاہدرہ سے نارنگ تک پختہ سڑک بھی زیرِ تجویز ہے۔ دوسری لائن بلیسن کالری قلعہ ستار شاہ ہوتی ہوئی شیخوپورہ کی طرف جاتی ہے۔ اس ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ پختہ سڑک بنی ہے۔

پکی سڑکوں میں گرانڈ ٹرنک روڈ شاہدرہ سے مریدکے ہوتی ہوئی جاتی ہے۔ دوسری سڑک شاہدرہ سے بیگم کوٹ کے دوراہے کو چھوتی ہوئی کوٹ عبدالمالک کے پاس سے گزرتی ہے اور تیسری سڑک شاہدرہ بیگم کوٹ سے ہو کر شرق پور سے آگے

تک جاتی ہے۔ اس سڑک کے ساتھ ریلوے لائن نہیں ہے۔ البتہ مشرقی جانب سب ڈویژن کی آخری حد تک دریا
مقامات پر پتن موجود ہیں۔ جہاں سے لوگ کشتیوں کے ذریعے لاہور آتے جاتے ہیں۔ سب ڈویژن کی سب تحصیل شرقپور میں نو
یونین کونسلیں ہیں۔ ان میں سے اگرچہ بعض اپنی حدود کے اعتبار سے تو ترمیم کی متقاضی ہیں لیکن پانچ یونین کونسلوں یعنی ماڑی
ڈھاکے، سہجووال، کوٹ محمود اور قریشیاں والہ کے دفاتر لاہور جڑانوالہ روڈ پر واقع ہیں۔ ایک یونین کونسل ایسی ہے جس کا دفتر
سردست کچی سڑک سے ادھر ہے۔ شیخوپورہ شرقپور روڈ کی تعمیر کے بعد یہ بھی پکی سڑک کے قریب ہو جائے گا۔ شاہدرہ شیخوپورہ روڈ پر
یونین کونسل شرقپور خورد کا دفتر واقع ہے اور شیخوپورہ گوجرانوالہ روڈ سے ذرا ہٹ کر ٹبیاں کلاں کا دفتر ہے۔ جنڈیالہ کلساں، معہ سوہا
گھڑیاں کی یونین کونسلیں ابھی صرف ریلوے سے متمتع ہو سکتی ہیں۔ لانبڑے اب پختہ سڑک سے ملحق ہے۔

سب ڈویژن میں موٹر ٹرانسپورٹ کا کام بھی ذریعہ معاش کی حیثیت رکھتا ہے اور شرقپور کے اکثر و بیشتر صاحب استطاعت لوگ اس کاروبار میں مشغول ہیں۔ ریحان لاہور ٹرانسپورٹ جو چھوٹے روٹ پر لاہور سے ریحان تک اور بڑے روٹ پر لاہور سے لائل پور تک براستہ جڑانوالہ چلتی ہے۔ صوبے کی کامیاب سروسوں میں سے ایک سروس ہے اور اس کی کامیابی نے شرقپور کے لوگوں کو دوسری ٹرانسپورٹ سروسوں میں حصہ لینے کی ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ یوسف خان، جاوید اور نصرت ٹرانسپورٹ میں بھی اس کے حصے ہیں۔ منظہارٹ سے نارنگ، نارنگ سے براستہ مریدکے شیخوپورہ اور شیخوپورہ سے شرقپور تک پختہ سڑکوں کی تکمیل کے بعد جو چند دن کی بات ہے، سب ڈویژن میں موٹر ٹرانسپورٹ کا کام اور بھی بڑھے گا اور بہت ممکن ہے کہ شرقپور کے موٹر ٹرانسپورٹر کسی دن صوبے بھر کے کامیاب ترین ٹرانسپورٹر ثابت ہوں اور ان کا دائرہ کار سب ڈویژن اور ضلع کی حدود سے اس طرح باہر نکلے اور وسیع ہو جائے جس طرح اب نولکھا ٹرانسپورٹ کے ٹرک خیبر اور بولان کی وادیوں تک مار کرتے ہیں۔ نولکھا ٹرانسپورٹ بھی سب ڈویژن کے باشندوں کی موٹر ٹرانسپورٹ میں دلچسپی کی نمایاں دلیل ہے۔ یہ سروس بھی شرقپور والوں نے شروع کی تھی اور اب اس کا دائرہ کار تمام صوبے میں نیک نامی اور ساکھ کے ساتھ پھیلا ہوا ہے۔

بات نامکمل رہے گی اگر ان لائنوں کا ذکر نہ کیا جائے جن پر ہوائی جہاز چلتے ہیں اور جو اس سب ڈویژن کی فضا میں سے گزرتی ہیں اور ان کے طیارے دن بھر فضاؤں کو مسلسل شور و شغب سے معمور رکھتے ہیں اور کچی گلیوں میں کھیلتے ہوئے سب ڈویژن کے معصوم بچوں کی دلچسپی اور توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ پی۔ آئی۔ اے تو خیر اپنی مشہور ہوائی سروس ہے جس کے طیارے لاہور سے مغربی سمت کی پروازوں پر اس سب ڈویژن میں سے گزر جاتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ہالینڈ، انڈیا، برطانیہ، امریکہ اور دوسرے ملکوں کی


ملک محمد اکرم


محمد امین


چوہدری برکت علی


اوپر کی سطر:۔ ۶۵-۱۹۶۴ میں سب ڈویژن کی پہلی انعام پانے والی یونین کونسلوں کے چیئرمین
نیچے کی سطر:۔ دائیں سے بائیں ملک محمد افضل چوہدری رحیم بخش پیر احمد شاہ

ہوائی سرحدوں کے طیارے بھی گزرتے رہتے ہیں۔ سب ڈویژن کے جوانوں میں اب طیارہ بانی کا شوق بھی بڑھ رہا ہے۔ بہت بلندی پر جب ہمارے یا غیر ملکی طیارے اڑتے ہیں تو لوگ دھوئیں کی اس سفید لکیر سے سمجھ لیتے ہیں کہ کوئی جیٹ طیارہ محو پرواز ہے۔ لیکن یہ لکیر ان کا موضوع گفتگو بن جاتی ہے۔ جس کی اصل صرف اتنی ہے کہ جس طرح موٹر گاڑی یا ٹرک کے انجن سے فالتو دھواں سائلنسر کے ذریعے خارج ہوتا رہتا ہے اسی طرح ہوائی جہاز کا انجن بھی دھواں خارج کرتا ہے۔ کم بلندی پر یہ دھواں گرم فضا میں تحلیل ہو کر رہتا ہے۔ لیکن زیادہ بلندی پر یہ جم جاتا ہے اور ایک لکیر کی شکل اس لیے اختیار کر جاتا ہے کہ طیارہ مسلسل حرکت میں ہوتا ہے اور لکیر کے تسلسل اور پھیلاؤ سے منظر خوشنما اور موضوع بحث بنتا جاتا ہے۔

ایئر فورس میں بھی اس ڈویژن کے کئی چیلے طیارے اڑاتے ہیں۔ اسی سب ڈویژن کے باشندے فلائٹ لفٹیننٹ بھی ہیں اور ایئرمین بھی۔ فلائٹ لفٹیننٹ ناصر علی جو موضع سہجووال کے باشندے ہیں۔ اپنی قابلیت و اہمیت کا لوہا مرکزی ایئر فورس سے بھی منوا چکے ہیں۔ موضع مہتم کے ایک نوجوان ایئر فورس میں ایئرمین ہیں۔ چونکہ ایئر فورس کی ملازمت میں کچھ خاص ذہنی اور جسمانی اہلیتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے امیدواروں کو امتحان کے بعض شدید مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود نوجوان اس کوشش میں رہتے ہیں کہ انہیں اپنے ہوائی بیڑے میں خدمت یا کمیشن کا موقع میسر آ سکے اور وہ ستاروں پر کمند ڈال سکیں۔


ارشد علی قریشی


محمد ہاشم خان رازی


چوہدری ظفر اللہ خان

اجتماعی تقریبات

زرعی معیشت میں روزِ اول سے یہ صورت چلی آئی ہے کہ جو بوئے وہی کاٹے اور جہاں بوئے وہیں کاٹے۔ اس لیے اس معیشت میں بیسویں صدی کے شروع تک ہر زرعی ملک میں کاشتکار ایک بندھے ٹکے طریقِ کار کا پابند، ایک محنتی لیکن صابر اور تقدیر پرست انسان رہا ہے، جو کچھ بڑوں کو کرتے دیکھا بس وہی کچھ کیا بلکہ بعض ملکوں میں تو اس لکیر کی فقیری کو اس حد تک اختیار کیا گیا کہ باپ نے اجناس کاشت کیں تو بیٹے نے بھی وہی اجناس بوئیں۔ باپ نے سبزیاں اُگائیں تو بیٹے نے بھی، باپ نے پھولوں کی کاشت کی تو بیٹے نے بھی، اسی طرح مالی، پھیکیرے اور دوسرے کاشتکار طبقے مستقلاً برادریوں میں تقسیم ہوتے گئے اور زرعی معیشت باعتبار اجناس چھوٹے چھوٹے دائروں میں تقسیم ہوتی گئی۔

اس تقسیم کا نتیجہ بھی تھا اور زرعی طریقِ کاشت کا بھی کہ کاشتکار اپنے گھر میں تنہا باشی، اپنے دائرۂ عمل میں تنہا کاری اور کھیت کھلواڑے میں تنہا کوشی کا عادی ہوتا گیا، اور جُوں جُوں تنہا باشی، تنہا کاری اور تنہا کوشی کے تقاضے بڑھے۔ ملنے جلنے، اکٹھا بیٹھنے، اور مِل بولنے کی پیاس اور ضرورت بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ ہر گاؤں میں چوپال اسی پیاس کے بجھانے کے لیے قائم ہوئی۔ ڈیرے قائم ہوئے لیکن چوپال میں بزرگ داشت، روایتی رکھ رکھاؤ اور یکسانی بھی اُکتا دینے والی تھی۔ اس لیے موسمی تقریبات کا ڈول ڈالا گیا، جس میں زندگی محنت کے ردِ عمل کے طور پر تفریحی تقاضوں کو پورا کر سکے اور جو بچوں کے لیے مٹھائیاں کھلونے، جوانوں کے لیے کھیل کود، موسیقی اور کسی قدر جنسی میلانات کی شدت کو کم کرنے اور بڑھے بوڑھوں کے لیے تجربات کے تسلسل کا کام دے سکیں، قدیم زمانوں میں بسنت، بیساکھی اور بعض تیرتھوں کے اجتماع معرضِ وجود میں آئے۔ ان میں مختلف مقامات پر میلے لگتے تھے۔ صنعتوں کے مقابلے ہوتے تھے، بازار سجتے تھے، الغوزے اور بانسریاں بجتی تھیں۔ بولیاں، ڈھولے، ماہیے ایک ہنگامہ برپا رکھتے تھے۔ دوڑیں، کبڈیاں اور کشتیاں ہوتی تھیں۔ کواریاں اور سہاگنیں گوندنی بنی، سنگار میں ڈوبی چہلیں کرتی پھرتی تھیں۔

کھیڑا: ہر گاؤں کا ایک اجتماعی مرکز ہوتا تھا، جسے مقدس اور مشترک سمجھا جاتا تھا۔ اور جب کبھی دو دو طبقوں، دو برادریوں یا دو فریقوں میں ایسا جھگڑا ہوتا تھا جسے پنچ چوپال یا ڈیرے پہلے نہ کر سکتے تھے تو اجتماعی حیثیت سے گاؤں کھیڑے کے اردگرد جمع ہوتا اور فریقین کھیڑے پر چڑھ کر حلف اُٹھاتے۔ یہ رسم آج بھی ذرا تبدیلی کے ساتھ موجود ہے۔ اور کھیڑے پر چڑھنے کی جگہ "دربارے چڑھنا" یا "دربار دی کنڈی کھولنا" کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ مسلمانوں میں نہ ورن آشرم ہے نہ برادریوں اور طبقوں میں اتنا کھچاؤ ہے۔ اس لیے ہر گاؤں میں اب کھیڑے کی جگہ کوئی مزار یا دربار ایسے اجتماعات کا مرکز ہے۔ پہلے بیاہ شادی کے موقع پر دولہا، کھیڑے پر سلام کرنے اور دوسرا کھیڑا جیتنے کے لیے جاتا تھا۔ اب دولہا مزار یا دربار پر سلامی دے کر بیاہنے جاتا ہے۔

تیرتھ اور نہان کی جگہ عُرسوں اور میلوں کے اجتماعات ہوتے ہیں۔ سب ڈویژن میں بہت سے صاحبِ دل اور اولیاء اللہ کے مزارات ہیں جن پر عرس کی تقریبات اجتماعی حیثیت سے مذہبی رنگ میں بھی ادا ہوتی ہیں اور میل ملاپ سیر تفریح اور خرید فروخت کی وجہ سے میلے کا رنگ بھی عرسوں میں آجاتا ہے۔ یہ میلے سب تحصیل شرق پور میں نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں۔ ویسے سب ڈویژن کی ہر قابلِ ذکر بستی میں کوئی نہ کوئی دربار یا مزار ہے۔ جہاں سال میں ایک مرتبہ ڈھول ڈھمکا اور بھیڑ بھڑکا اس اجتماعی پیاس کی نشاندہی کرتا ہے جسے بجھانے کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں۔

بنیادی جمہوریتوں کے نظام نے اجتماعی تقریبات کو ایک نیا اور تعمیری رنگ دے دیا ہے۔ ہر گاؤں میں اب اصلاحی کمیٹی قائم ہے۔ اگرچہ اس کی حالت ابتدائی ہے تاہم لوگوں کو مل بیٹھنے کا موقع اصلاحی کمیٹی بہم پہنچاتی ہے اور میل جول کی پیاس بجھانے کے ساتھ مشترکہ چھوٹے موٹے رفاہی منصوبوں کا کام بھی اس کمیٹی کے ذریعے تشکیل پانے لگا۔ مہینے میں ایک مرتبہ لازمی طور پر اور ضرورت کے مطابق ایک آدھ مرتبہ ہنگامی طور پر یونین کونسل کا اجتماع ہوتا جو کم و بیش دس ہزار کی آبادی کی نمائندہ ہوتی ہے۔ اور اس آبادی کے مسائل پر نگاہ رکھتی ہے۔ دس بارہ گاؤں کی اجتماعی ضروریات اور انفرادی معاملات اس یونین کونسل میں طے ہوتے ہیں۔ اور یہ اجتماعی تقریبات کاروبار اور تفریح دونوں پہلوؤں سے اطمینان افزا ہوتی ہیں۔

سب ڈویژن میں تین ٹاؤن کمیٹیاں موجود ہیں اور گمان غالب ہے کہ تیسرے پنجسالہ منصوبے کی تکمیل تک کم از کم دو ٹاؤن کمیٹیاں کوٹ عبدالمالک اور فاروق نگر میں قائم ہو جائیں گی اور ایک ٹاؤن کمیٹی صنعتی علاقے میں قائم ہوگی۔ ان ٹاؤن کمیٹیوں میں اگرچہ اجتماعی مسائل مدتوں سے زیرِ بحث آ رہے ہیں، لیکن بنیادی جمہوریتوں کے نظام نے ان کو

زیادہ فعال، زیادہ مؤثر اور زیادہ آزاد اداروں کی صورت دے دی ہے۔

تحصیل کی سطح پر تحصیل کونسل قائم ہے، اور اس میں ہر ماہ سب ڈویژن کی اجتماعی ضرورتوں اور مشترکہ مسائل پر غور ہوتا ہے۔ تحصیل کونسل نے اجتماعی تقریبات کی ایک اور دلکش صورت پیدا کی ہے۔ وہ یہ کہ ہر ٹاؤن کمیٹی اب تحصیل کونسل کی زیر ہدایت اپنے اپنے ملحقہ علاقے کے لیے ایک زرعی میلہ منعقد کرنے لگی ہے جس میں دودھ دینے والے، کھیتی باڑی میں کام آنے والے اور ضمنی مشاغل و مصارف سے متعلقہ مواشی کی نمائش ہوتی ہے۔ مقابلے ہوتے ہیں اور درجہ بندی کے اعتبار سے انعامات تقسیم ہوتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ مقامی کھیل، دوڑ، کبڈی، کشتی اور رسہ کشی بھی ہوتی ہے اس طرح یہ میلے پوری اجتماعی زندگی کے نہ صرف عکاس ہوتے ہیں بلکہ مسائل و وسائل پر بھی ان کا اثر گہرا، پائیدار اور مفید ہوتا ہے۔

تعلیم نسواں

اگرچہ سب ڈویژن کے تعلیمی اداروں کا ذکر ٹاؤن کمیٹیوں اور یونین کونسلوں کے ذکر میں اپنی اپنی جگہ آ رہا ہے۔ لیکن سب ڈویژن میں تعلیم نسواں کا ذکر بعض حیثیتوں سے علیحدہ عنوان کا تقاضہ کرتا ہے۔ سب ڈویژن کی حدود میں تعلیم نسواں کی نگرانی آنسہ آر۔ بی بخاری کے سپرد ہے۔ جو محکمانہ اعتبار سے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹرس کے عہدے پر فائز ہیں۔ لیکن جو اپنی تعلیمی و علمی دلچسپی، اپنی ہم جنسوں کی فلاحی مساعی، اپنے فرائض منصبی کے انہماک اور اپنے عزم و خلوص کی بنا پر ایک سلجھا کار اور سادہ مزاج خادمہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی پیدائش امرتسر میں ۱۹۲۷ء کی آخری سہ ماہی میں ہوئی۔ گارڈن کالج راولپنڈی سے انہوں نے بی۔ اے کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ ایڈ کی ڈگری لی۔ ۱۹۵۹ء سے وہ اس ضلع میں تعینات ہیں۔ اور انہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اپنی بہنوں اور بچیوں کی علمی و تعلیمی خدمت کی نذر کیا ہے۔ فیروزوالہ میں متعین ہونے سے پہلے وہ دو سال تک ننکانہ میں تعینات رہیں۔ اور اس سے پہلے کچھ مدت شیخوپورہ تحصیل میں۔ اس طرح ان کی خدمات کا دائرہ پورے ضلع کو محیط ہے۔ اپنے عہدے کے اعتبار سے وہ تحصیل کونسل کی ممبر ہیں۔ اور اس کی اکثر و بیشتر میٹنگوں میں شامل ہوتی رہی ہیں۔ پردے کی سختی سے پابندی کے باوجود وہ اپنے فرائض منصبی کو وہ بخوبی انجام دیتی ہیں۔ اور جب کبھی تحصیل کونسل میں کسی تعلیمی خصوصاً تعلیم نسواں کے مسئلے پر بحث ہوتی ہے تو ان کی تقریر نہ صرف معلومات اور اعداد و شمار کے لحاظ سے مفصل ہوتی ہے۔ بلکہ ان کی آواز میں وہ درد و خلوص بھی ہوتا ہے جو تعلیم نسواں کے تناسب بڑھانے کا بڑا سہارا بن سکتا ہے۔

ان کی مستعدی کا یہ عالم ہے کہ صرف ایک مرتبہ تحصیل کونسل میں بچیوں کے سکولوں کی تعداد کا ذکر آیا۔ اپنی محکمانہ مصروفیت اور دور افتادہ دیہات میں دوروں کے تسلسل کے باوجود انہوں نے دو تین دن کے اندر اندر تمام تفصیلات چیئرمین تحصیل کونسل کو بھیج دیں۔ جن میں نہ صرف سکولوں کی تعداد اور مقامات کا اندراج ہی تھا بلکہ ہر مقام پر سکول کی عمارت کے متعلق بھی تفصیلات درج تھیں۔ اس کتاب کی ترتیب کے دوران فرض شناسی کی یہ پہلی مثال ہے جو اپنی جگہ لاجواب اور قابل ستائش ہے۔ ورنہ اکثر سرکاری ملازموں نے مرتب کتاب کی حیثیت کو چار مہینے تک "گداگری" کی حد تک

پہنچا کر چھوڑا۔ اور بعض نے تو یہ مدت گزار کر بھی آخر —— معاف کر دیا۔ —— کہ کے پیچھا چھڑانے میں ہی عافیت اور دانائی سمجھی۔

میری قابل عزت اور واجب الاحترام بہن محترمہ آر۔ بی بخاری کی مہیا کردہ تفصیلات کی رُو سے سب ڈویژن میں ابتدائی تعلیم نسواں کے کم و بیش اسّی ادارے ہیں۔ ان میں تین مڈل سکول ٹاؤن کمیٹی مڈل گرلز سکول مریدکے۔ ڈسٹرکٹ کونسل مڈل سکول برج اٹاری۔ اور ڈسٹرکٹ کونسل مڈل سکول نارنگ ہیں۔ اور باقی پرائمری سکول ہیں۔ مڈل سکولوں کے بارے میں محترمہ نے لکھا ہے کہ نارنگ سکول کی اپنی کوئی بلڈنگ نہیں۔ یہ ایک متروکہ عمارت میں ہے۔ اور اس کی اپنی بلڈنگ ہونی چاہیئے۔

پچھتر سے زیادہ پرائمری سکولوں کے بارے میں محترمہ نے جو تفصیلات دی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ لانبڑے[1]۔ چکڑالی[2]۔ مجھینی[3]۔ پابکولال[4]۔ بھوئیوال[5]۔ پوچھ[6]۔ بھرتھ[7]۔ بھونڈری[8]۔ بھٹے وڈ[9]۔ کٹھیالہ درکاں[10]۔ دھیڑ مسلم[11]۔ دھگانہ[12]۔ ڈارا واگہ[13]۔ رستم پور[14]۔ سری رام پورہ[15]۔ غازی پور[16]۔ قلعہ ستار شاہ[17]۔ کالا خطائی[18]۔ کوٹ بوچھ[19]۔ ننگل سچر[20]۔ گھڑیال خورد[21]۔ گہلی درک[22]۔ گہلی خورد[23]۔ گنڈو والہ[24]۔ لاہوریانوالی[25]۔ میرو وال[26]۔ ماڑی خورد[27]۔ منڈیالی[28]۔ بدھن کے[29]۔ مردانہ[30]۔ حمید پورہ[31]۔ لبان والہ[32]۔ کوٹ ٹھلاں[33]۔ الہ پور سیداں[34]۔ چک ۴۲[35]۔ اُچانیڈ[36] میں تو سرے سے کوئی عمارت ہی نہیں ہے۔ یعنی چھتیس سکول ایسے ہیں جہاں بچیوں کے بیٹھنے کا ٹھکانا بھی نہیں۔ تا بہ تعلیم چہ رسد۔ کتاب ہذا کے مرتب کو خصوصیت کے ساتھ قلعہ ستار شاہ۔ چک ۴۲۔ گھڑیال اور لانبڑے کے ان بزرگوں سے کچھ عرض کرنا ہے جو زندگی کے ہر میدان میں سب ڈویژن کی پوری آبادی سے بمراحل آگے اور بمنازل بلند ہیں۔ کہ اس بارے میں ان کے احساس کو کیا ہو گیا ہے ؟ یہ چراغ تلے اندھیرا کیوں ؟ اور کب تک ؟ اس حد سے آگے کچھ کہتے ہوئے قلم اور صاحب قلم دونوں کچھ شرم سی محسوس کرتے ہیں —— باقی چالیس کے لگ بھگ جو پرائمری سکول ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر سکولوں کی عمارتیں قابل مرمت ہیں۔ صرف تیرہ سکول ایسے ہیں جن کی اپنی عمارت ہے اور قابل اطمینان ہے۔ باقی سب مرمت طلب ہیں۔ یہ صورت حال پورے سب ڈویژن کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً یونین کونسلوں اور تحصیل کونسل کو اس بارے میں اپنا زیادہ سے زیادہ فرض پہچاننا چاہیئے۔ بچے کا پہلا سکول آغوش مادر ہے۔ اور جب ماں ہی اس قابل نہ ہو گی تو اس کی گود میں پلنے والی نئی نسل کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے ؟ ؎

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر ٭ کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاکی

جنگلات

یہ صفحہ رینج افسر صاحب شرق پور
کی نذر ہے

ہم نہایت عجز کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں۔ کہ چار پانچ ماہ کی مسلسل کوششوں اور دو رینج افسر صاحبان کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے باوجود ہم محکمہ جنگلات کے اسرار و رموز اس کتاب کے لیے حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں!

مرتب

خاندانی منصوبہ بندی

ہر ملک میں اپنے قومی وسائل و ذرائع کے مطابق آبادی کی تحدید حال کے مسائل میں ایک اہم مسئلہ ہے لیکن موضوع فکر کے اعتبار سے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ انیسویں صدی میں ہی ہمارے بزرگوں نے اس نہج پر سوچنا شروع کر دیا تھا کہ ع

دنیا میں گراں باریٔ اولاد غضب ہے

اور بیسویں صدی کی ابتدا میں کثیر الازدواجی اور کثیر الاولادی ہمارے اہل فکر و نظر کا زیادہ شدت کے ساتھ موضوع سخن رہی ہے۔ بلکہ اس کا مضحکہ اڑانے کی نوبت بھی آئی ہے

عاشقی قید شریعت میں جب آجاتی ہے
جلوۂ کثرتِ اولاد دکھا جاتی ہے (اکبر الہ آبادی)

چونکہ یہ زمانہ وہ تھا جب ہم سیاسی طور پر کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ بلکہ انتظامی امور میں انگریز کی رعایا اور مالی و معاشی امور میں غیر مسلم سرمایہ داروں کے محتاج اور ان کی جکڑ بند میں تھے۔ اس لیے اس احساس نے اور شدت اختیار کر لی ہے

ہمیں اولاد کا غم کھو رہا ہے
غلامی میں اضافہ ہو رہا ہے (فاخر ہریانوی)

لیکن اب کہ خدا کے فضل و کرم سے ہم ایک مملکت وسیع کے مالک اور اپنی تقدیر کے مختار ہیں۔ ہم نے اس مسئلے کو آزاد اور ہوش مند قوموں کی طرح سوچا اور سمجھا ہے۔ اور تحدید آبادی کے لیے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل پیرا ہوئے ہیں یہ سب ڈویژن اس بارے میں بھی مغربی پاکستان کے دوسرے حصوں سے زیادہ حساس اور باشعور ہے۔ اور خاندانی منصوبہ بندی کا چرچا نسبتاً یہاں زیادہ ہے۔ اس کی ایک وجہ تو لاہور جیسے شہر کا قرب اور اس بارے میں سہولتوں کا میسر آنا ہے۔ لیکن بڑی وجہ سوجھ بوجھ رکھنے والوں کا قومی شعور ہے۔ مرتب کتاب ہذا نے اس بارے میں بعض اعداد و شمار



سید محمد اکبر کاظمی ایم-اے ایل ایل-بی
تحصیلدار فیروز والا



چودھری عبداللطیف خان بی ایس سی
نائب تحصیلدار فیروز والا



سید ظہیر حسن صاحب ڈویلپمنٹ آفیسر
فیروز والا



محمد اسلام قریشی صاحب اسسٹنٹ رجسٹرار
کوآپریٹو سوسائٹیز

بھی مرکزی مقام سے حاصل کیے تھے۔ لیکن ان کی اشاعت اور تفصیلات ابھی قبل از وقت ہیں۔ البتہ ہمارے اطمینان کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس سلسلے میں وہ کچھ ہو رہا ہے جس کا ہمارے قومی مسائل تقاضہ کرتے ہیں۔ اور یہ بات سب ڈویژن میں صحت مندانہ رجحانات کی روشن دلیل ہے۔

انتظام و انصرام

انتظامی حیثیت سے سب ڈویژن فیروز والہ ضلع شیخوپورہ کا ایک حصہ ہے۔ اور ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ کے ماتحت ہے آج کل مہر محمد بشیر صاحب لالی پی۔ سی۔ ایس ضلع کے ڈپٹی کمشنر ہیں۔ اور سب ڈویژن فیروز والہ کے نگران ہیں۔ لالی صاحب ڈپٹی کمشنروں کی صف میں کس مقام و مرتبہ کے بزرگ ہیں، اس کا فیصلہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس کے مجاز ہیں۔ لیکن انسان کی حیثیت سے ان کی شخصیت اعلیٰ و بالا و دلنواز و دلآویز ہے۔ وہ فقراء و صلحا کی حد تک اکل حلال کے پابند ہیں۔ اور اکل حلال اجتماعی حیثیت میں شرف انسانی کی وہ بنیاد ہے جس پر "مقام بندگی" کا ہر تاج محل تعمیر ہو سکتا ہے۔ ع

مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

لالی صاحب پہلی جنگ عظیم سے کچھ پہلے ۱۹۱۳ء میں اپنے آباؤ اجداد کے بسائے ہوئے گاؤں لالیاں (ضلع جھنگ) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لالیاں میں، پھر جھنگ گھیانہ میں حاصل کی۔ شاہ پور کالج سے گریجویٹ ہوئے۔ اور پچیس برس کی عمر میں براہ راست تحصیلدار کی حیثیت سے سرکاری ملازمت میں شامل ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں ای۔ اے کی حیثیت سے پی سی ایس کے کیڈر میں شامل ہو گئے۔ اور پھر روشنیٔ طبع کی وجہ سے ہر ابتلا و آزمائش سے گزرے۔ سول سپلائی افسر، مجسٹریٹ، افسر مال، ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، انڈر سیکرٹری، سیکرٹری ٹو ایڈیشنل سیکرٹری فار چیف منسٹر، اسسٹنٹ کمشنر لاہور، ڈپٹی سیکرٹری ایگریکلچرل کے مقامات و مناصب سے نہایت کامیابی، ہر دلعزیزی اور سرخروئی سے گزرے اکثر و بیشتر محکمہ مال کا کام ان کے سپرد رہا۔ آخر نومبر ۱۹۶۴ء میں بطور ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ میں متعین ہوئے۔ ۱۹۶۴ء کے آخری دو مہینے اور ۱۹۶۵ء کے ابتدائی پانچ مہینے ملکی سیاسیات میں جس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔ اسی قدر اضلاعی حاکموں کے لیے نازک بھی تھے۔ اور اس نزاکت حالات کا مقابلہ لالی صاحب نے جس بیدار مغزی، ہوش مندی، ملکی اور قومی تقاضوں کی پاسداری اور بے لاگ پالیسی کے ساتھ کیا۔ وہ اس ضلع اور اس سب ڈویژن کی تاریخ میں ناقابل فراموش باب کی



ملک برکت علی عتیق چیئرمین
ٹاؤن کمیٹی نارنگ



ملک مظفر علی چیئرمین
ٹاؤن کمیٹی شرق پور



راؤ عبدالقوی خاں



چوہدری ریاست علی صاحب

حیثیت سے زندہ رہے گا۔

سب ڈویژنل مجسٹریٹ

محلہ وانتظامی اکائی کی حیثیت سے سب ڈویژن فیروزوالہ اپنا علیحدہ مقام رکھتا ہے۔ اور اس مقام کی نگرانی ایک سب ڈویژنل مجسٹریٹ صاحب کے سپرد ہے۔ جو سب ڈویژن کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تحصیل فیروزوالہ کو سب ڈویژن کا درجہ عطا ہوا۔ تو سب سے پہلے جناب مبشر لال خاں صاحب اس سب ڈویژن کے سب ڈویژنل مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ اور اپنی نرم خوئی، شیریں کلامی اور ہر دلعزیزی کی ایسی خوشگوار یادیں چھوڑ گئے جو مدت تک دلوں کو گرماتی رہیں گی جس بزرگ نے "گدڑی کے لال" کا محاورہ زبان کو دیا ہے۔ اگر وہ اس زمانے میں ہوتا تو اس "کرسی کے لال" پر رشک کھاتا ان کے بعد شاہد جاوید برکی صاحب تشریف لائے۔ جو اپنی دیانت داری، محنت شاقہ اور صحیح فیصلوں کی انمٹ مثالیں قائم کر گئے۔ ان کی شخصیت میں متانت، فراست اور محنت کا امتزاج بہت دلکش تھا۔ ان کے بعد ۱۹۶۴ء کی آخری سہ ماہی میں جناب ذکاء اللہ صاحب ٹانک تشریف لائے۔ جنہوں نے اپنے پیشروؤں کے ہر کام کو آگے بڑھایا۔ اور ہر انتظامی اور عوامی شعبے میں اتنی دلچسپی لی جیسے وہ شعبے بطور حاکم ان کے سپرد نہیں ہیں .... بلکہ ان کے ذاتی امور ہیں۔ خوش خلقی، شیریں کلامی اور نرم خوئی کی بنا پر انہوں نے سب ڈویژن کے دور افتادہ مقامات کے انسانوں کے دلوں تک میں گھر کر لیا۔ خدمت خلق کو نہ اپنا فرض منصبی نہیں۔ فرض انسانی تصور کرتے ہیں۔ لوگوں کے فالتو وقت کے لیے ایسے مصرف انہوں نے پیدا کیے اور اس دلجمعی سے انہیں اس طرف متوجہ کیا جو ایک حاکم سے کہیں زیادہ ایک ریفارمر کی شان کے شایاں ہے۔ نہ صرف ٹاؤن کمیٹیوں کی سطح پر بلکہ اس سے بھی ذرا وسیع حلقوں میں اور وسیع بنیادوں پر عوامی دلچسپی کے کھیلوں، عوامی معیشت کے سہاروں (مواشی) اور دوسرے میدانوں میں صحت مندانہ مقابلوں کی بنیاد ڈالی۔ زیر نظر کتاب کی ترتیب بھی ان کے فکر انگیز دماغ کی اپج ہے۔ حالات کی ناسازگاری اور بعض امور میں عوامی تغافل کی شدت انہیں کبھی مایوس نہیں کرتی، وہ حالات سے برابر نبرد آزمائی کے اس لیے قائل ہیں کہ مستقبل پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور وہی تعمیری منصوبوں سے خصوصیت کے ساتھ دلچسپی اور ان کی تمام جزئیات پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ چالیس کی حد سے گزر چکے ہیں۔ لیکن ابھی چالیس ہی کے پیٹے میں ہیں۔ مارچ ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم گجرات، امرتسر اور

لاہور میں حاصل کی۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ایم۔ اے کیا۔ ۱۹۴۵ء میں کہ بائیس برس کی عمر تھی۔ محکمہ خوراک سے سرکاری ملازمت کی ابتدا کی۔ چھ برس اس محکمے سے اس طرح متعلق رہے، جیسے پانی میں کنول۔ چہرہ مہرہ، انداز اطوار، قد کاٹھ کسی شے سے بھی یہ محسوس و معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شریف آدمی کبھی اس محکمے سے متعلق رہا ہو جس کے متعلقین کی شان ہمیشہ نرالی اور ٹھاٹ ہمیشہ قابل رشک رہے ہیں۔ اور آج بھی ہیں۔ چھ برس بعد ۱۹۵۱ء میں پی۔ سی۔ ایس ہوئے اور گجرات میں مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ پھر مظفر گڑھ میں افسر خزانہ اور سپرنٹنڈنٹ جیل رہے۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۱ء تک لاہور میں ای۔ اے سی رہے۔ ۱۹۶۱ء سے اڑھائی برس تک صدر مملکت کے سیکرٹریٹ میں رہے۔ دو سال پلاننگ اینڈ ڈیولپمنٹ ڈیپارٹمنٹ (صیغہ منصوبہ بندی و ترقیاتی) میں ڈپٹی ڈائرکٹر پراجیکٹس رہے۔ اور چھ ماہ سیکشن افسر۔ اس کے بعد ایس ڈی ایم فیروزوالہ مقرر ہوئے۔

ایس۔ ڈی۔ ایم فیروزوالہ کے عملے میں دیوانی، فوجداری اور محکمۂ مال کے اہل کار شامل ہیں۔ ان کی عدالت ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کی عدالت اپیل بھی ہے۔ اور ہر نوع کے مقدمات سب ڈویژن کی سطح پر سننے کی مجاز بھی۔ اس کے لیے ریڈر[1] (پیش کار) اہل مد فوجداری، اہل مد مال، نائب کورٹ اور سٹینو سبھی شائستہ اور منجھے ہوئے قسم کے لوگ ہیں۔ ان کے سٹینو ایم۔ اے ہیں۔ ملازمت بھی کرتے ہیں اور لاء گریجویٹ بننے کے لیے تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔ یہ دہری مشقت اشارہ کرتی ہے کہ ان کا مستقبل بہت شاندار ہے۔ ان کے عملہ میں ایک دلچسپ شخصیت طارق چپراسی کی ہے جو ضلعی سطح پر ضلع بھر کے تمام اہل کاروں کو خلائی امور اور بین الاقوامی معاملات میں پر چیلنج کر چکے ہیں، کہ کوئی صاحب ان امور میں ان سے زیادہ اور تفصیلی معلومات پیش کریں۔ ان کا اپنا علم اس بارے میں بہت وسیع ہے۔

---

[1] ریڈر سید برکت علی شاہ ہیں۔ جو اگست ۱۹۴۲ء سے اضلاعی اہل کاروں میں شامل ہیں۔ سانیاں شریف تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان تشریف لائے اور شیخوپورہ کے اضلاعی اہل کاروں میں شامل ہوئے۔ تجربہ کار، خوش خلق اور خندہ جبیں اہل کار۔ عوام و حکام دونوں میں محبوب ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

جناب فاروق ایوب سی ایس پی

کتاب ابھی طباعت کے مراحل میں تھی کہ سب ڈویژنل مجسٹریٹ فیروزوالہ جناب ذکاء اللہ ٹانک پی سی ایس کا تبادلہ ہو گیا۔ ان کی جگہ نئے سب ڈویژنل مجسٹریٹ جناب فاروق ایوب سی ایس پی جون کے آخری ہفتے میں تشریف لائے۔ فاروق ایوب صاحب ضلع سرگودھا کے قدیم تاریخی قصبہ بھیرہ کے رہنے والے ہیں۔ اور بھیرہ کے قدیم اور معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی پیدائش لاہور میں ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ لاہور ہی میں تمام تعلیمی مراحل ختم ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایٹ ہونے کے بعد سنیٹ اینڈریوز (برطانیہ) سے ایم۔ اے (تاریخ) کیا۔ ۱۹۶۲ء میں سی۔ ایس پی کے کیڈر میں شامل ہوئے۔ اور بطور اسسٹنٹ کمشنر لائل پور میں تعینات رہے۔ وہاں سے ایس۔ ڈی ایم ہو کر فیروزوالہ تشریف لائے۔ جہاں تک ایڈمنسٹریشن کا تعلق ہے انہوں نے آنکھ ہی ایسے ماحول میں کھولی ہے۔ ان کے والد محترم بھی سی ایس پی کے نیک نام افسر اور بعد پاکستان کی طرف سے سفارت جیسے اہم عہدے پر متعین ہیں۔ جہاں تک بنیادی جمہوریتوں اور دیہی تعمیر و ترقی کی تحریک کا تعلق ہے۔ ان کی گفتگو اور ان کے عزائم اور اپنے پیشرو سے اس موضوع پر ان کا تبادلۂ خیال اس امر کی دلیل ہیں کہ اس میدان میں بھی ان کا کام شاندار رہے گا۔ سب ڈویژن فیروزوالہ نے ان کو بہترین توقعات کے ساتھ خوش آمدید کہا ہے!

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۲- اہل مد فوجداری شیخ محمد صدیق ہیں۔ جو ۱۹۴۵ء سے ملازمت میں ہیں۔ عدالت فوجداری کے باسپریس ریڈر رہ چکے ہیں۔ اور فوجداری معاملات میں ان کی رائے بہت پختہ اور معقول سمجھی جاتی ہے۔

۳- اہل مد مال ملک محمود احمد صاحب ہیں۔ چہرے مہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ تازہ وارد ہیں۔ لیکن ۱۹۵۶ء سے برسرکار ہیں۔

ان کے علاوہ عملہ میں ساہیت دیوانی عبدالعزیز خاں۔ نائب کورٹ عطا محمد کانسٹیبل بھی شامل ہیں اور پراسیکیوٹنگ سب انسپکٹر محترم عبداللطیف صاحب کی باغ و بہار شخصیت کا تو کیا ہی کہنا۔ ان کی زندگی میں تین چوتھائی حصہ تبسم کی دلآویزی اور مسکراہٹ کی شکر آمیزی کا ہے۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے مالا مال ہیں۔ قانون کے ترکش سے کوئی تیر سر کرتے ہیں تو بھی مسکراتے ہیں۔ اور قانونی وار کو رد کرتے ہیں تو بھی ہنستے ہیں۔

سب ڈویژن کا محکمہ مال

سب ڈویژن فیروزوالہ کے محکمہ مال اور خزانے کی نگرانی تحصیلدار فیروزوالہ کے سپرد ہے۔ جو اپنے دو نائب تحصیلداروں سمیت یہ کام سنبھالے ہوئے ہیں۔ ایک نائب تحصیلدار تحصیل کے صدر مقام میں اور دوسرے سب تحصیل شرقپور میں متعین ہیں۔ یہ تینوں بزرگ اسسٹنٹ کلکٹر بھی ہیں اور ان کو مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیارات بھی ہیں۔

تحصیلدار فیروزوالہ

سید محمد اکبر کاظمی ایم۔ اے ایل۔ ایل بی ۲۷ مارچ ۱۹۱۸ء کو کہ مزاج روزگار اعتدال پہ اور بہار کے دن ہوتے ہیں ایک بہار آفریں خطہ ریاست جموں کشمیر کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ پرائمری، ثانوی اور ہائی تعلیم بھی اسی مینو سواد خطے میں حاصل کی۔ بی۔ اے کے بعد آپ نے علیگڑھ یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم۔ اے کیا اور ایل ایل بی کی ڈگری لی۔ تعلیم سے فارغ ہوئے تو معلم بنے۔ سری پرتاپ کالج سری نگر اور پرنس آف ویلز کالج جموں میں ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۷ء تک انگریزی پڑھاتے رہے اور جب اس گلشن رنگ و بو میں صیاد کی چیرہ دستیاں اس حد تک بڑھیں کہ اس کا حسن جمال خاک و خون سے آلودہ ہو گیا تو کاظمی صاحب پاکستان تشریف لے آئے۔ شاید ریاستی باشندہ ہونے کی وجہ سے ریاستوں سے کچھ عشق تھا۔ کہ بہاولپور سٹیٹ میں ایس۔ ای کالج میں انگریزی پڑھانے پر مامور ہوئے۔ ع

ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی تھا

ان کے ذکر میں ایک لطیفہ سنئے۔ کہ سرکار محدود و محصور ہو جائے تو اسے معلمی سوجھتی ہے۔ اور معلمی پاؤں پھیلائے تو شاید سرکار بننے کی سوجھتی ہے۔ کاظمی صاحب آٹھ نو برس علمی و تعلیمی مشاغل کے بعد لکا یک تحصیلدار منتخب ہو گئے اور کالج سے نکل کر تحصیل میں آ براجے۔ دو برس حافظ آباد میں زیر تربیت رہے۔ اس مدت میں وہ چھ ماہ بھی شامل ہے جو ریونیو اکیڈمی گجرات میں گزری۔ سال بھر چیکنگ کمیٹی (ریونیو) میں شامل رہے۔ پھر سال بھر بطور سپیشل تحصیلدار انکم ٹیکس لاہور میں گزارا۔ اس کے بعد تحصیلدار حافظ آباد، ننکانہ، قصور اور گوجرانوالہ رہے۔ ۱۹۶۲ء میں ان کی خدمات واپڈا نے بطور لینڈ ایکوزیشن کلکٹر (مہتمم حصول اراضی) حاصل کیں۔ سال بھر وہاں رہے۔ ۱۹۶۵ء کے شروع میں فروری کے آخیر میں تحصیلدار فیروزوالہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں تحصیلدار بنے تھے۔ گیارہ برس سے اسی جگہ پر ہیں۔ اپنی اعلیٰ

تعلیم، اونچی ڈگریوں اور فضائلِ علمی کا احساس کبھی ان کو ضرور گدگداتا ہوگا۔ ع

تیرے کام کچھ نہ آیا یہ کمال نے نوازی

چونکہ ذہنی طور پر پختہ ہیں۔ اس لیے ہر سطح پر اپنے علمی وقار، اپنی خاندانی وجاہت اور بہترین تقاضائے انسانیت کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ چہرے مہرے سے سادات کی معصومیت بھی ظاہر ہے اور مظلومیت بھی۔ آنکھوں میں مروّت پیشانی پر وسیع القلبی اور ہونٹوں پر شیریں کلامی کی نعمت سے بہت دلآویز شخصیت کے مالک ہیں۔ کچھ دن سے "دعا دیتا ہوں رہزن کو" کے مصداق ہیں۔ کہ گوجرانوالہ میں گھر کا اثاثہ چور لے گئے۔

نائب تحصیلدار فیروزوالہ

چودہری عبداللطیف صاحب بی۔ ایس۔ سی ۳ اپریل ۱۹۴۹ء کو (یعنی دوسری جنگ عالمگیر سے چند ماہ قبل) ریاست نابھ میں پیدا ہوئے۔ جو برصغیر کی سیاسی تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ ان کا گھرانہ بریار راجپوتوں کا گھرانہ ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر پھلکیاں کی سکھ ریاستوں میں آباد ہیں۔ پرائمری تعلیم بھالیہ ضلع گجرات میں حاصل کی۔ مڈل کا امتحان رسول نگر سے اور میٹرک کا امتحان اکال گڑھ سے دیا۔ یعنی بچپن میں ہی گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ ایس۔ سی کیا۔ اور ابھی ایم ایس سی کے پہلے سال کا امتحان پاس کیا ہی تھا کہ تحصیلداری کا دورہ پڑا۔ اور اچھا خاصہ محنتی اور ذہین طالب علم جس نے میٹرک۔ ایف ایس سی اور بی ایس سی کے امتحانات میں وظیفے حاصل کیے ہوں اور جس سے سائنس کے میدان میں بہترین توقعات وابستہ کی جا سکتی ہوں، اچانک تعلیمی اور علمی فضاؤں سے گم ہو گیا

ع خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

یا تو یہ ہوا کہ ریاستی باشندوں کو عموماً ریاست سے باہر ملازمتوں اور کاروبار میں زیادہ سہولتیں اور آسانیاں میسر آنے کی وجہ سے ان کا رجحان ریاست سے باہر کے حلقوں میں زندگی گزارنے کا تھا۔ اور یا کہیں چودہری صاحب نے یہ سن لی ہو۔ کہ عوام تحصیلدار کو "سرکار مائی باپ" کہہ کر نہایت ادب و عجز سے خطاب کرتے ہیں (اگرچہ اب یہ دونوں باتیں خواب و خیال ہیں) بہر حال ۴ ستمبر ۱۹۶۲ء کو چودہری عبداللطیف صاحب پر یہ حادثہ گزرا کہ آپ اے کلاس تحصیلدار منتخب ہو گئے۔ اور تربیت کے لیے گوجرانوالہ بھیج دیئے گئے۔ نومبر ۱۹۶۳ء سے نائب تحصیلداری کی عارضی تہمت کے ساتھ فیروزوالہ میں نیابت فرما رہے ہیں۔ اگرچہ تیوروں سے وہ بانکپن بھی ٹپکتا ہے جو راجپوتوں سے خاص ہے

تاہم بہت خوش مذاق اور منکسر واقع ہوئے ہیں۔

نائب تحصیلدار شرقپور

میاں ضیاء الرحمٰن صاحب

صوبے کے عظیم وقدیم شہر لاہور کے مضافات میں ۸ ستمبر ۱۹۴۰ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول اچھرہ میں حاصل کی۔ ۱۹۶۰ء میں ایف۔ سی کالج لاہور سے بی۔ اے کیا۔ اور ۱۹۶۱ء میں براہ راست تحصیلدار منتخب ہوئے۔ کچھ مدت حافظ آباد میں تربیت حاصل کی اور ۳۱ مئی کو شرقپور میں نائب تحصیلدار کی حیثیت سے چارج لیا۔ یکم جون سے اجلاس فرما رہے ہیں۔ شرقپور کو نائب تحصیلدار اور نائب تحصیلداروں کو شرقپور راس نہیں آتا۔ اللہ جانے کیا بھید ہے؟ قیام پاکستان کے بعد یہاں اب تک درجن بھر نائب تحصیلدار آ چکے ہیں۔ اس طرح قیام کی مدت اوسطاً ڈیڑھ سال ہوتی ہے اور یہ کوئی قابل اطمینان مدت نہیں ہے۔

تحصیل کا عملہ وخزانہ

تحصیل فیروزوالہ کا عملہ و خزانہ بھی قابل ذکر ہے۔ عملہ میں دفتر قانون گو، خزانچی، خزانہ کلرک، محرر رجسٹری، سیاہ نویس اہلمد، پیشکار شامل ہیں۔ صدر دفتر کے علاوہ تحصیل کا عملہ پوری تحصیل کو محیط ہیں۔ اس میں پانچ حلقے گرداور قانونگوؤں کے ہیں۔ اور سو کے قریب پٹواری اور پٹوار خانے ہیں۔ نائب تحصیلدار کا عملہ نسبتاً مختصر ہے جو ایک پیش کار اور دو تین چپراسیوں پر مشتمل ہے۔

تحصیل فیروزوالہ کا مالیہ ۱۳۲۴۱۱۹ سالانہ اور آبیانہ ۱۶۳۲۹۲۹ ہے۔ اس کے علاوہ خزانہ میں دوسری متفرق مدات مثلاً اسٹامپ، ٹکٹ کی فروخت سے بھی آمدنی ہوتی ہے۔ چالان کی رقوم بھی مختلف مدات میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ آتشیں اسلحہ کی فیس بھی جمع ہوتی ہے۔ اس طرح خزانہ میں سال بھر میں کوئی سوا کروڑ روپیہ کی رقم

لہ کتاب کی ترتیب شروع ہوئی تو یہاں میر سعید حسن صاحب نائب تحصیلدار تھے جو اٹھارہ برس کا طویل تجربہ اس محکمے کا رکھتے تھے اور بطور نائب تحصیلدار خوشاب، گجرات۔ وزیر آباد۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ منٹگمری۔ مظفر گڑھ۔ ملتان، شیخوپورہ اور جھنگ میں کام کر چکے تھے۔

آتی جاتی رہتی ہے۔ اور خزانہ کی نگرانی ایک ہمہ وقتی افسر کی متقاضی ہے۔

سب ڈویژن میں پولیس

سب ڈویژن فیروز والہ میں جو پولیس متعین ہے۔ وہ اکثر و بیشتر ڈی ایس پی ضلع شیخوپورہ کے ماتحت ہے۔ جس میں چار مستقل تھانے، کچھ چوکیاں اور سی آئی اے سٹاف شاہدرہ شامل ہے۔ ایک آدھ ریلوے پولیس کی چوکی اور ٹریفک پولیس کا سٹاف بھی ہے۔ سیکورٹی سٹاف بھی ہے۔ پراسیکیوٹنگ ڈی ایس پی صاحب کا عملہ بھی ہے۔

چار مستقل تھانوں شاہدرہ، مریدکے، شرق پور اور نارنگ میں ایک ایک سب انسپکٹر پولیس بطور سٹیشن ہاؤس افسیر متعین ہیں۔ ان کی مدد کے لیے دو دو اسسٹنٹ سب انسپکٹر صاحبان ہیں۔ دفتری عملہ میں ہیڈ محرر (ہیڈ کانسٹیبل) اور محرر کانسٹیبل ہیں اور ایک مخصوص تعداد پولیس کانسٹیبلوں کی ہے۔

چونکہ پولیس نے ابھی تک عوامی سطح پر آنا ضروری نہیں سمجھا۔ حتیٰ کہ بنیادی جمہوریتوں اور تحصیل کونسلوں میں جہاں دوسرے محکموں کے نمائندہ اہل کار شامل ہوتے ہیں۔ پولیس کا کوئی اہل کار شامل نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ کتاب پولیس اور تھانوں کے ذکر میں ان تفصیلات سے خالی ہے۔ جو دوسرے محکموں کے بارے میں کتاب میں شامل ہیں۔ سول سروس رول —— اور گورنمنٹ سرونٹس کنڈکٹ رول —— بھی اگرچہ ان کی راہ کا روڑا ہیں۔ لیکن سٹاف کی تصاویر یا فقری وغیرہ تو ایسی باتیں نہیں جن کا ذکر اس کتاب میں نہ آسکے۔ بہرحال —— یہ رموز مملکت ہیں —— انہیں خسرواں مانند تک رہنا چاہیئے۔ ع

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

اخبارات جرائم کی تفاصیل اور اہل کاران پولیس کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتے۔ یہ اس کتاب کی محرومی سمجھئے کہ اس کے اندر اس دلچسپ تذکرے سے خالی ہیں جو عوامی زندگی، قوم کے مزاج عقلی اور دوسری تفصیلات کے لحاظ سے کسی خاکے اور منصوبے مرتب کرنے والے فرد یا گروہ کے سامنے ضرور آنا چاہیئے!



چوہدری منظور حسین



چودھری نثار اللہ



ملک برکت علی



حاجی اکبر علی

سیاسی مقام و احوال

سب ڈویژن فیروز والہ اپنی سیاسی حیثیت سے کوئی الگ مقام نہیں رکھتا۔ بس اس بارے میں اس کا شرف اتنا ہے کہ اس کا حلقہ و حدود ـــــ قومی اسمبلی کے حلقے اور صوبائی اسمبلی کے حلقہ انتخاب میں ایک مؤثر و فعال عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ سب ڈویژن اپنی جگہ تنہا نہ قومی اسمبلی کا حلقہ انتخاب ہے نہ صوبائی اسمبلی کا۔

سب ڈویژن قومی اسمبلی کے حلقہ انتخاب ۔ کا جزو ہے۔ اس حلقے کی طرف سے تازہ انتخابات میں ضلعی مسلم لیگ کے صدر چودھری محمد اقبال صاحب بلا مقابلہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ ان کے مفصل حالات (دیا جس قدر مہیا ہو سکے ہیں) گھڑیال یونین کونسل کے ذکر میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس کتاب کی ترتیب کی طرف سے ان کا تغافل بیداد کی حد تک پہنچا ہے۔ اپنی تصویر تک فراہم نہیں کی۔ مرتب کتاب یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ کسر نفسی ہے یا کتابِ مختاری کی کوئی صورت ہے۔ بہرحال ایسے نمائندے سے کہا جا سکتا ہے۔ ع

تیری بیداد کا انداز تغافل تو نہ تھا

صوبائی اسمبلی کے حلقہ ۔ کا اکثر و بیشتر حصہ اسی سب ڈویژن پر مشتمل ہے۔ لیکن تنہا سب ڈویژن کو حلقہ نمائندگی کا شرف صوبائی اسمبلی میں بھی حاصل نہیں۔ (حالاں کہ اس کا صرف صنعتی علاقہ ایک علیحدہ نمائندگی کا متقاضی ہے) چودھری منظور حسین ایڈووکیٹ اس حلقہ انتخاب سے تازہ انتخابات میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان کا انتخاب کسی سیاسی کتاب کا موضوع بن سکتا ہے۔ اور بہت دلچسپ کوائف فراہم کر سکتا ہے۔ لیکن اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ ان کا تفصیلی تذکرہ نبڑے یونین کونسل کے ذکر میں ملاحظہ فرمایئے۔

تحصیل کونسل

سب ڈویژن میں ارکان انتخابی ادارہ کی سب سے بڑی جماعت تحصیل کونسل ہے، جو چھبیس چیئرمینوں، دس نامزد ممبروں اور باقی سرکاری اہل کاروں پر مشتمل ہے۔ اس کے عام اجلاس ہر ماہ کی ۱۸ تاریخ کو باقاعدگی کے ساتھ اور ہنگامی و خصوصی



اسٹنٹ ڈائرکٹر ایمل هسبنڈری



ایس۔ایچ۔او مریدکے



وٹرنری اسٹنٹ اٹاری



مہر فیقراللہ سیال

اجلاس گاہے بگاہے ایس۔ ڈی۔ ایم صاحب کی صدارت میں ہوتے ہیں۔ اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو تحصیل کونسل کے ارکان بالاتفاق کسی رکن کو (جو غیر سرکاری ہوتا ہے) اپنا صدر چن لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک اجلاس کی صدارت راقم الحروف اور ایک اجلاس کی صدارت ملک مظفر علی چیئرمین ٹاؤن نے کی ہے۔ یہ اجتماع بڑا دلچسپ، مفید اور قومی شعور کو بیدار کرنیوالا ہوتا ہے۔ اگرچہ نئے تجربات کی وجہ سے بعض باتیں ایسی بھی معرض بحث میں آ جاتی ہیں، جن کا نہ آنا بہتر ہے۔ تاہم مجموعی حیثیت سے یہ اجلاس نمائندہ اور کارآمد ہوتا ہے۔ اور سب ڈویژن کی اجتماعی ترقی، صلاح و فلاح اور شعور و فکر کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اگرچہ تحصیل کونسل بااختیار ادارہ نہیں ہے۔ لیکن ڈسٹرکٹ کونسل اور سب ڈویژن کی بنیادی جمہوریتوں کے درمیان ایک مضبوط و مفید رابطے کا کام کرتا ہے۔ اضلاعی، صوبائی اور قومی پالیسیوں سے متعلقہ مراسلات اس میں پیش ہوتے ہیں۔ تو عوامی نمائندوں کو اپنے وجود کی ضرورت کا احساس شدید ہونے لگتا ہے۔ جب عوامی مطالبات پیش ہوتے ہیں تو اختیارات میں شراکت کا احساس قوی سے قوی تر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ ادارہ اپنی دہری افادیت قائم رکھتا ہے۔

عملہ

تحصیل کونسل کے دفتری عملہ میں سربراہ ڈویلپمنٹ افسر صاحب ہیں۔ ان کے ماتحت خزانچی، ہیڈ کلرک، سٹینو اور کلرک ہیں۔ لائبریرین اور متعدد چپڑاسی ہیں۔ تحصیل کونسل کے دفتر کو اس بارے میں پورے صوبے کی تحصیل کونسلوں میں مسابقت اور اولیت کا فخر حاصل ہے کہ اس کے دفتر میں عوامی دلچسپی کے لیے سب سے پہلے ٹیلی ویژن سیٹ نصب کیا گیا۔ ہفتہ کے چھ دن یہ پروگرام مرد دیکھتے ہیں اور دو دن صرف خواتین کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ ڈھاکہ ٹیلی ویژن سے خواتین کا خاص پروگرام نشر ہوتا ہے۔

دفتری عملے کے علاوہ تحصیل کونسل کا دائرہ کار پورے سب ڈویژن کو محیط ہے۔ بنیادی جمہوریتوں کے تیس کے قریب سیکرٹری صاحبان کا تعلق اسی دفتر سے ہے۔ وہ اسی دفتر سے ہدایات حاصل کرتے ہیں اور اسی دفتر کو یادداشتیں بھیجتے ہیں۔ عملے کا گروپ فوٹو اس کتاب میں شامل ہے۔

ڈویلپمنٹ افسر (افسر ترقیات)

تحصیل کونسل کو مختصر سے عرصے میں چار افسران ترقیات نصیب ہوئے۔ ابتداء میں شمسی صاحب تھے۔ پھر ظفر عالم صاحب

اس کے بعد سید ظہیر حسن صاحب تشریف لائے۔ اور مؤخرالذکر نے تو بنیادی جمہوریتوں کا بھاری پتھر غالباً چوم کر چھوڑ ہی دیا ہے۔ یا کسی کی نظر لگی کہ اب وہ منذیر ریلوے کے پی ایس ہو کر چلے گئے ہیں۔

سید ظہیر حسن صاحب ایک مشہور و معروف علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ۹ مارچ ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۳ء کو سروس میں شامل ہوئے۔ اس سے پہلے لوکل سیلف گورنمنٹ کی تربیت کا ڈپلوما حاصل کر چکے تھے۔ اس لیے براہ راست پنڈی گھیب میں افسر ترقیات متعین ہوئے۔ اس کے بعد فیروز والا تشریف لائے۔ بہت مستعد، محنتی، دیانت دار، اور قومی مسائل سے باخبر نوجوان ہیں۔ سادات کرام کے حسن اخلاق کا نمونہ اور اسلامی تہذیب و شرافت کی مثال ہیں۔ ان کے بعد خان محمد ہاشم خان نیازی تشریف لائے خان موصوف نوجوان ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ بی۔ اے تک تعلیم اپنے ضلع میانوالی میں پائی۔ ۱۹۶۳ء میں ملازمت
(باقی صفحہ ۱۰۴ پر)

بنیادی جمہوریتیں

سب ڈویژن کے سیاسی مقام و احوال میں بنیادی جمہوریتیں اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ ان کی نگرانی ضلع کی کنٹرولنگ اتھارٹی کے سپرد ہے اور عملاً یہ اسسٹنٹ ڈائرکٹر (بنیادی جمہوریت) کے ماتحت ہیں جنہیں ازراہ اختصار اے ڈی بی ڈی کہا جاتا ہے۔ چوہدری جواہر خاں اس ضلعے میں سب سے پہلے اسسٹنٹ ڈائرکٹر مقرر ہوئے۔ انہی کے عہد میں شیخوپورہ میں ضلع بھر کی بنیادی جمہوریتوں کا سیمینار جناب مجید مفتی کی صدارت میں بڑے اہتمام سے منعقد ہوا اور کامیاب رہا۔ ان کے بعد سید اکرام محی الدین صاحب تشریف لائے۔ اور چوہدری جواہر خاں کے کام کو آگے بڑھایا۔ پھرتی، چستی، حاضر جوابی، تندہی اور انہماک میں اپنا جواب آپ تھے۔ بہت سی خوشگوار یادیں چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے بعد چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب تشریف لائے، اور کوئی نو دس ماہ سے بنیادی جمہوریتوں اور دوسرے اضلاعی محکموں میں ہم آہنگی، ہم قدمی اور ربط و تعاون کے لیے بے حد سرگرم و منہمک ہیں۔

چوہدری ظفر اللہ خاں

یکم ستمبر ۱۹۲۹ء کو لالہ موسیٰ کے ایک نواحی موضع کوٹلہ قاسم خاں میں ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے گاؤں اور اسلامیہ ہائی سکول لالہ موسیٰ میں حاصل کی۔ اور پھر فارسٹ ٹریننگ کے لیے ہوشیارپور کے سکول میں داخلہ لے لیا

جہاں آپ نے تحفظ اراضی کا کورس امتیازی اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ اور محکمۂ جنگلات میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۵۵ء میں محکمہ ترقی دیہات میں بطور سپروائزر شامل ہوئے اور تھوڑی سی مدت میں ہی اپنی ذہانت اور محنت کی وجہ سے ڈویلپمنٹ افسر ہو گئے اپریل ۱۹۵۷ء میں نیا عہدہ سنبھالا۔ دو سال بعد ۱۹۵۹ء میں کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی تربیت لینے کے لیے فلپائن، امریکہ، کینیڈا اور پورٹوریکو کے متعلقہ اداروں میں تربیت حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں بنیادی جمہوریتوں کے محکمے میں شامل ہوئے اور ۱۹۶۲ء میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر بن گئے۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء سے شیخوپورہ میں متعین ہیں۔ اور سب ڈویژن کی بنیادی جمہوریتوں کے نگران ہیں۔ ان میں تین ٹاؤن کمیٹیاں اور چھبیس یونین کونسلیں شامل ہیں۔ جن کا ذکر کتاب میں تفصیل سے موجود ہے۔ یہاں انتخابی ادارہ کے ارکان کی حیثیت سے بنیادی جمہوریتوں کے ممبر حضرات کے نام بھی درج کیے جاتے ہیں۔ اور ان حضرات کے نام بھی جو ابتدائی دور میں بنیادی جمہوریتوں کے رکن تھے۔ لیکن نامزدگیاں ختم ہونے کی وجہ سے یا نئے انتخابات میں حصہ نہ لے سکنے یا مقابلے میں ہار جانے کی وجہ سے ممبر نہ بن سکے۔ لیکن بنیادی جمہوریتوں کے نظام میں پیشرو ہونے کی حیثیت حاصل کر گئے۔

ٹاؤن کمیٹی	سابق ارکان	موجودہ ارکان
شرق پور	ملک منظفر علی، غلام محمد خاں، ملک برکت علی۔ میاں محمد صدیق مونگا۔ شیخ محمد صدیق کھرادنہ۔ شیخ محمد اشرف (نامزد)، پادری صادق مسیح (نامزد) ملک شیر علی۔ میاں محمد اسماعیل کابلی	ملک مظفر علی۔ ملک برکت علی۔ ملک شیر علی۔ میاں محمد صدیق۔ شیخ محمد صدیق شیخ محمد اشرف، حاجی بشیر احمد۔ خان
مریدکے	چوہدری محمد شریف۔ شیخ محمد صدیق۔ پیر بہاؤالدین۔ شیخ محمد بشیر۔ چوہدری غلام محمد۔ چوہدری محمد شفیع۔	غلام محمد خاں۔ حاجی سراج دین۔ فیض محمد۔ خدا بخش۔ محمد بشیر۔ منیر احمد محمد صدیق۔ چوہدری محمد شریف۔
نارنگ	ملک برکت علی عتیق۔ حکیم محمد یونس۔ بشیر احمد جھٹول۔ محمد صادق بٹ۔ مستری غلام قادر۔ چوہدری اللہ دتہ بنول (نامزد) صوفی محمد اسحاق (نامزد)	ملک برکت علی عتیق۔ محمد یونس مختار علی۔ بشیر احمد۔ سردار بشیر احمد
یونین کونسل آہدیاں	منتخب ممبر:۔ بشیر احمد بٹ۔ محمد طفیل۔ محمد شریف۔ محمد اسحاق	خوشی محمد۔ غلام محمد۔ نذیر احمد۔ محمد اسلم

یونین کونسل	سابق ارکان	موجودہ ارکان
	نذیر حسین۔ رحمت علی۔ خوشی محمد۔ عبدالرحمٰن۔ دین محمد رحمت علی اعوان۔ فیروز خاں۔ نور دین۔ قربان علی۔ نامزد ممبر:۔ محمد اصغر۔ پادری لطیف۔ فتح علی۔ چوہدری عنایت اللہ	رحمت علی۔ رحمت علی اعوان۔ اللہ دتہ۔ قربان علی۔ سلطان علی۔ یعقوب بیگ دین محمد۔
برج اٹاری	منتخب ممبر:۔ ملک محمد افضل۔ چوہدری فیروز دین۔ منشی عبدالغنی۔ چوہدری مشتاق احمد۔ چوہدری طالع محمد چوہدری بلند خاں۔ چوہدری الہ داد۔ نامزد ممبر:۔ چوہدری محمد یوسف۔ چوہدری محمود خاں۔ میرزا اسلم علی	محمود احمد۔ محمد دین۔ برکت۔ مشتاق احمد شیر۔ مقصود حسین شاہ۔
بوچھ	منتخب ممبر:۔ چوہدری امیر علی۔ خادم حسین۔ غلام سرور محمد رشید عالم۔ قائم خاں۔ سرور علی۔ جان محمد۔ عاشق حسین۔ نامزد:۔ اللہ رکھا۔	احسان الٰہی۔ خادم حسین۔ نصیر احمد۔ چراغ دین۔ سرور علی۔ بختیار علی خاں، محمد اسلم۔ امیر علی
بھرلنڈ	منتخب:۔ سید مہر علی شاہ۔ چوہدری چراغ دین۔ چوہدری سراج الدین۔ چوہدری عزیز احمد۔ چوہدری عنایت اللہ چوہدری اللہ دتہ۔ نعمت۔ خواجہ محمد طفیل نامزد:۔ ملک ولی محمد۔ ماسٹر حسن دین۔ سید صادق علی بخاری چوہدری معراج دین۔	عزیز احمد۔ محمد حسین۔ محمد حسین۔ محمد طفیل مصطفٰے حسین شاہ۔ مہر علی شاہ۔ برکت
پسیاں والہ	چوہدری اکبر علی، عنایت۔ محمد سلیم۔ محمد صابر۔ احمد خاں۔ محمد بخش۔ محمد شفیع۔ جمال دین۔ محمد مالک۔ ولی داد (نامزد) محمد خاں (نامزد) نور محمد (نامزد) محمد علی (نامزد)	عالم دین۔ ہدایت اللہ۔ محمد ملاکی۔ برکت علی۔ رحمت دین۔ منظور علی۔ محمد صابر نور محمد۔
جاتری کے	نذیر احمد۔ سردار احمد۔ محمد علی۔ محمد طفیل۔ حاجی شکر دین اللہ لوک۔ اللہ دتہ (نامزد) ذوالفقار علی (نامزد)	محمد طفیل۔ محمد امین۔ غلام رسول۔ نذیر احمد۔

جنڈیالہ کلساں	سردار خاں۔ وزیر علی خاں۔ حسین علی۔ محمد دین۔ الٰہی بخش شریف خاں۔ پیر محمد افضل۔ رفیق شاہ۔ قاضی عبدالحمید (نامزد) سردار محمد (نامزد) ابراہیم (نامزد) ملک مختار (نامزد)	سردار خاں۔ پیر محمد افضل۔ محمد دین وزیر محمد خاں
چک نمبر ۴۴	ملک محمد اشرف۔ عبدالعزیز۔ بشیر احمد۔ لٰسین۔ سردار خاں۔ محمد خاں۔ میجر غلام حیدر۔ محمد صدیق۔ دولت خاں پیر مرید حسین (نامزد) قاضی حسین بخش (نامزد) سردار جہانگیر (نامزد) ریاست علی (نامزد)	میجر مرزا اسدالدین احمد خاں۔ محمد اشرف بدر دین۔ منظور حسین۔ بشیر احمد۔ لبھا لٰسین سردار خاں۔ جہانگیر۔
ڈہلکے	رانا عبدالمجید۔ مشتاق احمد۔ تاج دین۔ محمد علی۔ محمد شفیع۔ محمد الیاس۔ محمد عاشق۔ امانت خاں۔ محمد حسین۔ محمد انور۔ عبدالکریم خاں (نامزد) شبیر محمد (نامزد) یعقوب خاں (نامزد) جان محمد (نامزد) فضل حسین شاہ (نامزد)	رانا عبدالمجید۔ مشتاق احمد۔ محمد رشید محمد حسین۔ محمد انور۔ نیاز علی شاہ۔ محمد شفیع وہاب دین۔ رشید علی۔
سہوال	سید شبیر اصغر۔ محمد حسین۔ چراغ دین۔ سراج الدین۔ جلال الدین۔ نور محمد۔ محمد اسحاق۔ حاکم علی۔ امیر بیگ۔ عمر دین۔ محمد رفیق۔ وہاب دین۔ فیاض خاں۔ سید نذر محی الدین (نامزد) محمد عارف شاہ (نامزد) ناظم علی ذوالفقار (نامزد) بہادر جنگ بہادر (نامزد) محمد صادق (نامزد)	ناظم علی ذوالفقار۔ اکبر علی۔ برکت علی۔ نور محمد۔ جلال دین۔ حاکم علی۔ محمد نیاز۔ نذیر احمد غلام محمد۔ سید بشیر اصغر۔ نذر محی الدین لال۔ شبیر۔ علم دین
شرقپور خورد	فقیر محمد۔ بشیر احمد۔ مہر فقیر اللہ۔ محمد حسین۔ محمد اقبال۔ رحمت علی۔ حاجی ابراہیم۔ لٰسین۔ نور محمد۔ محمد امین (چیئرمین) حسن محمد (نامزد) شیخ عبدالمالک (نامزد) منج دین (نامزد) بڈھے خاں (نامزد)	عمر دین۔ نسیم حسین۔ محمد اقبال۔ فقیر محمد نور محمد۔ مہر فقیر اللہ۔ سردار محمد۔ غلام لٰسین معراج دین۔ عبدالرحمٰن۔
قریشیاں والہ	پیر احمد شاہ۔ پیر عبدالجبار۔ الٰہی بخش۔ سراج دین	پیر عبدالجبار۔ پیر احمد شاہ۔ سراج

	برکت علی۔ غلام محمد۔ محمود علی خاں (نامزد)	نور محمد۔ رحمت علی۔ محمد
کالا خطائی	حمید علی (چیئرمین) عبدالرحمٰن۔ محمد خاں۔ محمد لوٹا۔ مختار علی محمد شفیع۔ دل محمد۔ فضل دین۔ مرزا خورشید بیگ۔ حوالدار رحمت علی (نامزد) جھنگا قل (نامزد) سید غلام رسول (نامزد)	محمد اصغر خاں۔ ابراہیم۔ مختار علی۔ محمد انور خاں۔ محمد شفیع۔
کھٹیالہ ورکاں	فرزند علی۔ عبدالحمید۔ سید عالم شاہ۔ چوہدری کلہ۔ فقیر محمد مبارک علی۔ نور محمد۔ رحمت علی۔ محمد لوٹا۔ ملک مراد۔ سید عالم۔ دوست محمد۔ دولت بی بی (نامزد) غلام سرور (نامزد) محمد شریف (نامزد) منور علی شاہ (نامزد) محمد رمضان (نامزد) شہباز خاں چیئرمین (نامزد)	شہباز خاں۔ علم خیر۔ مبارک احمد۔ برکت علی محمد۔ محمد ابراہیم۔ غلام رسول۔ غلام رحمت فقیر محمد۔
کوٹ پنڈی داس	ملک رحیم بخش (چیئرمین) ظفر حسین۔ عبدالرشید۔ عنایت حسین۔ محمد اقبال۔ محمد شریف۔ ریاض خاں۔ ابراہیم اکبر علی۔ ابراہیم۔ داد خاں۔ آفتاب احمد۔ جمال دین۔ محمد عاشق۔ احمد خاں۔ سید محمد (نامزد) مہدی خاں (نامزد) بشیر احمد (نامزد) عبدالعزیز (نامزد) بشیر احمد (نامزد) راجہ سردار خاں	ابراہیم۔ محمد دین۔ رحیم بخش۔ حفیظ۔ محمد شریف۔ عبدالغفور خاں۔ عبدالرشید ظفر حسین۔ محمد اسلم۔ محمد شریف۔ محمد لوٹا محمد علی۔ بشیر احمد۔ فضل حسین۔
کوٹ محمود	محمد اسمٰعیل۔ محمد حسین۔ اصغر علی۔ کمال دین۔ اللہ دتہ۔ عبداللہ۔ محمد علی۔ شاہ محمد۔ جھنڈا۔ نواب۔ پیر اللہ دتہ۔ دین محمد۔ محمد صدیق۔ حسن دین۔ بشیر احمد۔ سید امجد علی (نامزد) محمد صادق (نامزد) برکت علی (نامزد) امجد علی (نامزد)	ملک محمد حیات۔ دین محمد۔ محمد صدیق۔ امجد علی شاہ۔ محمد اسماعیل۔ بشیر احمد محمد حسین۔ نواب۔ محمد انور۔ کمال دین۔ اللہ دتہ
گھڑیال کلاں	چوہدری محمد اقبال۔ مولوی محمد شریف۔ برکت علی۔ لال دین۔ ڈوگر بہاول خاں۔ ثناء اللہ۔ محمد صابر (نامزد) ایل۔ الیس سلرس	عصمت اللہ۔ قاسم۔ رشید احمد۔ دین محمد۔ ثناء اللہ۔

لانبڑے	فضل حسین صاحب چیئرمین۔ رحیم بخش صاحب۔ چوہدری نوازش علی۔ چوہدری غلام رسول چوہدری الطاف حسین چوہدری مدد علی چوہدری محمد خاں چوہدری رحمت علی (نامزد) منظور بیگم۔ چوہدری معاف علی محمد نواز	محمد علی۔ شفیع۔ معاف علی۔ مدد علی نوازش علی۔ غلام رسول۔ فضل حسین
لبان والہ	ملک برکت علی چیئرمین۔ معراج دین۔ پیر فتح محمد۔ شاہ محمد ہدایت علی۔ علی محمد۔ محمد شریف۔ الہ دین۔ نامزد:۔ محمد شفیع۔ حکیم محمد اسحاق حوالدار مشفق احمد حسین محمد	ملک برکت علی۔ رحمت علی۔ احمد علی۔ ثناء اللہ محمد شفیع۔ الہ دتہ۔
مانانوالہ	چوہدری محمد علی چیئرمین۔ محمد انور۔ غلام رسول۔ جمعہ خاں۔ برکت علی غلام علی۔ منظور احمد۔ حاجی بشیر احمد۔ دولت علی۔ نثار احمد نامزد ممبر:۔ رحمت علی۔ حافظ عبدالرشید۔ قائم دین۔ نذیر احمد۔ امام دین	دولت علی۔ محمد خاں۔ فضل دین۔ محمد اکبر۔ غلام علی۔ نذیر احمد۔ دتے خاں۔ برکت علی عنایت اللہ۔ رحمت علی۔ محمد علی۔
مڑھ بھنگواں	چوہدری کرامت علی چیئرمین۔ رحمت علی۔ لیاقت حسین۔ نامزد ممبر:۔ عبدالرحمن۔ محمد جعفر۔ یعقوب۔ محمد صدیق	راؤ عبدالقوی۔ محمد صدیق۔ محمد اکبر صالح محمد مختار احمد۔ محمد شریف۔ محمد یار۔ تاج دین محمد شفیع۔ عبدالرحمن۔
مبارک پور	چوہدری محمد اختر چیئرمین۔ عبدالغفور۔ نذیر احمد۔ شہاب الدین مراد علی۔ فقیر محمد۔ خیر محمد۔ حاکم علی۔ نامزد ممبر:۔ راؤ عبدالسمیع۔ ظہور احمد شاہ۔ مبارک خاں۔ ارشد علی	شیر محمد خاں۔ حاکم علی۔ فقیر محمد۔ محمد اختر سراج دین۔ نذیر احمد
ملک پور	اکبر علی خاں چیئرمین۔ محمد یوسف۔ قائم علی خاں۔ غلام نبی۔ اکبر علی حامد علی۔ عبدالکریم۔ اظہر علی۔ محمد یعقوب (نامزد) منشی فقیر علی (نامزد) رحمت اللہ (نامزد)	محمد یعقوب۔ محمد یوسف۔ محمد سجاد رخاں ننھے خاں۔ محمد اسماعیل
ملیاں کلاں	ملک محمد اکرم چیئرمین۔ چوہدری نذیر۔ محمد حیات۔ خوشی محمد۔ خان محمد۔ رحمت علی۔ محمد طفیل۔ خوشی محمد بھٹی۔ ریاض خاں فیض احمد۔ امام دین (نامزد ممبر)۔ محمد عبداللہ۔ صفدر علی۔ مقبول شاہ	محمد اکرم۔ محمد حیات۔ نذیر احمد۔ خان محمد۔ رحمت اللہ۔ طفیل محمد۔ خوشی محمد۔ شاہ محمد۔ فیض احمد۔

(باقی صفحہ ۱۰۴ پر)

سب ڈویژن فیروزوالہ

کی

ٹاؤن کمیٹیاں

○

فہرست

۱۔ شرق پور

شرق پور اس سب ڈویژن (بلکہ لاہور ڈویژن) کی بہت پُرانی بستی ہے۔ اور نہ صرف گردشِ ایام کی بے شمار حکایتیں اس سے وابستہ ہیں۔ بلکہ اسلامی تہذیب و ثقافت کی روایات بھی دامن حیات میں رکھتی ہے۔ ضلع شیخوپورہ اور سب ڈویژن فیروزوالہ سے اس کا تعلق نیا ہے۔ لیکن انسانی زندگی سے اس کے رابطے بہت پرانے ہیں اور بعض آثار و علائم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بستی کی عمر کم سے کم تین ہزار برس[1] ہے۔ ممکن ہے اس وقت اس بستی کا نام کچھ اور ہو۔ اس کے گرد و نواح میں بعض بستیوں کے نام آریہ تہذیب کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً مہادیوی۔ سنگرہ۔ کلال وغیرہ۔ لیکن اس کا موجودہ نام شرق پور اسلامی تہذیب اور اس کی نئی تعمیر پر دلیل ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ شرق پور مسلمانوں کے زمانے میں نام پڑا۔ اور یہ تاریخی نام ہے۔ بحساب ابجد شرق پور کے ۸۰۰ اعداد ہوتے ہیں اور نویں صدی ہجری کا زمانہ اس برصغیر میں مسلمانوں کی فتوحات و کشور کشائی کا زمانہ تھا۔

چونکہ شرق پور راوی کے مغربی کنارے پر آباد ہے اور میدانی خطوں میں دریاؤں کا رُخ مغرب کی جانب ہی رہتا ہے اس لیے اس بستی کو راوی نے بارہا اُجاڑا۔ اور جب مسلمان یہاں آئے تو اُس وقت یہ خطہ دریا کی بیٹ میں ایک جنگل بیلے کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ جس میں گوجروں کا ایک آدھ خاندان (جس کا ذریعہ معاش دودھ دینے والے جانور پالنا تھا) ہی اس چراگاہ میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ آج بھی اس خاندان کے افراد شرق پور کے سب سے قدیم باشندے سمجھے جاتے ہیں۔

سابق پنجاب میں شرق پور نام کی کئی بستیاں تھیں۔ اور آج بھی ہیں۔ دو تو اسی سب ڈویژن میں ہیں۔ ایک تو یہی شرق پور جہاں ٹاؤن کمیٹی قائم ہے۔ دوسرا شرق پور خورد جو ایک یونین کونسل کا صدر مقام ہے۔ قدیم کاغذات و اسناد میں خصوصاً آدینہ بیگ[2] کے ذکر میں مضافات لاہور میں ایک نام شرق پور ٹی کا آتا ہے۔ وہ اب بست جالندھر میں ایک بستی کا نام بھی شرق پور

---

[1] سکھوں کے زمانے میں نئی تعمیرات کے لیے کھدائی کے وقت یہاں بہت پرانے آثار برآمد ہوئے تھے۔ جن کی عمر کا اندازہ تین ہزار برس کیا گیا تھا۔

[2] اسی لیے آدینہ بیگ کے اصل وطن پر اب تک بحث جاری ہے کہ کونسا شرق پور تھا؟ شرق پور ٹی کا فاصلہ کتابوں میں لاہور سے بیس میل لکھا ہے۔ اور یہ شرق پور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ لاہور سے پرانے راستوں کو نظر میں رکھا جائے تو صرف بارہ تیرہ میل کی مسافت پر ہے۔ پکی سڑک چونکہ شاہدرہ سے پھیر کر آتی ہے۔ اس لیے موجودہ فاصلہ انیس میل کچھ زیادہ لگتا ہے!

ہے اور ضلع انبالہ میں براہ ریلوے سٹیشن سے شمالی سمت سے تھوڑا سا ہٹ کر مغربی طرف کو میل بھر کے فاصلے پر ایک بستی اس نام کی تھی۔ جہاں کے حکیم سید رجب علی (نابینا) اعجاز کی حد تک حذاقت کے لیے دور دور مشہور تھے۔ ان کے صاحبزادے ڈپٹی محمد باقر قیام پاکستان کے بعد گوجرانوالہ (نانک پورہ) اٹھ آئے تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اور ان کے پوتے سید مظاہر حسنین سرگودھا کے ممتاز وکلاء میں اور سیاسی کارکنوں میں اچھی شہرت کے مالک ہیں۔ ان تمام بستیوں کے نام یا تو تاریخی ہو سکتے ہیں یا پھر علمائے اشراقیئین اور صاحب کشف صوفی حضرات نے اشراق کی رعایت سے ان بستیوں کا نام شرق پور رکھا ہو۔ دونوں صورتوں میں اتنا تو ثابت وظاہر ہے کہ یہ بستیاں مسلمانوں کے دور اقتدار میں بسائی گئیں۔

موجودہ بستی کے بانی

چونکہ یہاں تاریخ شرق پور کی تفصیل مقصود نہیں ہے۔ محض بستی کے تاریخی پس منظر کا ذکر ہے۔ اس لیے بعض مستند تحریروں سے موجودہ نئی بستی کے جن آبادکاروں کے نام معلوم ہو سکے۔ وہ یہ ہیں :-

۱۔ حافظوں کا خاندان۔

۲۔ شیخ محمد قائم صاحب کا خاندان۔

۳۔ عثمان ولد جمال گوہر۔

۴۔ پیر محمد نین۔

۶۔ ڈاہروں کا خاندان۔

موجودہ بستی کی بنیاد دسی گیارھویں صدی ہجری کے آخری دہے یا بارھویں صدی کے پہلے دہے میں پڑی۔ حافظ محمد جمال[۱] صاحب کی قبر پر جو کتبہ ہے۔ اس پر تاریخ وفات سنہ ۱۱۲۶ ہجری ہے۔ یہی سال حضرت شاہ مراد نوشاہی کے وصال کا ہے اس سے چھ برس پہلے سنہ ۱۱۲۰ میں شیخ محمد قائم صاحب شاہجہان کے عہد حکومت میں اس علاقے کی آبادکاری کا پروانہ حاصل کر کے یہاں آئے تھے۔ لیکن حافظ محمد جمال کے بزرگ حافظ محمد یوسف اور حافظ محمد صادق پہلے ہی یہاں آباد تھے۔ اس لیے حافظوں کے خاندان کو موجودہ شرق پور کا بانی کہنا چاہیئے۔ چونکہ گرد و نواح میں رقبہ بہت تھا۔ اس لیے بعد میں لوگ

۱۔ یہ بزرگ اورنگ زیب کے شہزادوں کے اتالیق تھے۔ ان کا اصل وطن فتح گڑھ تھا۔ شرق پور میں ان کے بڑے علاقے کو جاگیر ملی تھی۔

آ کر آباد ہوتے رہے۔ اور حافظوں کے خاندان نے تو کئی پشتوں تک شرق پور کی آبادی اور رونق بڑھانے کے لیے اپنی بود و باش کی اور زرعی زمینوں پر لوگوں کو آباد کیا۔ شاہجہان کے عہد میں ڈاہروں نے بھی اس خطے کی شادابی و زرخیزی کے لیے بڑی کوشش کی اور چند وڈیروں کے دوش بدوش (جو حافظ صاحبان کی برادری کا گوت ہے) ڈاہرانوالہ آباد کیا۔ جو اب ڈوہرانوالے کے نام سے مشہور رہے۔ اور جہاں قطب وقت حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندی اور ان کے علاتی بھائی حضرت میاں غلام اللہ صاحب کے (جو ثانی صاحب کے نام سے معروف ہیں) مزارات ہیں (دونوں بھائی ایک ہی لحد میں آسودہ ہیں)

تاریخ کے موڑ

شرق پور میں محلوں کے نام بھی اس کی تاریخ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ محلہ ہرنی شاہ۔ حکیم گڑھی۔ ٹھٹھہ الچیاں، دھڑاں پورہ وغیرہ ایسے ہی نام ہیں۔ لیکن موجودہ بستی اپنی تاریخ سے بے نیاز سی ہوتی جاتی ہے۔ اور طبعی عوامل ایک نئی تاریخ گری میں مصروف ہیں۔ اب زندگی کے ہر دائرے میں تغیر و تبدل نے نئے نقوش اُجاگر کر دیئے ہیں۔ حتیٰ کہ قبرستان بھی زندگی کی نئی گرفت میں آ گئے ہیں۔ اس بستی کے اصل بانیوں یعنی رامی قبیلے کے لوگوں کا اثر و رسوخ اب ملک منظور علی صاحب رئیس بلدیہ کی ذات گرامی تک ہے۔ کچھ تو دریائے راوی نے اس کاشتکار برادری کی زمینوں کو برباد کر دیا ہے اور کچھ شیخ برادری کی مسلسل محنت و تنظیم نے نئی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ شرق پور کی تمام تجارت اور موٹر ٹرانسپورٹ کا کاروبار کلیتہً شیخ برادری کے ہاتھ میں ہے۔ کچھ لوگ اگرچہ بعد میں فیض پور (کلاں) سے اُٹھ کر آئے اور بعض قدیم باشندے بھی ہیں۔ جن میں ڈھینگرہ، کھرالانہ اور گولا بیٹہ زیادہ نمایاں ہیں۔ انگریزوں کے ابتدائی دور میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کا عمل دخل تھا اور نسبتاً امن امان تھا، شیخ برادری کے اور لوگ باہر سے یہاں آ کر آباد ہوئے اور اب ان کے ذکر کے بغیر شرق پور کا ذکر نامکمل رہتا ہے۔

معاشی ردّوبدل

زراعت کے ساتھ ساتھ تجارت نے سر اُبھارا، تو مختلف معاشی وسائل بروئے کار آئے۔ اگرچہ بستی کا ڈول پُرانا تھا۔ گلیاں اور گزرگاہیں تنگ تھیں، تاہم بازار قائم ہوا۔ دروازے بنے۔ جن کے اندر انگریزی کے حرف T کی صورت میں دکانیں بنتی، سجتی اور جمتی چلی گئیں۔ منڈی کے دروازے سے بازار شروع ہوتا ہے۔ پھر آگے چل کر دو بازوؤں میں تقسیم

ہو جاتا ہے۔ بایاں پہلو ملکانہ دروازے پر حکیم گڑھی کے سامنے ختم ہوتا ہے اور دایاں بازو حافظوں کے ڈیرے کی طرف۔ بستی کے اندر پختہ عمارات کا سلسلہ شروع ہوا۔ دو منزلہ، سہ منزلہ مکانات بنے۔ اڈے سے ایک پکی سڑک لیکن قدرے خستہ سڑک ملکانہ دروازے سے ہوتی ہوئی دھل پورہ کو چلی گئی۔ اسے قصبے کی اپروچ روڈ اور سرکلر روڈ کہنا چاہیئے سکول بنے، تھانہ قائم ہوا، تحصیل بنی، ہسپتال بنا، جنگلات اور زراعت کے محکموں کے دفتر قائم ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۴ء تک شرق پور ضلع لاہور کی تحصیل تھی۔ پھر تحصیل بنی، سنہ ۱۹۱۱ء کے بعد اسے ضلع گوجرانوالہ سے ملحق کر دیا گیا۔ اور پہلی جنگ عظیم کے بعد جب سنہ ۱۹۲۲ء میں شیخوپورہ کے نام سے نیا ضلع قائم ہوا تو شاہدرہ کو تحصیل قرار دے کر شرق پور کو سب تحصیل بنا دیا گیا اس کے بعد یہاں لڑکوں کے لیے ہائی سکول بنا، لڑکیوں کے لیے ٹریننگ سکول قائم ہوا جس میں پہلے جے۔ وی اور ایس۔ وی دونو کلاسیں تھیں۔ اب صرف ایس۔ وی کلاس ہے اور ہائی سکول بھی اس سے ملحق ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی نے پکا گیٹ، لاہوری گیٹ، ملکانہ گیٹ اور گوجرانوالہ گیٹ سے باہر پاؤں پھیلائے۔

آبادی

اس بستی کی آبادی انیسویں صدی کے آخر میں ساڑھے چار ہزار تھی۔ جس میں پانسو سے کچھ اوپر ہندو، دو سو سے کچھ کم سکھ اور باقی مسلمان تھے۔ بیسویں صدی کے ساتویں دہے کی ابتدا (یعنی سنہ ۱۹۶۱) میں مردم شماری ہوئی تو آبادی دس ہزار کے پھیر میں تھی۔ اس میں تھوڑی سی تعداد ٹاؤن ہال کے سامنے ایک بستی میں عیسائی حضرات کی ہے۔ باقی سب مسلمان ہیں اور ساتویں دہہ ختم ہوتے تک آبادی پندرہ ہزار ہو جائے گی۔ اب اڈے سے قصبے تک برابر آبادی ہوتی جا رہی ہے۔ زرعی رقبہ کاغذات مال میں تین ہزار چھ سو اکسٹھ ایکڑ ہے۔ لیکن زیر کاشت رقبہ اس سے قدرے کم ہے۔ بعض اچھے شاداب و سرسبز ٹکڑے راوی کی لپیٹ میں آ چکے ہیں۔ اور کچھ عمارتوں اور آبادی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لیے مخصوص ہوتا جا رہا ہے۔ قصبے کی آبادی نو حلقوں میں تقسیم ہے۔ ہر حلقے سے ٹاؤن کمیٹی کا ایک نمائندہ منتخب ہوتا ہے تجارتی اور معاشی کاروبار کے مالی سہاروں کے سلسلے میں امداد باہمی کی تین انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ قصبے میں نیشنل بنک آف پاکستان اور یونائیٹڈ بنک کی شاخیں بھی، ڈاکخانہ بھی ہے۔ تار گھر بھی اور ٹیلیفون بوتھ بھی ہے۔ اب قصبے میں بجلی بھی پہنچ گئی ہے۔ جس سے اس کے در و دیوار اور کوچہ و بازار جگمگا اٹھے ہیں۔ لیکن بجلی کی سپلائی کا انتظام بھی

تسلی بخش نہیں ہے۔ اگرچہ واپڈا کا دفتر کھل گیا ہے لیکن بجلی کا مرکزی دفتر لائل پور میں ہے۔ اور صارفین بجلی جہاں تک سپلائی کے تسلسل اور باقاعدگی کا تعلق ہے۔ شکوہ بلب رہتے ہیں۔ زچہ بچہ کی خبر گیری کے لیے ایک ہیلتھ سنٹر بھی ہے جس کی خدمات کا سلسلہ بہت مفید ہے۔ اب تک قصبے میں اڑھائی ہزار مکانات تعمیر ہو چکے ہیں اور ان میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ دو منڈیاں بھی سبزی اور اجناس کی خرید و فروخت کے لیے ہیں۔

وسائل

ٹاؤن کمیٹی کا بجٹ سالانہ اسی ہزار روپے سے زیادہ ہے۔ وسائل آمدنی میں محصول چنگی سب سے بڑی مد ہے رئیس بلدیہ چونکہ ان بزرگوں کی اولاد سے ہیں جنہوں نے یہ بستی آباد کی اور اس کی رونق کے لیے ہمیشہ ایثار سے کام لیا اس لیے وہ بیرونی امداد پر کم تکیہ کرتے ہیں اور کمیٹی کو اپنے پاؤں پر کھڑا رکھنا چاہتے ہیں۔ تعمیری سب کمیٹی، فنانس کمیٹی اور ہیلتھ سب کمیٹی کے اخراجات بوجہ احسن پورے ہوتے ہیں اور سب کمیٹیاں اپنا کام بہت اچھی طرح انجام دیتی ہیں۔ سنہ ۱۹۶۴ء میں ٹاؤن کمیٹی نے چھ تعمیری منصوبے مکمل کیے۔ جن میں گلیوں کے فرش، پختہ بدررؤں کی تعمیر، کچے راستے، ٹیوب ویل، پبلک پارک اور گلیوں کی روشنی شامل ہیں۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں پکی سڑکوں، نالیوں اور پبلک لائبریری کے منصوبے تکمیل کی حد کو پہنچ رہے ہیں۔ ٹاؤن کمیٹی جن بنیادوں پر قائم ہے ان کا سنگ بنیاد ۱۸۶۷ء میں رکھا گیا تھا۔ لوکل سیلف گورنمنٹ کے تحت مختلف مرحلوں سے گزر کر سنہ ۱۹۶۰ء میں ٹاؤن کمیٹی بنی

تعلیم

شرق پور ابتدا سے ہی ایک مضبوط اور پرکشش مرکز تعلیم رہا ہے اور یہاں ہر دور میں اہل فکر و نظر اپنے بزرگانہ اور معلمانہ ارشادات سے لوگوں کی زندگیوں کو سنوارتے اور نکھارتے رہے ہیں۔ غلبۂ اسلام کے لیے یہاں بعض بزرگان دین نے فتح قلوب کے جو کارنامے انجام دیئے وہ غازیان تیغ زن کے مجاہدانہ کارناموں سے کہیں زیادہ دیرپا اور مفید ثابت ہوئے اور باطنی توجہ نے اسلامی قدروں کو جو جلا ان بزرگوں کی نگہ فیض اثر سے ملی، اسی کا نتیجہ تھا کہ سکھ گردی کے زمانے میں بھی لوگ ثابت قدم رہے اور بڑی پامردی سے خارجی دباؤ کی مدافعت کی۔ مغربی تہذیب نے جب پرانی قدروں پر حملہ

گیا۔ اس وقت بھی یہاں کے لوگ اپنی ثقافتی قدروں کی حفاظت اپنے ایمان کی طرح کرتے رہے۔ جن بزرگانِ دین نے یہاں علم و معرفت کے چراغ جلائے۔ ان میں اولیت کا فخر تو خاندانِ حفاظ کو ہے جنہوں نے اس قصبے میں درسگاہ نظامی قائم کر رکھی تھی۔ جہاں تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ ان کے بعد جو اہل اللہ اور صوفیائے کرام یہاں لوگوں کو وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کی حدود سے آگے لے گئے اور جنہوں نے روحانی تعلیمات سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو نئی اور حقیقی روشنی بخشی۔ ان میں سرِفہرست شاہ مراد نوشاہی کا نام ہے۔ نوشاہیہ سلسلہ فقیروں کے سلسلہ قادری کی ایک شاخ ہے جو حاجی محمد نوشہ سے منسوب ہے۔ یہ صاحب شاہ مراد کے دادا پیر تھے۔ شاہ صاحب عالم با عمل، صاحب تصنیف اہل حق بزرگ تھے۔ خواجہ محمد سعید چشتی اور حضرت میاں شیر محمد صاحب بھی آپ کے مزار پر حاضر ہوتے رہے۔ شاہ مراد نوشاہی بارھویں صدی ہجری کی آخری سہ ماہی کے سرے پر ۱۱۹۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ ان کا عرس ۴، ۵ ماہ اساڑھ کو بکرمی تقویم کی رُو سے منایا جاتا ہے۔ حضرت میاں ہرنی شاہ انہی کے فرزند و خلیفہ تھے۔ لیکن جس طرح باپ اصل نام عبدالرحمٰن کی جگہ شاہ مراد کے عرفی نام سے مشہور ہوئے۔ اسی طرح میاں ہرنی شاہ کا نام بھی کم لوگ جانتے ہیں کرامت علی تھا۔ امانت علی صاحب نے ہرنی کا معجزہ نظم کر کے شاہ مراد کو سنایا تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اُسی عالم میں فرمایا واہ میاں ہرنی شاہ! اپنے نامور باپ کے بعد انتیس سال خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے اور تیرھویں صدی کی ابتدا میں ۱۲۰۵ھ کے ماہ ذوالحجہ میں ۲ تاریخ کو عالم آخرت کا سفر اختیار کیا۔ ان کے ایک خلیفہ میاں برخوردار تھے۔ جن کا عرس شرقپور میں دادا پیر کے عرس کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ ان کا مزار چاہ ڈھا نوالہ پر ہے۔ خواجہ محمد سعید چشتی سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بزرگ ہیں۔ ان کا عرس بھی اساڑھ کی پندرہ کو ہوتا ہے۔ اور ہر چاند کے مہینے میں آپ کے مزار پر ایک شب چراغاں منائی جاتی ہے۔ تذکرہ غوثیہ میں بھی آپ کا ذکر ہے۔ شرق پور کی خوجہ برادری کے حق میں آپ کی دُعا قبول ہوئی۔ اور آپ کے الفاظ اندر کھوجے، باہر کھوجے، کھوجے ہی کھوجے کا نقشہ دنیا کی نگاہوں کے سامنے آگیا۔ قاضیوں کے خاندان میں ایک مجذوب قاضی غلام مرتضیٰ کا ذکر بھی اہل اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ قاضیوں کا خاندان شرق پور کے پرانے خاندانوں میں سے ہے۔ یہاں ۱۱۴۲ھ میں پہلی اسلامی عدالت قائم ہوئی تھی۔ یہ زمانہ محمد شاہ رنگیلے کا تھا۔ عہدہ قضا پہ قاضی مولوی محمد صاحب متمکن ہوئے۔ اس نظام کے آخری فرد قاضی سعداللہ صاحب تھے۔ جو سکھوں کے زمانہ میں اس عدالت کے سربراہ تھے۔ شرقپور اس وقت ہری سنگھ نلوہ کی جاگیر تھا۔ اس نے اپنے نام پر ایک کنواں لگوایا۔

ایک محلہ آباد کیا۔ اپنے بھائی رام سنگھ کے نام پر قلعہ رام سنگھ آباد کیا۔ ان میں سے اب چاہ ہری سنگھ اور قلعہ رام سنگھ کا نام باقی ہے۔ ایک گاؤں اسی زمانہ کا قلعہ لال سنگھ کے نام سے بھی آباد ہے۔ موجودہ چاہ ماڑی اور قلعہ رام سنگھ کے مقام پر دو مرتبہ مسلمان مجاہدوں نے سکھا شاہی کی کامیاب مدافعت کی۔ قاضی شیخ محمد نے مسلمان مجاہدین کو اپنے دلآویز وعظ و خطبات سے سرفروشی کی حد تک مدافعت پر آمادہ کر لیا تھا۔ دونوں معرکوں میں مسلمان کامیاب رہے۔ ۱۲۸۰ھ ہجری میں انگریزی نظام اپنی جگہ بنا رہا تھا۔ قضا کا عہدہ ختم ہوا۔ اور انگریزی عدالتیں قائم ہونے لگیں۔ قاضیوں کا خاندان اب بھی شرق پور میں آباد ہے اور اپنی برادری میں بھی معزز ہے۔ اور دوسروں کی نگاہوں میں بھی۔

جب علم و حکمت کے پرانے چراغ بجھے اور نئی روشنی آئی تو تعلیم کے لیے شرق پور میں مکتب و مدرسے قائم ہوئے لیکن اسلامی ثقافت کا اثر ہر زمانے میں غالب رہا۔ اس لئے اس خاک زندہ سے انگریزی عہد حکومت میں بھی اللہ کا ایک شیر پیدا ہوا۔ جس نے اسلامی تعلیمات سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ اپنے کردار کی بلندی سے قرن اول کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دی۔ یہ حضرت میاں شیر محمد صاحب[1] شرقپوری تھے۔ جو ۱۹۲۹ء تک مقام رشد و ہدایت سے خلق خدا کی رہنمائی کرتے رہے۔ لیکن دو تہذیبوں کی ٹکر میں پانسہ مغربی تہذیب کے حق میں پلٹ چکا تھا اس لیے درس گاہ حضرت میاں صاحب اور درس گاہ اہل حدیث سے کہیں زیادہ تعلیم کے بارے میں لوگوں کا رجحان و میلان انگریزی اور سرکاری مدرسوں کی طرف رہا۔ ۱۹۲۶ء میں یہاں ایک ہائی سکول لڑکوں کے لیے قائم ہوا۔ جب اب گورنمنٹ پائلٹ ہائی سکول کے نام سے موسوم و معروف ہے۔ ۱۹۳۷ء میں نارمل سکول برائے طالبات قائم ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد لڑکیوں کا ایک مڈل سکول بھی قائم ہوا جو پہلے پرائمری تک اور غیر سرکاری ہاتھوں میں تھا۔

نوٹ:- شرق پور کے حالات میں مرتب نے جناب نصرت نوشاہی کی فراہم کردہ اطلاعات سے بھی کسی حد تک استفادہ کیا ہے۔

---

[1] ان کا مزار اب محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے اور ایک عرس بھی سرکاری طور پر منایا جاتا ہے۔ لیکن ان کے سجادہ نشین صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب اپنے طور پر بھی حضرت اعلیٰ و حضرت ثانی کا عرس مناتے ہیں۔ حضرت میاں شیر محمد کے بارے میں متعدد اہل قلم کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کا تفصیلی ذکر وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ یہ بزرگ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے متعلق ہیں۔ ان کا مزار مرجع خلائق ہے اور شرقپور کو ان کی نسبت گرامی سے شرقپور شریف کہا جاتا ہے۔

گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول شرقپور

سکول ہذا کی مختصر تاریخ

سنہ ۱۸۶۱ء میں محکمہ تعلیم کے زیرِ اہتمام شرقپور میں ایک پرائمری سکول کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں طلبا کی تعداد صرف ۵۰ پچاس تھی۔ اس ابتدائی تعلیمی ادارہ کے ہیڈ ماسٹر بوٹا سنگھ تھے۔ سنہ ۱۸۶۸ء میں طلبہ کی تعداد پچاس سے بڑھ کر (۱۰۰) سو ہو گئی۔ اس وقت مولوی نور الدین صاحب صدر معلّم کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سنہ ۱۸۹۰ء سے پہلے طلبہ کے لیے سکول کی کوئی عمارت نہ تھی۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں موجودہ ہسپتال کے مقام پر پرائمری سکول کی عمارت تعمیر کی گئی جس کے آثار اب بھی سول ہسپتال کے کونے میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

قارئین یہ پڑھ کر شاید متعجب ہوں کہ شرقپور اور اس کے گرد و نواح کے دور اُفتادہ گاؤں میں اس وقت صرف یہی واحد تعلیمی ادارہ تھا۔ تعلیم کے خواہشمند طلبہ کو کافی مسافت طے کر کے سکول پہنچنا پڑتا تھا۔ اس تکلیف کے پیشِ نظر تحصیل روڈ پر سنہ ۱۸۹۲ء میں پرائمری سکول کے طلبہ کے لیے اقامت گاہ بنائی گئی۔ اس وقت بورڈرز کی تعداد صرف انیس ۱۹ تھی۔ یہ عمارت امتدادِ زمانہ سے کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہے۔ لیکن اس وقت تک اس عمارت کے آخری لمحے سے بھی متمتع ہونے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ اب تک یہ عمارت ہائی سکول کے بورڈنگ کی حیثیت سے استعمال کی جا رہی ہے۔ بورڈنگ ہاؤس کا سنگِ بنیاد گورنر پنجاب نے رکھا تھا۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں اس سکول کو مڈل کا درجہ دے دیا گیا۔ اور مڈل سکول کے پہلے ہیڈ ماسٹر مولانا محمد دین ثابت مقرر ہوئے جو کہ بہترین شاعر، ادیب اور خوشنویس بھی تھے۔ ان کے تبدیل ہونے کے بعد چراغ علی باری جو کہ بہت بڑے مفکر تھے۔ صدر معلم کی خدمات سرانجام دینے لگے۔

آہستہ آہستہ تعلیمی رجحان میں اضافہ ہوا اور موجودہ ہائی سکول کی تعمیر کروائی۔ جو دس کمروں اور چھوٹے ہال پر مشتمل تھی۔ اس سکول کا نام گورنمنٹ ہائی سکول رکھا گیا۔ اور اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر پیر ولایت علی مقرر ہوئے۔ جو کہ بھیرہ ضلع خوشاب کے رہنے والے تھے۔ جونہی ہائی سکول کی عمارت مکمل ہوئی مڈل سکول ختم کر کے اس عمارت میں محکمہ صحت کے زیرِ اہتمام سول ڈسپنسری

بنائی گئی۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں مڈل سکول کی عمارت گرا کر سول ہسپتال بنایا گیا۔ سنہ ۱۹۴۳ء میں چوہدری عبد الواحد صاحب نے صدر معلم کا عہدہ سنبھالا۔ آپ بہت اچھے منتظم اور کارکن تھے۔ اس کے بعد کئی ایک ہیڈ ماسٹر اس سکول میں مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹۵۴ء میں قاضی محمد ظریف صاحب نے اس منصب کی ذمہ داری قبول کی۔ آپ کا زمانہ سکول کے ماحول میں ایک انقلاب کا زمانہ تھا۔ آپ اپنے فرائضِ منصبی سے نہایت دیانتداری سے سبکدوش ہو گئے تھے۔ آپ کے عہد میں سکول ہذا نے پہلے کی نسبت زیادہ ترقی کی۔ سکول میں ادبی و علمی فضا انہی کی مرہونِ منت ہے۔ نادار طلبہ کی مدد کرنا وہ اپنا فرضِ اولین سمجھتے تھے۔

مراکشی طرز کی مسجد کی تعمیر، طلبہ میں ہاؤس سسٹم کا اجراء۔ لائبریری کی توسیع ٹیوب ویل سکیم۔ فٹ بال گراؤنڈ اور مسجد سے ملحقہ تفریحی پلانٹ انہی کے عہد کی یادگار ہیں۔ اس کے بعد لاہور ڈویژن کے انسپکٹر آف سکولز بھی رہے ہیں۔ اور اب سیکرٹریٹ میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔ اس کے بعد ظفر عالم صاحب ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اُنہوں نے قاضی صاحب کے نظام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ سید محمد بخاری بھی ہیڈ ماسٹر صاحبان کی فہرست میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی شخصیت کسی بیان کی محتاج نہیں آپ اس وقت رجسٹرار محکمانہ امتحانات کے عہدہ پر فائز ہیں۔

سنہ ۱۹۵۸ء میں خواجہ میر حسین صاحب جلیسی ہمہ صفت موصوف ہستی کا نزولِ اجلال ہوا۔ آپ کے ورودِ مسعود کے ساتھ سکول میں تعمیری دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اگر خواجہ صاحب کے عہد کو سکول کی تاریخ میں سنہری دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہر شعبہ میں آپ کی علمی بصیرت، انتظامی قابلیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سکول کی ترقی میں آپ کے حُسنِ انتظام اور ذاتی دلچسپی کا بہت ہاتھ ہے۔ آپ کے عہد میں سکول ہذا میں گوناگوں تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اُن کا ایک علیحدہ سرخی کے ماتحت ملاحظہ فرمائیں۔

اسی عہد میں یکم اپریل سنہ ۱۹۶۳ء کو اس سکول کو پائلٹ سیکنڈری سکول بنا دیا گیا۔ اور اس سے سکول نے ایک نیا رُخ بدلا۔ اس سکول میں تقسیم ہندوستان کے وقت ۱۵۴ طلبہ زیرِ تعلیم تھے لیکن اب ۹۵۰ طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ تعداد میں اس قدر اضافہ سکول کی خاطر خواہ ترقی اور عوام کی بے پایاں دلچسپی کی ضامن ہے۔

جن اصحاب نے سکول کا معائنہ کیا

ایک معمولی افسر سے لے کر قائدِ ملت تک نے اس سکول کا معائنہ کیا ہے۔ چند مایہ ناز ہستیوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:

۱. عبدالحمید دستی صاحب۔ ۲۔ ڈاکٹر خان صاحب۔ ۳۔ صوفی عبدالحمید صاحب۔
۴. فیروز خاں نون صاحب۔ ۵۔ کرنل عابد حسین صاحب

سکول کے فارغ التحصیل طلبہ میں اہم شخصیتیں

سکول کے قدیم متعلمین میں سے اکثر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ اور کئی ایک ملک کے دانشور طبقوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی مکمل فہرست پیش کرنے کے لیے اس مختصر مقالہ میں گنجائش نہیں۔ چند اہم طلبہ کے نام درج ذیل ہیں۔

۱. ناصر علی سجووال فلائٹ لفٹیننٹ
۲. ڈاکٹر محمود علی شرقپور ایم بی بی ایس (پنجاب) ایم۔ آر۔ سی۔ پی (لندن ایڈن برا گلاسکو) رجسٹرار ہرسٹ ہاسپٹل لندن
۳. ذوالفقار علی۔ ایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی پنجاب لیکچرار عربی پنجاب یونیورسٹی پی۔ ایچ۔ ڈی کیلئے لندن گئے ہیں۔
۴. نذیر احمد۔ بی۔ ایس۔ سی انجینیرنگ۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ گئے۔
۵. نور احمد۔ بی۔ ایس۔ سی انجینیرنگ، ڈیزائن آفیسر۔
۶. ڈاکٹر ریاض احمد ایم۔ بی۔ بی۔ ایس میڈیکل افیسر سعودیہ عرب
۷. حسن علی عباس۔ ایم۔ اے (عربی۔ انگریزی) پرنسپل کیڈٹ کالج حسن ابدال
۸. امان اللہ۔ ایم۔ اے نفسیات۔ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور
۹. ملک غضنفر علی ایم۔ اے لیکچرار گورنمنٹ کالج بہاولپور
۱۰. ملک مقبول احمد ایم۔ اے لیکچرار گارڈن کالج راولپنڈی
۱۱. شیخ محمد افضل۔ ایم۔ ایس۔ سی پروفیسر کیمسٹری پنجاب یونیورسٹی لاہور
۱۲. ملک بشیر مظفر لاء افیسر نیشنل بنک آف پاکستان
۱۳. نذیر احمد۔ ڈائریکٹر ترقیاتی کارپوریشن
۱۴. ملک محمد سرفراز۔ مجسٹریٹ درجہ اول لاہور

۱۵. سلطان احمد ایم۔ اے فزکس پی۔ ایچ۔ ڈی پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ
۱۶. گوہر نوشاہی پروفیسر اورنٹیل کالج۔ ۱۷۔ الطاف حسین ڈویژنل فارسٹ افیسر
۱۸. نثار احمد، منیر احمد۔ نائب تحصیلدار۔ ۱۹۔ ملک مہرالدین انسپکٹر پولیس
۲۰. منظور الٰہی گوندل بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل۔ ۲۱۔ شیخ نظام الدین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ
۲۲. شیخ محمد حسن بی اے ایل۔ ایل۔ بی وکیل۔ ۲۳۔ ملک ممتاز احمد ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ سی۔ ایس
۲۴. ملک جمیل احمد بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی وکیل۔ ۲۵۔ محمد منیر سیلف وے انسپکٹر

گورنمنٹ پائیلٹ سکول کا تفصیلی جائزہ

مذکورہ سکول لاہور سے لائلپور براستہ جڑانوالہ جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ عمارت کی بلڈنگ اگرچہ اس قدر وسیع نہیں ہے۔ لیکن خوبصورت درخت، تفریحی پلاٹ، کھیل کے میدان، پھلوں کے باغات، ٹیوب ویل وغیرہ اس کے حسن و خوبی کو دوبالا کیے ہوئے ہیں۔

یہ سکول مغربی پاکستان کا سب سے زیادہ کثیر المقاصد سکول ہے۔ اس میں سکینڈری درجہ تک بورڈ کے مقرر کردہ تمام تعلیمی گروپوں اور بیشتر مضامین کی تدریس کا انتظام کیا گیا ہے۔ طلبہ کے لیے ایک وسیع انتخاب کی گنجائش ہے۔ طلبہ اپنی دلچسپی اور افتادِ طبع کے مطابق مضامین اور گروپوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ مضامین کے انتخاب میں طلبہ کی مدد اور رہنمائی کے لیے گائیڈنس ٹیچر بھی سکول میں مستقل طور پر متعین ہیں۔

اس سکول میں مندرجہ ذیل گروپ موجود ہیں۔
۱. ہیومینٹی گروپ۔ ۲۔ سائنس گروپ۔ ۳۔ زراعت گروپ
۴. انڈسٹریل آرٹس گروپ۔ ۵۔ کامرس گروپ

سکول کے نمایاں خدوخال

۱. زراعت: سکول میں ۲۲ ایکڑ قابل کاشت زمین موجود ہے۔ ۲ ٹیوب ویل آبپاشی کیلئے نصب کئے گئے ہیں۔

ہل چلانے، بیج بونے، فصلوں کو کاٹنے کا انتظام، اساتذہ جو کہ زراعت کے ٹیچرز ہیں کرتے ہیں۔ اور یہ سارا کام زیادہ تر طلبہ انفرادی یا اجتماعی طور پر خود سرانجام دیتے ہیں۔ زراعت میں نئے نئے تجربات کیے جاتے ہیں جو کہ اکثر خاطر خواہ نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ سکول کی بعض فصلیں علاقہ بھر کی فصلوں سے سبقت لے جاتی ہیں۔ فن باغبانی کی طرف خاص توجہ مبذول کی جاتی ہے۔ لڑکوں کی مدد سے سکول میں سنگترے اور کنو کا نیا باغ لگایا گیا ہے۔ سکول کی نرسری میں پودوں کو پیوند کیا جاتا ہے۔ طلبہ گلاب کے پودوں کی قلمیں اور پیوند لگاتے ہیں۔ جن سے پھول کثیر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور سکول میں بہار کا سا سماں ہر وقت موجود رہتا ہے۔

انڈسٹریل آرٹس

سکول کے پائلیٹ سیکشن میں ووڈ ورک، میٹل ورک، الیکٹرک ورک، سکھانے کے لیے علیحدہ علیحدہ ورکشاپ موجود ہیں۔ جہاں فن کے ماہر تجربہ کار اساتذہ موجود ہیں۔ کوشش یہ کی جاتی ہے کہ طلبہ نظریاتی طور سے کہیں زیادہ عملی طور پر مختلف ٹریڈز کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی تربیت اس طریق سے انجام پاتی ہے کہ وہ سکول سے فارغ ہونے کے بعد اپنے فن کی بدولت روزی کمانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ورکشاپ کارخانوں کی طرح کام کرتے ہیں، جہاں لوہے لکڑی کا فرنیچر، کاٹنے کے اوزار، چھری، چاقو، قینچی اور اسی طرح کے دیگر اوزار بنائے جاتے ہیں۔ یہ کام ایک منصوبہ کے تحت کیے جاتے ہیں۔ اس لیے طلبہ اس میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔

کامرس

اس شعبہ میں طلبہ ٹائپ رائٹنگ کی تربیت کے علاوہ اصول کاروبار، تجارتی کاروبار، تجارتی حساب اور بک کیپنگ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

جب طلبا اس ادارہ سے فارغ التحصیل ہو کر جاتے ہیں تو وہ مختلف دفاتر اور بنکوں اور دوسرے تجارتی اور صنعتی اداروں میں نہایت خوش اسلوبی سے کام کرتے ہیں۔ اور کامیابی جلد انہیں ترقی کی منازل پر لے جاتی ہے۔

سائنس اور ہیومینٹی گروپ

سائنس اور آرٹس کی تعلیم کے لیے جدید اصول تعلیم اختیار کیے جاتے ہیں۔ سکول کے اکثر اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ اس وقت سکول میں ایم اے بی ایڈ۔ بی۔ ایس۔ سی بی ایڈ اور ایم ایڈ اساتذہ موجود ہیں۔

تمام اساتذہ اعلیٰ تعلیمی قابلیت کے مالک ہیں۔ وہ بچوں کی تربیت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ جماعتی تدریس میں نئے نئے تجربات کرتے ہیں۔ تدریسی کام میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے سکول میں گاہے بگاہے مکالمہ۔ ڈرامہ، مجلس مباحثہ۔ مجلس مذاکرہ منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ ہفتے میں دو دن ریڈیو پر پروگرام ہوتا ہے۔ پروگرام کے اختتام پر طلبہ اور متعلقہ ٹیچر نشر شدہ پروگرام پر تبصرہ کرتے ہیں جو ان کی معلومات میں اضافہ اور ان کی ذہنی نشوونما میں بالیدگی کا باعث بنتا ہے۔

سکول کی بزم ادب اس سلسلہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دے رہی ہے۔ طلبہ میں تعلیم کا شوق پیدا کرنے اور انہیں آئندہ زندگی کے لیے تیار کرنے کے لیے ان میں مقابلوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ اندرون سکول مقابلوں کے علاوہ ضلع بھر کے دوسرے سکولوں کے طلبہ سے بھی مقابلے ہوتے ہیں۔ جس میں اس سکول کے اکثر طلبہ امتیازی حیثیت حاصل کرتے ہیں۔ متعدد مرتبہ اس سکول کے طلبہ اول، دوم انعام اور سپیشل اسناد حاصل کر چکے ہیں۔

نتائج اور وظائف کا تناسب فیصد

سکول کے نتائج پچھلے پانچ برس میں نہایت شاندار رہے ہیں۔ پانچ سال کا اوسط نتیجہ ۸۰ فیصد رہا ہے جس میں بیشتر طلبہ فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوتے رہے ہیں ہر سال چار پانچ طلبہ وظائف بھی حاصل کرتے ہیں۔ امسال ہمارے سکول میں فرسٹ آنے والے طالب علم نے ۷۵۹ نمبر حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ دوم آنے والے طالب علم نے ۷۵۵، اور سوم آنے والے طالب علم نے ۷۴۰ نمبر حاصل کیے ہیں۔ امید کی جاتی ہے تقریباً دس یا کم و بیش وظائف حاصل کریں گے۔

سکول کا درخشاں مستقبل صرف اس سکول کے سربراہ کی سعی و کاوش، انتظامیہ صلاحیت اور معاملہ فہمی کی بدولت ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ماتحت اساتذہ کے تعاون اور حسن کارکردگی میں ہی صدر معلم کی کامیابی

کا راز پنہاں ہے۔ جہاں صدر معلم اساتذہ کی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ ان کی جائز ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کی تکالیف کا مداوا کرتے ہیں۔ وہاں وہ بھی ان کے ہر حکم کی فوری تعمیل و تکمیل اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔

سکول کو اپنا سکول اور سکول کے بچوں کو اپنے بچے خیال کرتے ہیں۔ دلجمعی اور دلچسپی سے کام کرتے ہیں۔ سکول سے اساتذہ کے لگاؤ کی یہ کیفیت ہے کہ سال میں اکثر اوقات بعد از اوقاتِ مدرسہ بھی کام کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ صدر معلم اور اساتذہ کے اس بے مثال تعاون کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ سکول ہذا اس وقت ترقی و تعمیر کے منازل طے کرتا ہوا ایک ایسے مقام پر پہنچ چکا ہے جسے نقطۂ عروج کہا جاتا ہے۔

سکول کھیل کے میدان میں

سکول ہذا کھیل کے میدان میں بھی اعلیٰ کردار ادا کرتا ہے۔ جہاں طلبہ علمی، ادبی اور تعلیمی مشاغل میں حصہ لیتے ہیں۔ وہاں انہیں جسمانی تربیت حاصل کرنے کے بھی بے شمار مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ سکول میں شام کو باقاعدہ طور پر مختلف کھیلوں مثلاً والی بال، فٹ بال، بیڈمنٹن، کرکٹ، کبڈی وغیرہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ موجودہ سال میں کھیل کے سامان پر رقم کثیر صرف کی گئی ہے۔ پچھلے چار پانچ سالوں میں اس سکول کے کھلاڑیوں نے اپنی ڈویژن اور ضلع بھر میں امتیازی حیثیت حاصل کی ہے۔ اور متعدد دفعہ اول انعام حاصل کیے ہیں۔

۱۹۶۲ء میں ہمارے سکول کی ہاکی ٹیم نے ڈسٹرکٹ چیمپئن شپ کا اعزاز حاصل کیا۔ اور ڈویژن میں Runner up آئی۔ ۱۹۶۳ء میں کبڈی کی ٹیم نے ضلع بھر میں نمایاں حیثیت حاصل کی اور ڈسٹرکٹ چیمپئن قرار دی گئی۔ اس دفعہ یہ ٹیم بھی ڈویژن میں رنر اپ آئی۔

مختلف قسم کی کھیلوں کے علاوہ سکول میں جمناسٹک کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ پچھلے سال ہمارے سکول کے ایک طالب علم حسن علی بہترین اتھلیٹ قرار دیئے گئے۔

۱۹۶۳ء میں اس سکول کے کھلاڑیوں نے گولا اندازی، ڈسکس تھرو میں دوم انعام حاصل کیا۔

طلبہ کے علاوہ اساتذہ بھی کھیلوں میں شام کو شرکت کرتے ہیں۔ ہر کھیل کا انتظام ایک استاد کے سپرد ہے۔ انچارج بناتے وقت اساتذہ کی دلچسپی کے کھیل کا خیال رکھ لیا جاتا ہے۔ مختلف جماعتوں کے آپس میں مقابلے کرائے جاتے ہیں جس سے

طلبہ کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔ مقابلہ میں اول، دوم آنے والوں کو انعام بھی دیئے جاتے ہیں۔

مینول ورک

سکول ہذا ایک خاص پروگرام کے تحت طلبا میں مینول ورک (MANUAL WORK) کا بھی شوق پیدا کرتا ہے۔ سال کے دوران چند پیریڈ اس کام کے لیے مخصوص ہیں جن میں طلبہ خود اپنے ہاتھ سے کام کرنا سیکھتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے سال اس سکول کے طلبا نے سکول کے گرد ... فٹ لمبی اور ۲ فٹ چوڑی دیوار خود اپنے ہاتھ سے بنائی۔ اس دیوار پر سکول فنڈ سے کوڑی تک بھی خرچ نہیں کی گئی تھی۔ اس سال دیوار پر دوبارہ طلبہ نے لپائی کی ہے۔ اسی طرح فارغ اوقات میں طلبہ سکول کی صفائی کرتے ہیں۔ کمروں کی صفائی رکھنا، ان کو تصاویر اور چارٹوں سے سجانا ان کی ذمہ داری ہے۔ صفائی کے مقابلے بھی کروائے جاتے ہیں۔ اول، دوم اور سوم آنے والی جماعتوں کو انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس طرح طلبہ میں خود کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

سماجی کام

سماجی کام کی مہم ہمارے سکول میں بہت زور دوں پر ہے "بزم طلبہ" اس سلسلہ میں اہم کار ہائے نمایاں سرانجام دے رہی ہے۔ اس انجمن کے کارکن طلبہ دوسرے طلبہ میں سماجی فلاح و بہبود کے کام کرنے کا شوق پیدا کرتے ہیں۔ ہر سال سکول کی طرف سے ایک پروگرام مرتب کیا جاتا ہے جس کے تحت طلبہ شہر کی مختلف مساجد کی صفائی کرتے ہیں اور مختلف طریقوں سے مسجدوں کی زیبائش کرتے ہیں۔ پچھلے سال "بزم طلبہ" کے ممبران نے سکول کی مسجد میں خود سفیدی اور رنگ و روغن کیا اور ہر طرح سے مسجد کو آراستہ و پیراستہ کرنے کی کوشش کی۔ ان تمام کاموں پر طلبہ نے "اپنی مدد آپ" کے تحت کام کیا۔ سکول کی طرف سے کوئی رقم خرچ نہ کی گئی۔ ان تمام کاموں کے علاوہ یہ انجمن نادار طلبہ کی مدد کا بھی انتظام کرتی ہے۔ سکول میں ایک BOOK BANK (بک بنک) کا اجراء ہوا ہے جس میں طلبہ اپنے پچھلے سال کی پرانی کتابیں جمع کرا دیتے ہیں اور یہ کتابیں نادار غریب اور مستحق طلبا میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اس طرح ان کی مالی مدد ہو جاتی ہے۔

ان تمام سماجی کاموں کی وجہ سے طلبہ میں سماجی شعور بیدار ہوتا ہے اور بنی نوعِ انسان سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

عوامی تقریبات

شرقپور میلوں اور عرسوں کی وجہ سے عوامی تقریبات کا مرکز بھی ہے۔ یوں بھی یہ قصبہ ایسی جگہ آباد ہے کہ ایک طرف تو پختہ سڑک جڑانوالہ ہوتی ہوئی لائلپور کو نکل جاتی ہے۔ دوسری طرف لاہور کو۔ موٹر ٹرانسپورٹ کی وہ تمام لاریاں اور بسیں جن کا روٹ لائلپور براستہ جڑانوالہ ہے یہیں سے گزرتی ہیں۔ اس لیے یہاں سڑک کے دائیں اور بائیں بازو دو پیٹرول پمپ بھی ہیں۔ اور اڈہ اچھا بارونق ہے۔ یہیں سے ایک کچی سڑک ضلع کے صدر مقام کو جاتی ہے۔ اس سڑک کو پختہ کرنے کے لیے عوام دیر سے چلا رہے ہیں۔ لیکن اس علاقہ کی صحیح سیاسی نمائندگی نہ ہونے کی وجہ سے یہ سڑک محروم التفات ہے۔ سرکاری اداروں اور کاغذوں میں سنہ ۱۹۵۶ء سے لے کر اب تک مسلسل اس کے پختہ ہونے کی ضرورت پر زور دیا جا رہا ہے۔ لیکن ابھی تک پختہ نہیں ہوئی۔ سنہ ۱۹۶۱ء کے بعد اس سڑک سے متعلقہ کئی یونین کونسلوں نے پانچ پانچ ہزار روپیہ فی یونین کونسل اس غرض سے ڈسٹرکٹ کونسل کو دیا تھا کہ وہ اس رقم سے ہی سڑک کو پختہ بنوا دے لیکن اس سڑک کی قسمت پھر بھی سوئی رہی اور سنہ ۱۹۶۵ء کے وسط میں یہ روپیہ بھی یونین کونسلوں کو واپس کر دیا گیا ہے۔ سڑک اب تک کچی ہے۔ اور براہ راست شیخوپورہ تک کوئی راستہ نہ ہونے کی وجہ سے اب شرقپور اور اُس کے نواحی باشندوں کو پہلے شاہدرہ جانا پڑتا ہے۔ پھر شاہدرہ سے شیخوپورہ پہنچتے ہیں۔ اس طرح ایک آدمی کو ضلعی صدر مقام تک آنے جانے کے لیے ستر سے اسی میل تک سفر کرنا پڑتا ہے۔ دام زیادہ خرچ کرنا پڑتے ہیں۔ وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ لیکن ان تکالیف کے ازالہ کی اب تک کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ حالانکہ سڑک کی طوالت صرف سترہ اٹھارہ میل ہے۔ یہ کچا راستہ بھی ایک عوامی تقریب جماتاں کی بدولت زندہ ہو جاتا ہے۔ حضرت داؤد بندگی کے عرس پر پہنچنے کے لیے زائرین کی دو جماعتیں رسول نگر ضلع گجرات سے اور جاکے ضلع سیالکوٹ سے چلتی ہیں۔ یہ دونوں جماعتیں ۲۵ پھاگن کو خان پور کلم سے اکٹھی سفر کر کے شام کو شرقپور پہنچتی ہیں اور رات قیام کر کے ۲۶ پھاگن کو اگلی منزل کو روانہ ہو جاتی ہیں۔ ان جماعتوں کے پاس اب تک وہ تمام آثار و علامتیں موجود ہیں جن سے قدیم زمانوں میں لوگوں کو معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ قافلہ تاجروں، امیروں، کشورگیروں کا نہیں، فقیروں اور زائروں کا ہے اور کوئی ان سے تعرض نہ کرتا تھا۔ اُسی طرح جھنڈے اٹھائے ڈھول ڈھمکے اور دھوم دھڑکے کے ساتھ یہ جماعتیں چلتی ہیں۔ اور شرقپور میں جھبڑ دھڑکے سے گزر آگے چلتی ہیں۔ اس تقریب کے

علاوہ شاہ بخاری اور سکھانوالے کے میلوں اور عرسوں کے موقع پر بھی شرقپور تقریبات کا مرکز بن جاتا ہے۔ میلاد النبیؐ کی تقریب وسیع پیمانے پر اور محرم کی تقریبات مختصر اور محدود پیمانہ پر منائی جاتی ہیں۔ وقتاً فوقتاً عوامی تقریبات کی مجلسیں برپا ہوتی رہتی ہیں۔ مشاعرے اور مکالمے بھی ہو جاتے ہیں۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب کے عرس پر رونق سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس کے باوجود کہ میدان عرس میں خرید و فروخت یا دکان لگانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ کوئی تفریحی یا سماجی معاملہ نہیں ہوتا۔ محض وعظ و نصیحت سننے کے لیے لوگ دُور دُور سے آتے اور رات آنکھوں میں کاٹ دیتے ہیں۔ ناصح و واعظ حضرات بھی دور دور سے تشریف لاتے ہیں۔

اہم شخصیتیں

اس دور میں وہی بارہ ہزار آبادی کے اس قصبے میں اہم شخصیتوں کا ذکر ایک علیحدہ فرصت و وسعت چاہتا ہے۔ نئی تعلیم نے جن لوگوں کو دنیاوی ترقی و کامیابی کی راہوں پر لگایا ہے ان میں بائیمیٹ ہائی سکول کے پرانے طلبہ میں بھی بہت سی شخصیتیں قابل ذکر ہیں۔ ملک مظفر علی، ملک بشیر مظفر، فلائٹ لفٹننٹ ناصر علی، ڈاکٹر محمود علی ملک جنھوں نے طبی تعلیم و تحقیق کے میدانوں میں بہت سے اگلے پچھلے ریکارڈوں کو نسبتاً نیا کر دیا ہے۔ پریذیڈنٹ محمد ایوب سے تین امتیازی تحفے حاصل کر چکے ہیں۔ انگلینڈ میں تین یونیورسٹیوں سے ایم۔ آر۔ سی۔ پی کر چکے ہیں۔ اور پروفیسر ذوالفقار علی ملک ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی گولڈ میڈلسٹ جو کیمبرج یونیورسٹی میں ریسرچ سٹوڈنٹ ہیں، اسی سکول کے پرانے طلبہ ہیں۔ اور اگر مرتب غلطی نہیں کرتا تو ڈاکٹر احمد علی سول سرجن ریٹائرڈ جو شرقپور کی معمر ترین ہستی ہیں اور عمر کے آخری مراحل میں ہیں۔ انہوں نے بھی اس سکول میں تعلیم پائی ہو گی۔ ملک بشیر مظفر ملک مظفر علی کے صاحبزادے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی کرنے کے بعد نیشنل بنک آف پاکستان میں مشیر قانونی ہیں۔ ڈاکٹر اور پروفیسر دونوں ملک حسن علی صاحب بی۔ اے جامعی کے صاحبزادے ہیں۔ ملک حسن علی بہت پرانے اور اسے بھی بہت خاموش قومی کارکن ہیں۔ انہیں تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ کچھ دن صحافت کا شوق بھی رہا اور زمیندار سے منسلک رہے۔ شرقپور میں ان سے بہتر علمی اور سیاسی شخصیت جس کی پشت پر نصف صدی کی قومی تاریخ کا پشتارہ بھی ہو، اور کوئی

نظر نہیں آتی۔ بڑے شیریں گفتار لیکن بڑے دل گردے کے بزرگ ہیں۔ وضع قطع پرانی ہے۔ ایک مرتبہ سردار غلام فرید ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ نے ایک مقامی افسر سے انگریزی میں اس لیے بات شروع کی کہ شاید وہ ملک صاحب کو مسجد کا مُلّا یا مکتب کا معمولی اُستاد سمجھے۔ گفتگو ملک صاحب سے ہی متعلق تھی۔ اور تھی بھی کچھ ملک صاحب کی طرفداری کا پہلو لیے ہوئے۔ چند فقروں کے بعد ہی ملک صاحب نے جب شستہ اور شائستہ انگریزی میں جوابی تقریر شروع کی تو سردار غلام فرید حیرت سے ان کا مُنہ تکتے رہ گئے۔ ملکانہ دروازے کے آس پاس آپ شرقپور میں کسی نحیف الجثہ، میانہ قد، سفید ریش بزرگ کو پگڑی، شیروانی اور شلوار پہنے دیکھیں تو سمجھ لیں کہ یہ ملک حسن علی صاحب ہیں۔ آپ ان سے گھنٹوں نہیں، دنوں بلکہ ہفتوں زندگی کی جدید و قدیم اقدار پہ بات چیت کر سکتے ہیں۔ نہ وہ اُکتائیں گے نہ آپ کو اکتاہٹ محسوس ہونے دیں گے۔ ان کی خاطر تواضع کا انداز بھی پُرانا ہے۔ وہ بڑی سادگی اور معصومیت کے ساتھ آپ کو گلاس میں چائے اور چائے کی پیالی میں شربت پیش کر دیں گے۔ اور اصرار سے پلائیں گے۔ حکیم بھی ہیں اس لیے بسا اوقات ان کا مہمان محسوس کرتا ہے۔ ع

زہر دے اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا۔

بہت دلچسپ شخصیت ہیں اور ان کا دم غنیمت ہے۔ ساٹھ کے پیٹے میں ہیں۔ انہوں نے شرقپور کے سرِ افتخار کو بلند کرنے میں بڑا حصہ لیا ہے۔ اور دونو بچوں کی تعلیم و تربیت اس انداز کی ہے کہ ان دونو پہ شرقپور کیا پورا پاکستان ناز کر سکتا ہے۔

چیئرمین

ملک مظفر علی صاحب شرقپور ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں۔ اور اس بستی میں اپنی بعض خاندانی روایات کی وجہ سے بجا سربرآوردہ اور منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں انٹرنس کا امتحان دیا۔ ۱۹۲۶ء سے پبلک لائف میں داخل ہوئے۔ پنجاب میں سرمایہ داروں اور زمینداروں کی طبقاتی جنگ میں انہوں نے یونینسٹ پارٹی کا ساتھ دیا اور عرصہ تک اسی پارٹی کے لیے کام کرتے رہے لیکن انتقال اقتدار کے ساتھ جب تقسیم اقتدار کے مسائل نے طبقاتی جنگ کا رخ قومی جنگ کی طرف پھیر دیا تو مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور عوامی خدمت کے سلسلے کو برقرار رکھا۔ شیخوپورہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے قائمقام چیئرمین بھی رہے لیکن شرقپور میں

نمائندگی کے میدان میں ہمیشہ یکہ تازی کا ثبوت دیتے رہے۔ سنٹرل کوآپریٹو بنک شاہدرہ (فیروزوالہ) کے مدت سے چیئرمین ہیں اور بنکنگ کے بارے میں ان کا انہماک اور ان کی معلومات عام سطح سے بلند ہیں۔ نیشنل بنک کے ڈائرکٹر ہیں۔ ویسٹ پاکستان کوآپریٹو ڈویلپمنٹ بورڈ کے ممبر ہیں۔ انٹرنیشنل کوآپریٹو الائنس کی دو میٹنگیں بھگت چکے ہیں۔ ایک سٹاک ہالم میں ۱۹۵۷ء میں، دوسری کوالالمپور میں ۱۹۵۸ء میں۔ مڈل ایسٹ اور یورپ کی سیاحی کر چکے ہیں۔ دو مرتبہ صوبائی اسمبلی کا انتخاب لڑا لیکن مقدر نے یاوری نہ کی۔ اور مقدر سے کہیں زیادہ ان لوگوں نے بے رخی اور بے سعادتی کا ثبوت دیا۔ جن کی عمر بھر سرپرستی اور پرورش کرتے رہے۔ ان معنوں پہ بجا طور پر ان کا شمار کشتگانِ احباب میں ہے۔

۲۔ مریدکے

انسانوں کی یہ بڑی اور پرانی بستی اپنے بانی چودھری مریدکے کے نام پر آباد ہوئی۔ انگریزی عہد میں ریلوے سٹیشن بنا تو اس بستی نے آہستہ آہستہ ایک قصبے کی شکل اختیار کرلی۔ اور اناج منڈی قائم ہوجانے سے اس کی رونق میں اضافہ ہوا۔ چونکہ بستی کے پاس سے جی۔ ٹی روڈ بھی گذرتی تھی۔ اس لیے آمدورفت کی رونق دوہری ہوئی۔ لاریوں بسوں کی وجہ سے کاروبار میں بھی اضافہ ہوا۔ انگریزی عہد میں یہاں تھانہ بھی قائم ہوگیا۔ اور نظم و نسق کی وجہ سے مریدکے کی حیثیت مرکزی قصبے کی ہوگئی۔ ۱۹۳۷ء میں یہاں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی قائم ہوئی۔ دس برس بعد آزادی نصیب ہوئی، تو اسے میونسپل کمیٹی بنانے اور بنوانے کی ترغیب و تحریک ہوئی۔ آخر ۱۹۵۶ء میں اس کو میونسپل کمیٹی درجہ دوم قرار دیا گیا۔ اور اس کے تین برس بعد ۱۹۵۹ء میں بنیادی جمہوریتوں کے نظام میں اسے ٹاؤن کمیٹی کا درجہ ملا۔

رقبہ و آبادی:

اس وقت مریدکے کی بستی بہتر (۷۲) مربع میل کو محیط ہے۔ اور اس رقبہ میں اس لیے برابر اضافہ ہوتا ہے کہ اس علاقے کو فیکٹری ایریا قرار دے دیا گیا ہے۔ صنعتوں کے ذکر میں مختلف صنعتوں کا ذکر آچکا ہے۔ مریدکے کی آبادی ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کی رو سے آٹھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لیکن چند برسوں میں اس کی آبادی سب ڈویژن کی تمام بستیوں سے زیادہ بڑھی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔ اس آبادی کے لیے لڑکوں کا ایک ہائی سکول، لڑکیوں کا ایک ہائی سکول ہے۔ جسے ڈسٹرکٹ کونسل چلا رہی ہے۔ دو پرائمری سکول ہیں، ایک بچوں کے لیے دوسرا بچیوں کے لیے۔ ان کا انتظام ڈسٹرکٹ پرائمری ایجوکیشن کمیٹی کے ہاتھ میں ہے۔ قصبے میں ایک زنانہ ہسپتال اور ایک ہیلتھ سنٹر ٹاؤن کمیٹی کی طرف سے قائم و جاری ہے۔ قصبے میں محکمہ انہار کی طرف سے ایک ریسٹ ہاؤس بھی ہے۔

ذرائع و وسائل

مریدکے ٹاؤن کمیٹی کا بجٹ سب ڈویژن کی تینوں ٹاؤن کمیٹیوں میں نمایاں ہے۔ اگرچہ گذشتہ برسوں کے اعداد و شمار فراہم نہیں ہوسکے لیکن پچھلے برس بجٹ کی رقم ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ ذرائع آمدنی میں چونگی کا محصول اور ہاؤس ٹیکس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مریدکے منڈی میں اعلیٰ قسم کے چاول کا کاروبار ہوتا ہے۔ اور یہ چاول برآمد بھی ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبے

ٹاؤن کمیٹی کی حدود میں محکمہ پبلک ہیلتھ کی طرف ڈرینج سکیم کے ماتحت ایک لاکھ بیاسی ہزار روپے کے خرچ نالیاں اور بدر روئیں تعمیر کی گئی ہیں اور یہ کام ختم ہونے کے قریب ہے۔ یہ روپیہ ٹاؤن کمیٹی فنڈ اور گورنمنٹ گرانٹ سے خرچ کیا گیا ہے۔ گرلز ہائی سکول کی عمارت دس ہزار روپے کے خرچ سے تعمیر کی گئی ہے۔ ٹاؤن ہال کی تعمیر پر ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ اور ساڑھے چھبیس ہزار کے صرف سے پرائمری سکولوں کی عمارتیں بنیں۔ بازار اور گلی کوچوں میں پختہ فرش لگانے پر پندرہ ہزار روپیہ خرچ کیا گیا۔ سڑکوں کی تعمیر پر تیس ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ گلیوں میں بھی روشنی فراہم کرنے کی سکیم پر اکیس ہزار تین سو ساٹھ روپیہ صرف ہوا۔ ہیلتھ سنٹر کی عمارت پچیس ہزار روپے میں تیار ہوئی۔

ثالثی و مصالحت

ٹاؤن کمیٹی کی ثالثی کونسلوں میں اب تک مسلم فیملی لاز کے مطابق چالیس مقدمات زیر سماعت آئے اور مصالحتی عدالتوں میں بیس مختلف تنازعات درج ہوئے۔ کتنے جھگڑوں کا فیصلہ کس نہج پر ہوا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا تحصیل کونسل کی طرف کئی میٹنگوں میں متعلقہ اصحاب سے تفصیلی حالات کے لیے درخواست کی گئی۔ پھر مختلف سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ چیئرمین حضرات کو بھجوایا گیا۔ دوسری مرتبہ یہی سوالنامہ سیکرٹری صاحبان کو دستی تقسیم کیا۔ پھر یاد دہانیوں کا سلسلہ



بھی جاری رہا۔ لیکن مریدکے ٹاؤن کمیٹی کی طرف سے کوئی اطلاع فراہم نہیں کی گئی۔ جب کتاب چھپنے کے قریب آگئی اور ٹاؤن کمیٹیوں کے ذکر میں مریدکے کا خانہ خالی ہی رہا تو تحصیل کونسل کا آدمی مریدکے بھیجا گیا اور اُس نے یہ حالات بھی بڑی مشکل سے فراہم کیے جو اوپر آپ پڑھ چکے ہیں۔

اہم شخصیتیں

مریدکے جیسی پرانی اور روبہ اضافہ بستی کی اہم شخصیتیں ماضی میں بھی اور حال میں بھی ظاہر ہے کہ متعدد ہو سکتی ہیں لیکن سوائے چیئرمین ٹاؤن کمیٹی کے مختصر حالات سے (جو زبردستی حاصل کیئے گئے ہیں) اور کسی صاحب کے حالات معلوم و فراہم نہیں ہو سکے۔

چیئرمین چوہدری محمد شریف نارو راجپوت ہیں۔ مریدکے کے بڑے زمیندار ہیں۔ مڈل تک تعلیم یافتہ ہیں۔ تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ گرلز ہائی سکول کی تعمیر کے سلسلے میں اُنہوں نے دس کنال کے قریب زمین عطیہ کے طور پر دی اور پرائمری سکول کے لیے بھی ان کی کوشش سے شاملات دیہہ زمین سے دو کنال زمین دی گئی۔ گذشتہ سال چوہدری صاحب حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی شرف یاب ہو چکے ہیں۔

۱۳۔ نارنگ

محلِ وقوع

یہ ٹاؤن کمیٹی شاہدرہ نارووال ریلوے لائن پر شاہدرہ ریلوے سٹیشن سے پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس وقت نارنگ پہنچنے کے لیے صرف ریل ہی ایک ذریعۂ سفر ہے۔ البتہ کچھ دنوں تک نارنگ مریدکے روڈ مکمل ہونے پر (جو آج کل زیرِ تعمیر ہے) لاری اور موٹر کے ذریعے بھی نارنگ تک سفر ممکن ہوگا۔

وجہ تسمیہ

راقم الحروف نے نارنگ پہنچ کر کئی دروازوں پر دستک دی۔ کہ کوئی صاحب اس قصبہ کی وجہ تسمیہ بتا سکیں۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ۲۸ جون کی ایک تپتی ہوئی دوپہر کو ایک بزرگ مستری نواب دین کی زبانی معلوم ہُوا۔ کہ جھٹول جاٹوں کے مورثِ اعلیٰ دو بھائی تھے جن میں سے ایک کا نام نارنگ اور دوسرے کا جیتو تھا۔ دونو کے نام پر دو گاؤں پاس پاس بسے۔ اور دونوں کی اولاد سے کھیڑے آباد ہوئے۔

مختصر تاریخ

بیسویں صدی کے تیسرے دہے تک یہ گاؤں غیر معروف تھا۔ تیسرے دہے کے وسط میں یہاں ریلوے لائن کھچی تو سردار ہرنام سنگھ کے لڑکے جوگندر سنگھ نے کوشش کی۔ کہ موضع نارنگ کے پاس جو ریلوے سٹیشن تجویز ہُوا ہے اس کا نام قلعہ ہرنام سنگھ رکھا جائے۔ (ہرنام سنگھ اس علاقے کا بااثر زمیندار اور آنریری مجسٹریٹ تھا۔ سنٹرل کو اپریٹو بنک شاہدرہ کا نام بھی ابتدا میں ہرنام سنگھ بنک تھا)۔ لیکن نارنگ اور اس کے نواح کے باشندوں نے اصرار کیا کہ قلعہ ہرنام سنگھ نام کا گاؤں یہاں سے دُور ہے اور نارنگ کی زمین میں سٹیشن بن رہا ہے۔ اس لیے اس کا نام نارنگ رکھا جائے۔ چنانچہ یہی نام تجویز ہُوا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جاٹوں میں کوئی گوت نارنگ بھی ہے کہ نہیں۔ نارنگ جاٹ کی اولاد جھٹول کہلاتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سندھو



تحصیل کونسل کا عملہ اور یونین کونسلوں کے سیکرٹری صاحبان

لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

کے تیسرے درجہ (طبقہ) ویش کے گوت نارنگ سے جاٹوں کے اس گوت کو امتیاز و فرق کے لیے نارنگ جنڈول کہتے ہوں۔ اور بعد میں صرف جنڈول یا جھنڈول کافی سمجھا گیا ہو۔ تاہم اس گاؤں کی تاریخ میں بیسویں صدی سے پہلے (ایک بزرگ کے سوا جن کا ذکر آئے گا) کوئی واقعہ اہم نہیں۔ ریل کا سٹیشن بننے کے بعد اس کی آبادی میں اضافہ شروع ہُوا۔ اور یہاں منڈی قائم ہو گئی۔ اس منڈی میں اعلیٰ قسم کے چاول کا کاروبار شروع ہُوا۔ جو علاقہ کالر کی مخصوص و معروف فصل ہے۔

منڈی

نارنگ منڈی سے پاکستان بھر میں سب سے عمدہ چاول برآمد ہوتا ہے۔ اور منڈی کے کاروبار میں چاول کا کاروبار سرفہرست ہے۔ اس وقت اسی کاروباری آدمی اسی تجارت میں مصروف ہیں۔ بیس کارخانے چاول چھڑنے کے ہیں۔ جن میں کئی لاکھ من سالانہ چاول چھلکے سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ ہر سال ساڑھے چار سو گاڑی (ویگن) مال درساور کو جاتا ہے اور مجموعی حیثیت سے سال بھر میں ایک کروڑ روپے کے چاول کی خرید و فروخت اس منڈی میں ہوتی ہے۔

آبادی

اس قصبے کی آبادی دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اس میں لڑکوں کے لیے ایک ہائی سکول، دو پرائمری سکول اور لڑکیوں کے لیے ایک ہائی سکول موجود ہے۔ زیرِ تعلیم بچیوں کی تعداد دو سو سے کچھ اوپر اور طلبہ کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے اس آبادی میں انسانوں کی طبی امداد کے لیے ایک سول ڈسپنسری موجود ہے۔ مواشی کے علاج معالجے کے لیے وٹرنری ہسپتال ہے۔ محکمہ زراعت، محکمہ انہار، محکمہ مال، امدادِ باہمی کے ضلاعی دفاتر کی شاخیں قائم ہیں۔ اور محکمہ خوراک اور محکمہ تار کے دفتر بھی ہیں۔ زچہ بچہ کی فلاح و بہبود کے لیے ایک میٹرنٹی سنٹر بھی قائم ہے۔ تجارتی کاروبار کی سہولت کے لیے امداد باہمی کا ایک سنٹرل بنک اور نیشنل بنک آف پاکستان کی ایک شاخ بھی کام کر رہی ہے اور پولیس کا تھانہ بھی موجود ہے۔ قصبے کی آبادی میں اور اضافہ بھی ممکن ہے لیکن حدودِ آبادی کے ساتھ کئی مربعے زمین سرکاری بے آباد پڑی ہے۔ جس میں نہ کاشت ہوتی ہے۔ نہ اسے آبادی کے لیے فروخت کیا جاتا ہے۔ اور نہ اس پر مکانات ہی تعمیر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اس زمین کو لوگ جن مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً مٹی اُٹھانا، گندگی ڈالنا، ان کی وجہ سے آبادی پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ اگر یہ زمین کسی ٹھکانے لگ جائے تو اضافہ آبادی ممکن ہو سکے۔ ابتدا میں ٹاؤن کمیٹی کے سات ممبر تھے۔ پانچ منتخب اور دو نامزد۔ اب صرف پانچ منتخب ممبر ہیں۔

بجٹ

اس ٹاؤن کمیٹی کا بجٹ پچھلے سال تک ڈیڑھ لاکھ سالانہ سے اوپر رہا ہے۔ گزشتہ سال بجٹ کی رقم ایک لاکھ اسی ہزار تھی۔ لیکن سنہ ۶۵-۱۹۶۴ء کا بجٹ ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ یہ کمی اس لیے آئی کہ قصبے کے باشندوں کو ہاؤس ٹیکس سے مستثنےٰ کر دیا گیا ہے۔ اس بجٹ میں آمدنی کا سب سے بڑا وسیلہ چونگی کا محصول ہے۔ تھوڑی بہت رقم میلہ منڈی مواشی یا فیس نقشہ جات تعمیری سے بھی ہو جاتی ہے۔ پورے قصبے کی آبادی پر چونگی ٹیکس کے علاوہ اور کسی قسم کے ٹیکس کا بار نہیں ہے۔

لوکل باڈی

اس قصبے میں جولائی سنہ ۱۹۴۰ء میں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی میں عوامی نمائندگی یا نمائندوں کے اختیارات کا سوال ہی کم پیدا ہوتا تھا۔ اس لیے کمیٹی کا کام زیادہ تر دفتری خانہ پری تک ہی تھا۔ قیام پاکستان کے بعد اسے کچھ مدت کے لیے میونسپل کمیٹی کا درجہ ملا۔ جس کے نگران امور تحصیلدار شاہدرہ تھے۔ میونسپل کمیٹی بننے کے بعد ہی سنہ ۱۹۵۸ء کی انقلابی حکومت نے اس میونسپل کمیٹی کو بھی بنیادی جمہوریتوں کی لپیٹ میں لے لیا۔ اور سنہ ۱۹۶۰ء میں یہاں ٹاؤن کمیٹی نے باقاعدہ کام شروع کیا جو عوام کے با اختیار نمائندوں پر مشتمل تھی۔ اور جس کا چیئرمین عوام میں سے منتخب ہُوا، اور تعمیر و ترقی کے منصوبے پروان چڑھنے لگے

تعمیری و رفاہی منصوبے

اس ٹاؤن کمیٹی نے درجن بھر سے زیادہ تعمیری منصوبوں پر کام کیا ہے۔ اگرچہ آبادی پر کسی قسم کا ٹیکس عائد نہیں ہے اور بجٹ محدود ہے لیکن تجارتی حلقوں کے مخیر حضرات نے تعمیری منصوبوں کے اکثر و بیشتر اخراجات کی کفالت کی۔ تجارتی فرموں میں سے محمد یونس طارق سعید اینڈ برادرز، جھنڈول برادرز، عتیق برادرز اور محمد شریف برادرز نے اور افراد میں سے حکیم محمد یونس، بشیر احمد جھنڈول، محمد شریف بٹول، حاجی سلطان احمد، چودھری غلام علی اور ملک برکت علی عتیق نے رفاہی کاموں میں ہمیشہ معقول و مناسب رقوم بطور چندہ پیش کیں۔ اب تک مندرجہ ذیل کام تکمیل کو پہنچے ہیں۔

۱۔ عمارت پرائمری سکول — پانچ ہزار میں خریدی گئی — چار ہزار مرمت پر خرچ ہُوا۔

۲۔ پختہ سڑک سکول و نقانہ — پچاس ہزار روپیہ صرف ہُوا — دس ہزار بیرونی امداد سے حاصل ہُوا۔

کے تیسرے ودان (طبقہ) دلیش کے گوت نارنگ سے جاٹوں کے اس گوت کو امتیاز و فرق کے لیے نارنگ جھول کہتے ہوں۔ اور بعد میں صرف جھول یا جھوٹول کافی سمجھا گیا ہو۔ تاہم اس گاؤں کی تاریخ میں بیسویں صدی سے پہلے (ایک بزرگ کے سواجن کا ذکر آئے گا) کوئی واقعہ اہم نہیں۔ ریل کا سٹیشن بننے کے بعد اس کی آبادی میں اضافہ شروع ہوا۔ اور یہاں منڈی قائم ہو گئی۔ اس منڈی میں اعلیٰ قسم کے چاول کا کاروبار شروع ہوا۔ جو علاقہ کالر کی مخصوص و معروف فصل ہے۔

منڈی

نارنگ منڈی سے پاکستان بھر میں سب سے عمدہ چاول برآمد ہوتا ہے۔ اور منڈی کے کاروبار میں چاول کا کاروبار سرفہرست ہے۔ اس وقت اسی کاروباری آدمی اسی تجارت میں مصروف ہیں۔ بیس کارخانے چاول چھڑنے کے ہیں۔ جن میں کئی لاکھ من سالانہ چاول چھلکے سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ ہر سال ساڑھے چار سو گاڑی (ویگن) مال دساور کو جاتا ہے اور مجموعی حیثیت سے سال بھر میں ایک کروڑ روپے کے چاول کی خرید و فروخت اس منڈی میں ہوتی ہے۔

آبادی

اس قصبے کی آبادی دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اس میں لڑکوں کے لیے ایک ہائی سکول، دو پرائمری سکول اور لڑکیوں کے لیے ایک ہائی سکول موجود ہے۔ زیر تعلیم بچیوں کی تعداد دو سو سے کچھ اوپر اور طلبہ کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے۔ اس آبادی میں انسانوں کی طبی امداد کے لیے ایک سول ڈسپنسری موجود ہے۔ مواشی کے علاج معالجے کے لیے ویٹرنری ہسپتال ہے۔ محکمہ زراعت، محکمہ انہار، محکمہ مال، امداد باہمی کے ضلاعی دفاتر کی شاخیں قائم ہیں۔ اور محکمہ خوراک اور محکمہ تار کے دفتر بھی ہیں۔ زچہ بچہ کی فلاح و بہبود کے لیے ایک میٹرنیٹی سنٹر بھی قائم ہے۔ تجارتی کاروبار کی سہولت کے لیے امداد باہمی کا ایک سنٹرل بنک اور نیشنل بنک آف پاکستان کی ایک شاخ بھی کام کر رہی ہے اور پولیس کا تھانہ بھی موجود ہے۔ قصبے کی آبادی میں اور اضافہ بھی ممکن ہے لیکن حدود آبادی کے ساتھ کئی مربعے زمین سرکاری بے آباد پڑی ہے جس میں نہ کاشت ہوتی ہے۔ نہ اسے آبادی کے لیے فروخت کیا جاتا ہے۔ اور نہ اس پر مکانات ہی تعمیر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اس زمین کو لوگ جن مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً مٹی اٹھانا، گندگی ڈالنا، ان کی وجہ سے آبادی پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ اگر یہ زمین کسی ٹھکانے لگ جائے تو اضافہ آبادی ممکن ہو سکے۔ ابتدا میں ٹاؤن کمیٹی کے سات ممبر تھے۔ پانچ منتخب اور دو نامزد۔ اب صرف پانچ منتخب ممبر ہیں۔

بجٹ

اس ٹاؤن کمیٹی کا بجٹ پچھلے سال تک ڈیڑھ لاکھ سالانہ سے اوپر رہا ہے۔ گزشتہ سال بجٹ کی رقم ایک لاکھ ستر ہزار تھی۔ لیکن سال ۶۵-۱۹۶۴ء کا بجٹ ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ یہ کمی اس لیے آئی کہ قصبے کے باشندوں کو ہاؤس ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ اس بجٹ میں آمدنی کا سب سے بڑا وسیلہ چونگی کا محصول ہے۔ تھوڑی بہت رقم میلہ منڈی مواشی یا فیس نقشہ جات تعمیری سے بھی ہو جاتی ہے۔ پورے قصبے کی آبادی پر چونگی ٹیکس کے علاوہ اور کسی قسم کے ٹیکس کا بار نہیں ہے۔

لوکل باڈی

اس قصبے میں جولائی سنہ ۱۹۴۰ء میں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی میں عوامی نمائندگی یا نمائندوں کے اختیارات کا سوال ہی کم پیدا ہوتا تھا۔ اس لیے کمیٹی کا کام زیادہ تر دفتری خانہ پری تک ہی تھا۔ قیام پاکستان کے بعد اسے کچھ مدت کے لیے میونسپل کمیٹی کا درجہ ملا۔ جس کے نگران امور تحصیلدار شاہدرہ تھے۔ میونسپل کمیٹی بننے کے بعد ہی سنہ ۱۹۵۸ء کی انقلابی سونے اس میونسپل کمیٹی کو بھی بنیادی جمہوریتوں کی لپیٹ میں لے لیا۔ اور سنہ ۱۹۶۰ء میں یہاں ٹاؤن کمیٹی نے باقاعدہ کام شروع کیا جو عوام کے با اختیار نمائندوں پر مشتمل تھی۔ اور جس کا چیئرمین عوام میں سے منتخب ہوا، اور تعمیر و ترقی کے منصوبے پروان چڑھنے لگے

تعمیری و رفاہی منصوبے

اس ٹاؤن کمیٹی نے درجن بھر سے زیادہ تعمیری منصوبوں پر کام کیا ہے۔ اگرچہ آبادی پر کسی قسم کا ٹیکس عائد نہیں ہے اور بجٹ محدود ہے لیکن تجارتی حلقوں کے مخیر حضرات نے تعمیری منصوبوں کے اکثر و بیشتر اخراجات کی کفالت کی۔ تجارتی فرموں میں سے محمد یونس طارق سعید، بٹر برادرز، جھوٹول برادرز، عتیق برادرز اور محمد شریف برادرز نے اور افراد میں سے حکیم محمد یونس، بشیر احمد جھوٹول، محمد شریف پنوں، حاجی سلطان احمد، چودھری غلام علی اور ملک برکت علی عتیق نے رفاہی کاموں میں ہمیشہ معقول و مناسب رقوم بطور چندہ پیش کیں۔ اب تک مندرجہ ذیل کام تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔

۱۔ عمارت پرائمری سکول	پانچ ہزار میں خریدی گئی	چار ہزار مرمت پر خرچ ہوا۔
۲۔ پختہ سڑک سکول تا تھانہ	پچاس ہزار روپیہ صرف ہوا	دس ہزار بیرونی امداد سے حاصل ہوا۔

۳۔ ہیلتھ سنٹر ، دس ہزار خرچ ہُوا۔

۴۔ واٹر سپلائی سکیم ، سروے کا خرچ تیرہ چودہ سو روپیہ دیا گیا

۵۔ چار نئی چونگیاں ، دس ہزار روپیہ خرچ ہُوا

۶۔ گلیوں میں بجلی کی روشنی ، انیس ہزار روپیہ جمع کرایا گیا۔

۷۔ پختہ نالیاں اور گلیاں ، پچھتر ہزار روپیہ

۸۔ گندے پانی کی نکاسی کیلئے ، تالاب سات ہزار ، موٹر آٹھ ہزار

تالاب اور موٹر پر ، پندرہ ہزار روپیہ

۹۔ پرائمری سکول مسلم پارک کی بلڈنگ ، پندرہ ہزار روپیہ

۱۰۔ قبرستان کے لیے تین ایکڑ زمین ، پانچ ہزار روپیہ

۱۱۔ مذبح کی تعمیر ، تین ہزار روپیہ

۱۲۔ پختہ سڑک کے ساتھ فٹ پاتھ ، دس ہزار روپیہ

کمیٹی کو اب تک بی۔ ایل۔ ۸۰۔ ۴ کے ماتحت ۶۴-۱۹۶۳ء میں پچیس ہزار اور ۶۵-۱۹۶۴ء میں ساڑھے اٹھارہ ہزار روپیہ ملا ہے۔ پہلی رقم میں سے دس ہزار روپیہ پختہ سڑک کی تعمیر میں اور پندرہ ہزار تعلیمی مقاصد پر خرچ ہُوا۔ دوسری رقم میں سے سلج واٹر کے لیے پمپنگ سیٹ خریدا گیا اور مسلم پارک پرائمری سکول کی بلڈنگ تعمیر کی گئی۔ نارنگ ٹاؤن کمیٹی کی طرف سے دس ہزار روپیہ شیخوپورہ سٹیڈیم کی تعمیر کے سلسلے میں بھی بطور چندہ دیا گیا۔

اہم شخصیتیں

۱۔ ملک برکت علی عتیق

چیئرمین ——— ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۹ء کو موضع نین[1] مشمولہ جنڈیالہ کلساں تحصیل شاہدرہ (اب فیروزوالہ)

[1] نین۔ ارائیں برادری کا مشہور گوت ہے۔ اس گوت کے ارائیں زیادہ تر تحصیل فیروزوالہ میں آباد ہیں۔ یہی گوت سکھوں کا بھی ہے۔ اور نین گوت کے سکھ کثیر تعداد میں ضلع فیروزپور (بھارتی پنجاب) میں آباد ہیں۔ اس گوت کے بھاٹ اور میراثی کہتے ہیں دونوں گوتوں کے بزرگ ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

میں پیدا ہُوئے۔ تعلیم جنڈیالہ کلساں کے پرائمری سکول میں اور پھر ہائی سکول لوپوکے تحصیل اجنالہ سے حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنا کاروبار سنبھالا۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد نارنگ منڈی میں چاول کا کاروبار شروع کیا۔ آڑھت کی دکان کھولی۔ چاول چھڑنے کا کارخانہ لگایا (یا سنبھالا) ۱۹۵۰ء میں سکول کمیٹی نارنگ کے پریذیڈنٹ کی حیثیت سے ہائی سکول نارنگ کی بلڈنگ تعمیر کرائی۔ ہائی سکول منظور کرایا۔ اس بلڈنگ کی تعمیر میں دوسرے مخیر حضرات نے بھی حسب توفیق مالی امداد دی۔ اسی سال سنٹرل کواپریٹو بنک نارنگ کے ڈائرکٹر مقرر ہُوئے (تھوڑے سے وقفے کی استثناء کے ساتھ) اب تک ڈائرکٹر چلے آ رہے ہیں۔

۱۹۵۹ء کے اخیر میں بنیادی جمہوریت کے ممبر منتخب ہُوئے۔ اور مارچ ۱۹۶۰ء میں نارنگ ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین چنے گئے۔ ۱۹۶۲ء میں نارنگ مارکیٹ کمیٹی کے ممبر مقرر ہُوئے اب تک ممبر ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں ضلع شیخوپورہ کے لیے جرگے کے ممبر مقرر ہُوئے۔ ۱۹۶۴ء کے اخیر میں بنیادی جمہوریتوں کے انتخاب میں پھر کامیاب ہو گئے۔ خندہ پیشانی، خوش اخلاق اور معتدل مزاج رہنما ہیں۔ انتھک سوشل ورکر ہیں۔ نارنگ کی تعمیر انہی کے دم سے ہوئی۔

۲۔ چودھری بشیر احمد جھول

۱۹۲۲ء میں اسی قصبے میں پیدا ہُوئے۔ تعلیم بھی نارنگ میں ہی حاصل کی۔ اور مڈل پاس کرنے کے بعد اپنا زمینداری سنبھالا۔ قیام پاکستان کے سال بھر بعد تجارتی میدان میں قدم رکھا۔ چاول کا کاروبار شروع کیا۔ اور ایک کارخانہ چاول چھڑنے کا قائم کیا۔ ۱۹۵۲ء میں مارکیٹ کمیٹی کے ممبر مقرر ہُوئے۔ ۳ برس مارکیٹ کمیٹی کے رکن رہے۔ اور کچھ مدت چیئرمین مارکیٹ کمیٹی بھی رہے۔ ۱۹۵۶ء سے آج تک سنٹرل کواپریٹو بنک شاہدرہ کے ڈائرکٹر چلے آ رہے ہیں۔ بنیادی جمہوریتوں کے ابتدائی انتخاب میں کامیاب رہے۔ اور ۱۹۶۴ء کے انتخابات میں دوبارہ کامیاب ہوئے۔ رفاہی کاموں میں دلچسپی بھی لیتے ہیں۔ اور مناسب و معقول مالی امداد بھی کرتے ہیں۔ خوش باش اور ملنسار انسان ہیں۔ تیور ذرا تیکھے ہیں۔

ان دو شخصیتوں کے علاوہ بعض مخیر افراد اور اصحاب کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ دس ہزار کی آبادی میں اکثر شخصیتیں کوئی نہ کوئی اہمیت ضرور رکھتی ہیں۔ لیکن اس اہمیت کے اظہار کی پروا نہیں کرتیں۔ اسی بستی میں ایک اہم شخصیت سید گل حسین شاہ

صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر ہائی سکول کی ہے۔ جن کے ہاتھ میں نارنگ کی نئی پود کی تقدیر ہے۔ ایک شخصیت مز سیدہ بدر شیرازی صاحبہ بی۔ اے۔ بی ٹی کی ہے۔ جو اس قصبے میں تعلیم نسواں کی نگراں اور فلاح نسواں کی ضامن ہیں۔ مرتب کتاب کو افسوس ہے کہ ان دونوں علمی و تعلیمی شخصیتوں کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

دینی حلقوں میں نارنگ بہت سی اہم شخصیتوں کا ملجا و ماوا رہا ہے اور ہے۔ اسی بستی میں میراں سید محمد کاظمی یزدانی کی خانقاہ ہے۔ جن کی اولاد کے سو گھرانے نواحی موضع الٰہ پور سیداں میں آباد ہیں۔ اور بکرمی سال کے جیٹھ کے مہینے میں تیسرے ہفتے کے دو دن اتوار اور پیران کے عرس اور خانقاہ پر میلے کے لیے مخصوص ہیں۔ نارنگ میں امام جمعہ سید صادق شاہ صاحب ہیں۔ جو ایک باعمل عالم دین اور ع

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست

کے مصداق ہیں۔

اس ذکر میں سب سے اہم ذکر کے مستحق سید محمد ابراہیم صاحب ہیں۔ جو علم و تصرف کے انتہائی مدارج کا ایک دلآویز امتزاج اپنی شخصیت میں رکھتے ہیں۔ دیوبند کے فاضل ہیں۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندیؒ کے خلفائے خاص میں ایک بلند مقام کے مالک ہیں۔ اور مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔ عمر اسی برس کے لگ بھگ لیکن صحت پر جمال ازلی کا پرتو ہے اس لیے نسبتاً بہت بہتر ہے۔ پہلے موضع سیھول میں اقامت پذیر تھے۔ اب مستقل طور پر نارنگ تشریف لے آئے ہیں۔ ان کا ذکر لذت بیان کے لیے آخر میں کر رہا ہوں کہ دیر تک لطف قائم رہے۔

نارنگ کمیٹی کی دلچسپ شخصیت احمد دین چپراسی ہے۔ جو ۱۹۲۰ء سے وفاداری بشرط استواری کے ساتھ اس کی ملازمت کو نبھاتا چلا آ رہا ہے۔ اصل باشندہ جنڈیالہ کلساں کا تھا مگر اب نارنگ ہی کا ہو کر رہ گیا ہے۔ اردو کی واجبی سی تعلیم پائے ہوئے ہے۔ اخبارات کے مطالعے کا شوقین اور اس کی وجہ سے باخبر ہے۔ چھ بچوں کا باپ ہے۔ بڑا لڑکا نویں جماعت کا طالب علم ہے۔

۲۔ میر میراں سید محمد کاظمی

یہ بزرگ بابر بادشاہ کی یلغار کے وقت حسن ابدال سے ان کے ہمراہ چلے۔ اور نارنگ کے نواح میں آباد ہوئے۔ موضع

الٰہ پور سیداں انہی کی اولاد کا کھیڑہ ہے۔ جو میر میراں سید محمد صاحب کے پوتے سید الٰہ داد نے آباد کیا۔ اور پھر ارد گرد کے دیہات لدھیکے وغیرہ انہی کے نو مسلم مریدوں نے آباد کئے۔

حسن ابدال اور راولپنڈی ڈویژن کے دوسرے مقامات پر میراں سید محمد کاظمی صاحب کے ہم جد سادات کاظمیہ آباد ہیں جو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد سے ہیں۔ الٰہ پور سیداں کے سادات اثنا عشری شیعی عقائد رکھتے ہیں۔ مرتب کتاب کو بہت دوڑ دھوپ کے باوجود معلوم نہ ہو سکا کہ میر میراں سید محمد کاظمی صاحب کس سلسلہ فقر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے عرس پر چونکہ سماع ہوتا ہے۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ سلسلہ چشتیہ سے ہوں۔ ایک صاحب کی زبانی صرف اتنا معلوم ہوا کہ شاہ بری لطیف کے ہم سلسلہ ہیں اور یہ بات اس لیے بھی قرین قیاس ہے کہ آپ اسی علاقہ سے اُٹھ کر یہاں تشریف لائے تھے۔

ان کی اولاد میں اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور باشعور لوگ موجود ہیں لیکن جس طرح شیر گڑھ میں حضرت داؤد بندگی کی اولاد نے سلسلہ فقر چھوڑ دیا۔ اسی طرح الٰہ پور سیداں کے سید حضرات نے بھی وہ سلسلہ ختم کر دیا۔ پیری مریدی کا سلسلہ اگرچہ دو ایک جگہ موجود ہے لیکن ڈاکٹر اقبالؒ کے اس مصرعہ کا مصداق ہے۔ ع

پیدا کُلہ فقر سے ہے طرّۂ دستار

تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ الٰہ پور سیداں میں الحاج سید امیر علی کاظمی کربلائی رئیس خاندان بھی تھے۔ اور سجادہ نشین بھی۔ ایک سو دس برس کی عمر پا کر یہ بزرگ کوئی پانچ برس ہوئے دنیا سے منہ موڑ گئے۔ سید امام علی کاظمی ایڈوکیٹ شیخوپورہ جو (فیروزوالہ میں بھی قانونی پریکٹس کرتے ہیں) انہی کے صاحبزادے ہیں۔ سید اقدس علی کاظمی جو مڈل اور میٹرک امتحانات میں اوّل آنے کی عزت حاصل کر چکے ہیں اور جن کو بی۔ اے میں عربی اور انگریزی میں اوّل آنے پر اس سال دو طلائی تمغے ملے ہیں۔ سید امیر علی مرحوم کے پوتے اور امام علی کاظمی کے صاحبزادے ہیں۔

بقیہ صلاہ

مہتہ سوجا	چودہری ثناء اللہ چیئرمین ۔ ریاست علی ۔ فیض محمد ۔ محمد اکبر عنایت علی ۔ جہان خاں ۔ نصراللہ خاں ۔ محمد علی شاہ ۔ محمد اکرم محمد خاں ۔ غلام محمد ۔	محمد صفدر خاں ۔ عاشق حسین ۔ محمد ابراہیم سردار ۔ جمال خاں ۔ عنایت اللہ ۔ ریاست علی محمد نواز ۔ نصراللہ خاں ۔ فقیر حسین
ننگل سادہاں	سید محمد مالک چیئرمین ۔ محمد یار ۔ عالم دین ۔ تاج دین ۔ فیض محمد ۔ بہادر علی ۔ نیاز احمد ۔ محمد سعید ۔ محمود علی ۔ بدر دین غلام محمد ۔ محمد خاں ۔ فتح محمد ۔ دین محمد ۔ عبدالعزیز (نامزد) ایل ڈی ووڈسن (نامزد) محمود علی (نامزد) اکرام (نامزد) غلام نبی معزالدین ۔ محمد سلیم (نامزد)	ارشاد احمد ۔ محمد سعید ۔ ممتاز علی ۔ عبدالقادر شاہ سعیدالدین ۔ محمد عالم ۔ امام دین ۔ عنایت محمد خاں ۔

بقیہ صلا ۶ ؛ ۔ شروع کی ۔ اور حاصل پور ضلع بہاولپور میں افسر ترقیات مقرر ہوئے ۔ جولائی ۱۹۶۵ء میں فیروزوالہ تشریف لائے ۔ اور آتے ہی اپنی زندگی اور مستعدی کا ثبوت فراہم کیا ۔ دیہی تعمیر و ترقی کے کام میں اہم تبدیلیوں کا آغاز کیا ۔ ہر تعمیری منصوبے کی تاریخ اور تاریخی پس منظر ضروری قرار دیا ۔ ہر تعمیر پر ایک بورڈ لگانے کی تجویز کی ۔ جس پر اس منصوبے کے متعلق تمام کوائف درج ہوں اور ساتھ ہی ایک کتاب معائنہ ہو جس کے متعلق بورڈ پر اعلان ہو کر وہ کس کے پاس ہے ۔ نیز ابتدائی فارم پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ ایک علیحدہ فائل مرتب ہو ۔ جس میں یونین کونسل کی تجویز (ریزولیوشن) کی نقل اور پلان کی تفصیلات موجود رہیں ۔ تحصیل کونسل کے طریق کار میں یہ تبدیلیاں اہم نتائج اور مزید سرگرمیوں کا باعث ہوں گی ۔

تحصیل کونسل کے اوورسیر

چودہری عبدالمجید صاحب سلطان جو ۱۹۳۶ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے ۔ لاہور سے میٹرک پاس کیا اور اوورسیری کا ڈپلوما حاصل کیا ۔ ۱۹۵۸ء میں بطور اوورسیر ملازمت شروع کی اور مختلف محکموں میں اچھی کارگزاری کے بعد اب فیروزوالہ تحصیل کونسل کی تعمیرات کی نگرانی کے لیے بطور اوورسیر مقرر ہوئے ۔ ننکانہ بھی آپ کے حلقۂ کار میں شامل ہے ۔

سب ڈویژن فیروزوالہ

کی

یونین کونسلیں

بہ ترتیب

حروف تہجی

فہرست

۱۔ آہدیاں

اگر حروف تہجی کے اعتبار سے یہ یونین کونسل سرفہرست نہ بھی ہوتی تو بھی اپنی مردم خیزی اور شادابی کے اعتبار سے اپنا خاص مقام حاصل کرتی۔ کرتو اور آہدیاں کے مواضعات میں ایسے اشخاص پیدا ہوتے رہے ہیں جن کی شہرت ضلعی حدود میں نہیں سما سکی اور وہ ملک گیر شہرت کے مالک ہوئے۔ یہ یونین کونسل نسبتاً گنجان آباد ہے اور ایک آدھ گاؤں کو چھوڑ کر ہر بستی میں ہزار سے اوپر انسان بستے ہیں۔ یہ کل دس دیہات پر مشتمل ہے۔ اس کی آبادی بارہ اور پندرہ ہزار کے درمیان ہے۔ ابتدائی دور میں اس کے تیرہ ممبر تو منتخب اور چار نامزد تھے۔ اب نو ممبر منتخب ہوئے ہیں، دہ وار آبادی کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ کرتو	دو ہزار پانسو انیس	۲۵۱۹
۲۔ ڈالہ واہگہ	دو ہزار ایک سو تینتیس	۲۱۳۳
۳۔ آہدیاں	ڈیڑھ ہزار	۱۵۰۰
۴۔ پچھیالہ	ڈیڑھ ہزار	۱۵۰۰
۵۔ اعوان لبانہ	ایک ہزار تین سو	۱۳۰۰
۶۔ منڈے والی	ایک ہزار	۱۰۰۰
۷۔ لاہوریاں والی	ایک ہزار	۱۰۰۰
۸۔ کوٹ آہدیاں	سات سو	۷۰۰
۹۔ کوٹلی	پانسو	۵۰۰
۱۰۔ بستی افغاناں	تین سو پچاس	۳۵۰

معاشی وسائل

اس یونین کونسل کا رقبہ زیر کاشت ستائیس ہزار ایک سو بہتر ایکڑ ہے۔ جس میں بیس ہزار تین سو سے کچھ اوپر رقبہ

یک فصلہ نہرے سیراب ہوتا ہے۔ باقی بارانی ہے۔ چونکہ لوگ طبعًا من چلے ہیں۔ اس لیے ذرائع معاش کے سلسلے میں دوسرے ذرائع بھی تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چاول اور گندم علاقہ کی اہم فصلیں ہیں۔ نارنگ منڈی اس کے دیہات سے قریب ہے۔ اس لیے زائد پیداوار ٹھکانے لگ جاتی ہے۔ علاقہ میں ایک ریلوے سٹیشن کالا خطائی واقع ہے۔ اس سے آمدورفت میں سہولت ہوتی ہے۔ یونین کا پورا علاقہ پکی سڑک سے محروم ہے۔

تعلیم و صحت

تعلیمی اعتبار سے یونین کونسل غالبًا اس طرف کی یونین کونسلوں سے آگے ہے۔ کرتو اور کالا خطائی میں مڈل سکول اور سات گاؤں میں پرائمری سکول ہیں۔ غالبًا لڑکیوں کے لیے تعلیم کا انتظام نہیں ہے اور ہے بھی تو مقابلتًہ کم۔ جسے توسیع ملنی چاہیئے کرتو، آہدیاں اور کھیالہ میں طبی امداد کے مراکز بھی ہیں۔ حیوانات کے لیئے غالبًا کوئی شفاخانہ نہیں۔ کرتو میں ایک سلیقہ سنٹر بھی ہے۔

سب کمیٹیاں

سب کمیٹیوں کے اعتبار سے یہ یونین کونسل مالا مال ہے۔ اس میں دس اصلاحی کمیٹیاں، دیہی تعمیر کی نگرانی کی چھ کمیٹیاں دو یوتھ کلب کلب جائزہ کمیٹی، مالیاتی کمیٹی، ثقافتی کمیٹی، اطلاعاتی کمیٹی سبھی کچھ ہے لیکن تعلیم نسواں کا چرچا چونکہ کم ہے اور لت کا یہ دوسرا ہاتھ شل اور بیکار سا ہے اس لیے لیڈیز سوشل کلب کوئی نہیں۔ حالانکہ کوئی تنجن (تر نجن) کا صحن، کوئی مل بیٹھنے کی جگہ کسی بڑھی بوڑھی کا گوشہ عافیت لیڈیز سوشل کلب میں بآسانی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ انگریزی نام کا یہ مطلب نہیں کہ سوشل سنٹر مغربی طرز کا ہو۔

بجٹ

اس یونین کونسل کے بجٹ کی کیفیت یہ رہی ہے۔

۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی دو ہزار نو سو چوبیس ۲۹۲۴،	خرچ دو ہزار تین سو ستائیس ۲۳۲۷ روپیہ
۱۹۶۱-۶۲ء	،، پانچ ہزار چھ سو چونتیس ۵۶۳۴،	،، ایک ہزار آٹھ سو سات ۱۸۰۷ ،،
۱۹۶۲-۶۳ء	،، سات ہزار چھ سو اٹھائیس ۷۶۲۸،	،، تین ہزار سات سو ستائیس ۳۷۲۷ ،،
۱۹۶۳-۶۴ء	،، آٹھ ہزار تین سو پچیس ۸۳۲۵،	،، پانچ ہزار نو سو تیرہ ۵۹۱۳ ،،

وسائل

یونین کونسل کے علاقہ میں کم سے کم ٹیکس نافذ ہیں، چولھا ٹیکس تو پرانا ہے۔ باقی شادی ٹیکس اور پیدائش ٹیکس کے علاوہ صرف فیس ذبیحہ ہے۔ عوائد و وصولی کا گوشوارہ یہ ہے:-

۱۹۶۰-۶۱ء	نافذ شدہ	دو ہزار روپیہ	وصولی	کچھ نہیں
۱۹۶۱-۶۲ء	،،	،، ،، ،،	،،	پانسو روپیہ
۱۹۶۲-۶۳ء	،،	،، ،، ،،	،،	سات سو ،،
۱۹۶۳-۶۴ء	،،	،، ،، ،،	،،	تین سو ،،

یعنی وصولی کے اعتبار سے یونین کونسل نسبتًا کمزور ہے۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ اس یونین کونسل کا کوئی تعمیری منصوبہ خارجی امداد کے بغیر مکمل نہیں ہوا۔

تعمیری منصوبے

۱۔ مرمت کچی سڑک	کوٹ آہدیاں سے ریلوے سٹیشن	لاگت ۵۰۰ روپیہ	گرانٹ ۵۰۰ روپیہ	اپنی مدد آپ	صفر
۲۔ ،،	آہدیاں سے ،،	،، ۲۰۰۰ ،،	،، ۱۸۰۰ ،،	،،	دو سو
۳۔ ،،	کھیالہ سے چاہ سیداں	،، ۶۰۰۰ ،،	،، ۶۰۰۰ ،،	،،	صفر
۴۔ پل پختہ	آوان لیانہ	،، ۶۰۰ ،،	،، ۵۰۰ ،،	،،	ایک سو
۵۔ پل پلیاں	لاہوریانوالی	،، ۱۰۰۰ ،،	،، ۸۰۰ ،،	،،	۲۰۰
۶۔ مٹی بھرائی	سڑک آہدیاں	،، ۱۴۵۰ ،،	،، ۱۴۵۰ ،،	،،	صفر
۷۔ کچا دفتر	آہدیاں	،، ۵۰۰ ،،	،، ۵۰۰ ،،	،،	صفر
۸۔ کچی سڑک	کرتو	،، ۵۰۰ ،،	،، ۰ ،،	،،	۵۰۰

مصالحت و ثالثی

آپس کے تنازعات کے سلسلہ میں یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں پانچ مقدمات زیر سماعت آئے جن کا فیصلہ فریقین کی

۲- برج اٹاری

یہ یونین کونسل لاہور جڑانوالہ روڈ پر سڑک کے دونوں طرف آباد ہے۔ اس میں تین حلقہ ہائے پٹوار، برج اٹاری، رانا بھٹی اور بنسی نگر شامل ہیں۔ یہ سترہ دیہات پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں اس کے سات منتخب ممبر اور تین ممبر نامزد تھے۔ نامزدگیاں ختم ہو گئی ہیں لہٰذا ممبروں کی تعداد کم رہ گئی ہے۔ سرراہ واقع ہونے کی وجہ سے بیرونی حملوں کی زد میں رہتی ہے۔ ابتدائی دور میں سول ایڈمنسٹریشن اکیڈمی کے پندرہ سولہ زیر تربیت افسران اعلیٰ کا ایک وفد یہاں دیہاتی مسائل کے مطالعہ کے لیے آیا تھا اور دو گھنٹے تک یونین کونسل کے عارضی دفتر کے صحن میں بنیادی جمہوریتوں کے ممبروں اور حاضرین کو محظوظ کر گیا تھا۔ برج اٹاری کا یہ شرف اپنی جگہ غیر معمولی ہے کہ اتنے بڑے مناصب و مدارج کے بزرگ یہاں تشریف لائے۔ اس یونین کونسل کی آبادی دیہات کی تعداد کے اعتبار سے نسبتاً کم ہے۔ کل آبادی آٹھ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ موضع وار تفصیل یہ ہے۔

۱- برج اٹاری	ایک ہزار تین سو پچپن	۱۳۵۵
۲- بنسی نگر	نو سو	۹۰۰
۳- سکیاں خورد	چودہ سو	۱۴۰۰
۴- داگرے	سات سو	۷۰۰
۵- رانا بھٹی	"	۷۰۰
۶- بھلے اندرلی	ساڑھے چھ سو	۶۵۰
۷- ڈھنڈیال	پانچ سو پانچ	۵۰۵
۸- گھمباڑ والہ	سوا چار سو	۴۲۵
۹- دھنیگاں	ساڑھے تین سو	۳۵۰
۱۰- گالو	تین سو	۳۰۰
۱۱- چاہڑ	دو سو پچاس	۲۵۰

۱۲- منارہ والہ	ڈیڑھ سو	۱۵۰
۱۳- چاہ منگو	پچاس	۵۰

باقی مواضعات سیم اور تھور کی تباہ کاری کی وجہ سے غیر آباد اور بے چراغ ہیں۔

معاشی وسائل

اس یونین کونسل کا رقبہ سترہ ہزار دو سو پچاس ایکڑ ہے۔ جس میں دس ہزار کے لگ بھگ رقبہ بیک نمبلہ نہر سے سیراب ہوتا ہے اور آٹھ ہزار سے اوپر بارانی ہے۔ اس علاقہ میں چاولوں کی فصل زیادہ ہوتی ہے۔ گنا اور گندم دوسرے درجے پر ہیں۔ اس پاس منڈی کوئی نہیں ہے۔ اس لیے زائد پیداوار کو نکالنے لگا تا کوہ کندن کاہ برآوردن کے مصداق ہے۔ حالانکہ سڑک اس علاقے کے بیچ میں سے گزرتی ہے، اور یہاں بجلی پہنچ گئی ہے۔ اس لیے بڑی بارونق منڈی بن سکتی ہے جو کم از کم تین کونسلوں کی آبادی کے دیہات کے اجناس کو سنبھال سکتی ہے۔ زراعت کے علاوہ لوگ دوسرے معاشی وسائل کی طرف بھی توجہ دینے لگے ہیں۔ پوری یونین کونسل میں صرف ایک انجمن امداد باہمی کام کر رہی ہے اور سب کمیٹیوں کے اعتبار سے بھی یہ یونین کونسل تہی دامن ہے۔ صرف چند کمیٹیاں تعمیری کام کی نگرانی کے لیے قائم ہیں۔

بجٹ

یونین کونسل کے بجٹ کی کیفیت گزشتہ برسوں میں یہ رہی ہے۔

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی	دو ہزار چھ سو تیس	۲۶۳۰	اخرچ دو ہزار تین سو بیالیس	۲۳۴۲	روپیہ
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	"	چھ ہزار ایک سو پچاس	۶۱۵۰	" پانچ ہزار سات سو انیس	۵۷۱۹	"
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	"	سات ہزار ایک سو نوے	۷۱۹۰	" سات ہزار پچاس	۷۰۵۰	"
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	"	آٹھ ہزار دو سو پچھتر	۸۲۷۵	" آٹھ ہزار دو سو پچھتر	۸۲۷۵	"

وسائل آمدنی

یونین کونسل کی آمدنی کے وسائل میں چولہا ٹیکس، پیدائش ٹیکس، تعمیر عمارت ٹیکس اور فیس ذبیحہ جانوراں شامل ہے

مصالحت و ثالثی

اس یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں[۱] میں سینتالیس مقدمے اب تک باہمی تنازعات کے زیر سماعت آئے۔ تمام کے تمام دیوانی نوعیت کے تھے اور فریقین کی باہمی رضامندی سے فیصل ہوئے۔ ثالثی کونسلوں میں اب تک چوبیس تنازعات پیش ہوئے، جن میں گیارہ نان ونفقہ کے، ایک نکاح ثانی کی درخواست اور باقی گھریلو تنازعات کے تھے

اہم شخصیتیں

۱۔ ملک محمد افضل خاں چیئرمین

ملک محمد افضل خاں راجپوت چوہان قبیلہ کے فرد ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب کئی واسطوں سے پرتھوی راج سے جا ملتا ہے جو راجپوتوں کی عظمت کا آخری نشان اور راجپوت حکمرانوں میں آخری قابل ذکر حکمران تھا۔ اس کے خاندان کے ایک فرد کو مغل بادشاہوں نے اپنے شوق شکار کی تسکین کے لیے موجودہ جگہ پر آباد کیا اور شکار کے لیے برج بنوائے۔ اور اس موضع کا حق ملکیت دیا۔ مغلوں کے بعد سکھوں اور انگریزوں کے عہد میں بھی یہ خاندان سربرآوردہ رہا۔ اور اس موضع پر بدستور قابض رہا۔ ملک محمد افضل خاں جواب ساٹھ کے پیٹے ہیں۔ دسمبر ۱۹۵۹ء میں کثرت آرا سے بنیادی جمہوریتوں کے ممبر اور اس سے بھی دس گنا زیادہ اکثریت سے یونین کونسل کے چیئرمین مقرر ہوئے، اور اس نظام اور عوام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ جن تعمیری منصوبوں کا ذکر آپ پڑھ چکے ہیں، ان کے علاوہ نئے منصوبے جو ملک صاحب کی تندہی، مستعدی اور بھاگ دوڑ سے تیار ہوئے وہ بھی قابل اطمینان کیا قابل فخر ہیں۔ مثلاً انہوں نے راجباہ شاہدرہ کے لیے سائفن کی تجویز کی اور اس پر چار سو چونتیس روپے ڈسٹرکٹ کونسل سے لے کر خرچ کیے۔ تین ہزار کے صرف سے ۴۳ عدد پلیاں کونسل کے حلقہ میں تعمیر کرائیں اور ڈویژن کونسل سے اس سلسلے میں مدد حاصل کی۔ واہگرے اور ڈھینگاں میں پرائمری سکول تعمیر کرائے جن پر تیرہ ہزار روپیہ مجموعی طور پر خرچ ہوا۔ اس طرح نو آباد موضع کوٹ نورشاہ میں دو ہزار پانسو روپے کے خرچ سے پرائمری سکول کی عمارت تعمیر کرائی۔

---

[۱] ہر مصالحت اور ثالثی کے لیے فریقین اپنے اپنے ثالث مقرر کرتے ہیں۔ جن میں ایک ایک یونین کونسل کا ممبر ہوتا ہے۔ اس طرح ہر مصالحتی اور ثالثی کے معاملے میں علیحدہ عدالت بن جاتی ہے۔ لہٰذا صیغہ جمع استعمال کیا گیا ہے۔ مرتب۔

ٹیکسوں کے نفاذ وصول کا نقشہ یہ ہے:۔

۱۹۶۱-۶۲ء	مطالبہ	دو ہزار تین سو چھپن روپیہ	وصولی	دو ہزار تین سو چار روپیہ
۱۹۶۲-۶۳ء	"	دو ہزار آٹھ سو چالیس "	"	ایک ہزار نو سو چون "
۱۹۶۳-۶۴ء	"	دو ہزار پانسو "	"	ایک ہزار پانسو آٹھ "

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیکسوں کی وصولی میں یہ یونین کونسل دوسری کونسلوں سے بمنازل آگے اور بمراحل بلند ہے۔ چیئرمین یونین کونسل جناب محمد افضل خاں صاحب صرف بااثر ہی نہیں محنتی اور قول و فعل میں تعلق و تطابق کے قائل بھی ہیں۔

تعمیری منصوبے

اس یونین کونسل نے اب تک بارہ تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں اور مسرت کی بات یہ ہے کہ ان میں سے صرف تین منصوبوں کے لیے بیرونی امداد لی گئی ہے۔ باقی تمام منصوبے اپنی مدد آپ کے ماتحت مکمل کیے گئے ہیں۔ تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ پانی پینے کا کنواں	برج اٹاری	لاگت	پندرہ سو	اپنی مدد آپ	پندرہ سو
۲۔ طالبات کے سکول کی چاردیواری	"	"	دو سو	"	دو سو
۳۔ " " " میں نلکہ	"	"	سو روپیہ	"	سو روپیہ
۴۔ کنوئیں کی مرمت	سگیاں خورد	"	دو سو روپیہ	"	دو سو روپیہ
۵۔ پکی سڑک تک راستہ	اٹاری	"	دو سو "	"	دو " "
۶۔ " " "	رانا بھٹی	"	چار سو "	"	چار سو "
۷۔ " " "	بھلے اندرون	"	ایک ہزار	"	ایک ہزار
۸۔ دفتر کی چاردیواری	اٹاری	"	پانسو روپیہ	"	چار سو روپیہ۔ سو روپیہ یونین فنڈ
۹۔ پرائمری سکول	ڈھینگاں	"	"	"	چار سو روپیہ
۱۰۔ کچی سڑک مرمت	کچی ننکانہ روڈ	"	ایک ہزار پانسو	"	ایک ہزار پانسو
۱۱۔ تعمیر دفتر	اٹاری	"	پانچ ہزار چھ سو	"	x
۱۲۔ احاطہ ڈسپنسری	"	"	دو ہزار دو سو ستر	"	دو سو ستر، یونین فنڈ دو ہزار

۲۔ چودھری فیروزالدین

چودھری صاحب بگیاں خورد سے پہلے دور میں یونین کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور چیئرمین کے دست راست کی حیثیت سے ان کے دوش بدوش پانچ برس تک عوامی خدمت میں مصروف رہے۔ ساٹھ برس سے اُوپر عمر ہے۔ اکہرے بدن کے بزرگ ہیں۔ مڈل تک تعلیم ہے۔ پینتیس چھتیس ایکڑ اراضی کے مالک اور آسودہ حال ہیں، دینی امور میں شغف رکھتے ہیں۔ طبعاً شریف اور صلح کل ہیں۔ خدمت خلق کا بھرپور جذبہ رکھتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ شیخوپورہ کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ اب تک حکام نے پچاس کے قریب سرٹیفکیٹ ان کو دیئے ہیں۔ جن میں ان کی عوامی خدمات کا اعتراف ہے۔ بسا اوقات آپ نے اس سلسلے میں انعامات بھی حاصل کیے۔ جب سے بنیادی جمہوریتوں کی تعمیری سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا ہے چار ہزار روپیہ کے قریب اپنی گرہ سے مختلف تعمیری مقاصد کے لئے خرچ کر چکے ہیں۔ ہر رفاہی اور فلاحی فنڈ میں ہمیشہ سب سے آگے ہو کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ اور اس معاملے میں یونین کونسل بھر میں نمایاں شخصیت کے مالک ہیں۔ افسوس ہے کہ نئے دور میں برُج ماماری کی یونین کونسل اپنے چیئرمین اور چودھری صاحب موصوف کی خدمات سے محروم ہوگئی ہے۔ کیونکہ دونوں بزرگوں نے بڑھاپے کی وجہ سے انتخابات میں حصہ نہیں لیا اور نوجوانوں کے لئے جگہ خالی کر دی۔ بہر حال بلاشبہ دونوں کا مقام اونچا ہے۔

۳۔ بُوچھ

یہ یونین کونسل دس دیہات اور دس ہزار کے قریب آبادی پر مشتمل ہے۔ ننگل بھچر اس یونین کونسل کا سب سے بڑا گاؤں ہے اور وہی اس کا صدر مقام ہے۔ پہلے دور میں اس کے آٹھ ممبر منتخب اور ایک نامزد تھا۔ نئے انتخابات میں آٹھ ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ موضع وار آبادی یوں ہے:۔

۱۔ ننگل بھچر	دو ہزار دو سو بہتر	۲۲۷۲
۲۔ بھاگو ڈیال	ایک ہزار تین سو اٹھاون	۱۳۵۸
۳۔ بُوچھ	ایک ہزار ایک سو پانچ	۱۱۰۵
۴۔ ہیچڑ	ایک ہزار ایک سو سات	۱۱۰۷
۵۔ فتح گگڑ	ایک ہزار ایک سو ایک	۱۱۰۱
۶۔ ڈگمہ	سات سو باسٹھ	۷۶۲
۷۔ فرخندہ آباد	سات سو	۷۰۰
۸۔ کوٹ بُوچھ	چار سو اکتیس	۴۳۱
۹۔ جو ٹیکے	تین سو	۳۰۰
۱۰۔ مرادپور	دو سو چھیاسی	۲۸۶

زراعت

اس یونین کونسل کی حدود میں آٹھ ہزار پانسو سات ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے۔ جو تمام کا تمام یک فصلا نہری ہے۔ اس کی اہم فصلیں چاول اور گندم ہیں۔ بوچھ میں بھی خرید و فروخت کا مرکز ہے اور منڈی ہے۔ نارنگ منڈی بھی قریب ہے آمدورفت کے ذرائع میں ریل اور کچے راستوں کے علاوہ جو برسات میں ناقابل گزر ہوتے ہیں اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ زرعی اجناس منڈی تک انہی پرانے طریقوں سے بہت زیادہ محنت اور خرچ پر پہنچتی ہیں۔

تعلیم و صحت

اس یونین کونسل کی حدود میں ایک مڈل، چار پرائمری سکول طلبہ کے لیے اور چار ہی پرائمری سکول بچیوں کے لیے قائم ہیں۔ طبی امداد کے لیے صرف ہجڑ میں ایک ڈسپنسری ہے۔ مواشی کے لیے کوئی شفاخانہ نہیں ہے یہ کمی بہت افسوسناک ہے۔

سب کمیٹیاں

یہ یونین کونسل اپنی سب کمیٹیوں کی تعداد کی وجہ سے بہت نمایاں ہیں۔ دس کے دس دیہات میں اصلاحی کمیٹیاں قائم ہیں۔ دو تعمیری نگرانی کی کمیٹیاں، ایک جائزہ کمیٹی اور ایک یوتھ کلب ہے۔ انجمن ہائے امداد باہمی کی تعداد کے لحاظ سے یہ یونین کونسل سب ڈویژن میں سب سے آگے ہے۔ اور چھ انجمنیں کام کر رہی ہیں۔

بجٹ

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی	دوہزار پانسو روپیہ	خرچ	دوہزار دوسو پچاس روپیہ
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	"	پانچہزار پانسو بارہ "	"	چار ہزار نوسو انسٹھ "
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	"	چھ ہزار چارسو اٹھارہ "	"	پانچہزار آٹھ سو چار "
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	"	بارہ ہزار ایک سو "	"	دس ہزار پانسو "
سنہ ۱۹۶۴-۶۵ء	(اعداد و شمار موصول نہیں ہوئے)			

وسائل آمدنی

اس یونین کونسل میں ٹیکسوں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے اور بیک وقت سات قسم کے ٹیکس عائد و نافذ ہیں۔ وصولی کی رفتار بھی اچھی ہے۔ ذیل کا نقشہ ملاحظہ ہو:۔

سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	عوائد	چارسو اسی روپیہ	وصولی	چارسو بائیس روپیہ
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	"	ایک ہزار چھبیس "	"	چارسو ستر
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	"	سات ہزار آٹھ سو پچپن "	"	چارسو اڑتالیس "

تعمیری سرگرمیاں

جب تمام کوائف کے بعد اس یونین کونسل کی تعمیری سرگرمیوں پر نگاہ ٹھہرتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اعداد و شمار کا دھارا چلتے چلتے رک گیا ہے۔ اس یونین کونسل ہی میں اب تک صرف سات تعمیری منصوبے زیرکار ہیں جن میں ایک تاحال زیر تکمیل ہے۔ دو منصوبے ضلع کونسل کی پانچہزار روپے کی امداد سے مکمل ہوئے ہیں اور دو منصوبوں پر یونین فنڈ سے دو ہزار دو سو پچاس روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ اس طرح اپنی مدد آپ کا خانہ قریب قریب خالی رہ گیا ہے۔ ہجڑے لدھیکے تک کچی سڑک کی مرمت کو سب سے بڑا تعمیری منصوبہ سمجھ لینا چاہیئے۔

مصالحت و ثالثی

مصالحتی عدالتوں میں اب تک دس مقدمات آئے جن میں چھ دیوانی نوعیت کے اور چار معمولی فوجداری تنازعات تھے۔ ان سب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ثالثی کونسلوں میں آج تک سات جھگڑے آئے۔ اور ان میں نکاح ثانی کی کوئی درخواست نہیں تھی۔ عائلی قوانین کو اس کونسل میں گویا دل و جان سے قبول کیا گیا ہے۔ اور یہ اچھی علامت ہے۔ طلاق کے مقدمات بھی نسبتاً کم رہے۔ زیادہ تر نان و نفقہ سے متعلق تھے۔

اہم شخصیتیں

افسوس ہے کہ چار مہینے کی مسلسل جدوجہد کے بعد کتاب کے مرتب کو اس یونین کونسل سے کسی اہم شخصیت کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو سکے۔ چیئرمین صاحب کے علاوہ ایک دو اور حضرات کی بابت معلوم ہوا کہ اپنے مقام پر بہت اہم ہیں۔ ان کی خدمت میں زبانی بھی عرض کیا گیا۔ پیغام بھی بھیجے گئے۔ شاید ڈرتے ہوں کہ کتاب میں حالات چھپ گئے تو لوگ کہیں "اہل کتاب" نہ کہنے لگیں۔ بہرکیف یہ یونین کونسل اہم شخصیتوں سے خالی نہیں ہے۔ صرف یہ کتاب ان کے ذکر سے خالی رہ گئی۔

۴۔ بھرٹھ

آبادی

یہ یونین کونسل چھوٹے بڑے بیس دیہات پر مشتمل ہے۔ جن میں سات بے چراغ اور تیرہ محلّ آباد ہیں۔ اس کی آبادی سات ہزار ایک سو چھتیس ہے۔ بنیادی جمہوریتوں کے پہلے دور میں اس کے آٹھ ممبر منتخب تھے اور چار نامزد۔ اس یونین کونسل کی حدود میں ریلوے کے دو سٹیشن اور دو ریسٹ ہاؤس ونڈالہ دیال شاہ اور باگوال میں موجود ہیں۔ دہ وار آبادی کی تفصیل یہ ہے :-

۱۔	ڈسووال	۲۰۳	دوسو تین
۲۔	شیدیوالی	۵۵	پچپن
۳۔	رتنی وال	۹۹	ننانوے
۴۔	جبہال	x	بے چراغ
۵۔	کوٹلی کچی	x	بے چراغ
۶۔	باگوال	۱۴۱۱	ایک ہزار چار سو گیارہ
۷۔	ڈنڈیاں	۵۷۱	پانسو اکہتر
۸۔	قاضی کھوں	x	بے چراغ
۹۔	بجنہ	۵۰۸	پانسو آٹھ
۱۰۔	کوٹ مول چند	۱۴۹	ایک سو انچاس
۱۱۔	خیر دین پور	x	بے چراغ
۱۲۔	کوٹ ہدایت علی	۱۹۵	ایک سو پچانوے
۱۳	ونڈالہ دیال شاہ	۱۶۱۵	ایک ہزار چھ سو پندرہ



رانا عبدالمجید خاں



ملک محمد اسمعیل



محمد افضل چوہان



پیر احمد شاہ

۱۴ -	کھڑ نتھ	۱۸۵۲	ایک ہزار آٹھ سو باون
۱۵ -	علی پور	۱۳۶	ایک سو چھتیس
۱۶ -	رسول پور	×	بے چراغ
۱۷ -	جادہ	×	"
۱۸ -	قادیاں	×	"
۱۹ -	کوٹ حبیت	۱۹۹	ایک سو ننانوے
۲۰ -	کوٹ نفقو	۱۸۴	ایک سو چوراسی

رقبہ

یونین کونسل کا مجموعہ رقبہ بارہ ہزار سات سو سنتالیس ایکڑ ہے۔ جس میں سے گیارہ ہزار سات سو اکتیس ایکڑ قابل زری اور ہزار ایکڑ سے کچھ زائد بارانی ہے۔ چاول گندم اور گنا اہم فصلیں ہیں۔ منڈی شاہدرہ ہے اور لاہور بھی دور نہیں ہے سات غیر آباد مواضعات میں آبادی کی گنجائش ہے۔ اور لاہور سے نزدیک ہونے کی وجہ سے نئی آبادیوں کا امکان ہے۔ مالونگر اور ملحقہ نئی بستیاں اسی یونین کونسل کی حدود میں سر اُٹھا رہی ہیں

تعلیم

تعلیمی حالت نسبتاً اچھی ہے اور اس کا مستقبل اور بھی بہتر ہے۔ بانکوال میں ایک مڈل سکول، کھڑ تھ، ڈنڈالہ اور بانکوال میں چار پرائمری سکول لڑکوں کے لیے ہیں۔ کھڑ تھ اور بانکوال میں دو پرائمری سکول بچیوں کے لیے ہیں۔ مالونگر اور ملحقہ نئی آبادیوں میں تعلیمی چرچا ابھی سے ہے اور کئی سکولوں کی داغ بیل پڑ رہی ہے۔

طبی امداد

انسانوں کے لیے بانکوال میں ایک سول ڈسپنسری ہے۔ اور یہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لیئے ناکافی ہے۔ کھڑ تھ میں مویشی کے لیے ایک ویٹرنری سنٹر ہے۔

سب کمیٹیاں

تیرہ گاؤں ہیں جن میں سے دس میں اصلاحی کمیٹیاں ہیں۔ دیہی تعمیری پروگرام کی تکمیل کے لیے چھ پراجیکٹ کمیٹیاں ہیں۔



پیر محمد افضل



ملک محمد اشرف





چوہدری رحیم بخش

امداد باہمی کی ایک انجمن بھی پوری یونین کونسل میں مالی سہارے کا نشان ہے۔ ایک جائزہ کمیٹی ہے۔

بجٹ

گزشتہ برسوں میں یونین کونسل کا بجٹ حسب ذیل رہا ہے :-

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی دو ہزار چھ سو پچاسی	خرچ دو ہزار دو سو پینسٹھ
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	〃 سات ہزار ایک سو پینتالیس	〃 چھ ہزار چار سو تیس
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	〃 گیارہ ہزار سات سو اکتالیس	〃 دس ہزار سات سو سولہ
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	〃 چھ ہزار نو سو پچپن	〃 تیرہ ہزار چھبیس

ٹیکس

یونین کونسل کی حدود میں وراثت ٹیکس، چولہا ٹیکس، شادی ٹیکس، پیدائش ٹیکس، دعوت ٹیکس، ذبیحہ ٹیکس، نافذ ہیں۔ لیکن صرف ضابطہ کی خانہ پری کی حد تک۔ اس لیے کہ ٹیکس کی وصولی کا خانہ قریب قریب خالی ہے۔ ذیل کے نقشے سے صورت حال واضح ہو جاتی ہے :-

سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	نافذ شدہ ٹیکس کی رقم	۲۶۰۰	وصولی	۱۰۰۰
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	〃	۴۰۰۰	〃	×
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	〃	۴۰۰۰	〃	×

اس میں ہزار روپے کی وصولی بھی غالباً نقد نہیں ہے، بلکہ محنت وغیرہ کا معاوضہ ہے۔

ترقیاتی منصوبے

اب تک کونسل نے دس تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں جن کی تکمیل کا انحصار زیادہ تر ضلع کونسل کی امداد پر رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱. کچی سڑک بھڑتھو	لاگت ایک ہزار	اپنی مدد آپ ایک ہزار	
۲. کچی سڑک بابکوال	〃 چھ ہزار	〃 〃 〃 چھ ہزار	
۳. کمیونٹی ہال بھڑتھو	〃 چار ہزار	〃 〃 〃 اراضی	کل رقم گرانٹ سے خرچ ہوئی۔

۴. پرائمری سکول ونڈالہ	لاگت دو ہزار	اپنی مدد آپ صفر	کل رقم گرانٹ سے خرچ ہوئی
۵. پرائمری سکول بلجنہ	〃 ڈیڑھ ہزار	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃
۶. پرائمری سکول کوٹ نتھو	〃 〃	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃
۷. مرمت سڑک بابکوال	〃 دو ہزار	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃
۸. پلیاں بابکوال	〃 ایک ہزار چھ سو	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃
۹. پلیاں بھڑتھو	〃 ایک ہزار دو سو	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃
۱۰. کچا راستہ ونڈیاں	〃 چار سو	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃

مصالحت و ثالثی

یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں گزشتہ مدت میں ۲۸ مقدمات سماعت کے لیے پیش ہوئے جو سب کے سب دیوانی نوعیت کے تھے۔ اور ان کا فیصلہ خوش اسلوبی سے کیا گیا۔ عائلی قوانین کے تحت ثالثی کونسلوں میں سولہ مقدمات پیش ہوئے۔ جن میں گیارہ کا تعلق طلاق سے اور پانچ نان و نفقہ کے سلسلے میں تھے۔

اہم شخصیتیں

چیئرمین

ملک دل محمد صاحب اس یونین کونسل کے چیئرمین ہیں جو پیرانہ سالی کے باوجود اپنی جواں ہمتی سے اس یونین کونسل میں تعمیری سرگرمیوں کی روح پھونکے ہوئے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں موضع جادہ کے نمبردار ملک جھنڈے خاں کے گھر پیدا ہوئے۔ تعلیم شاہدرہ اور باغبانپورہ میں پائی۔ مڈل پاس کرنے کے بعد مسلسل بیماری کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ رک گیا۔ سنہ ۱۹۵۹ء کے آخر میں جب بنیادی جمہوریتوں کا نظام نافذ ہوا۔ تو آپ اپنے حلقے سے ممبر منتخب ہوئے اور اپنی ہر دلعزیزی اور سماجی خدمات کی بنا پر یونین کونسل کے چیئرمین قرار پائے۔ اور اس وقت سے اب تک برابر رفاہی کاموں اور تعمیری سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لیے کوشاں ہیں۔

۵۔ پسیاں والہ

یونین کونسل چودہ دیہات اور نو ہزار کے قریب افراد پر مشتمل ہے۔ اس میں چار حلقہ ہائے پٹوار پسیاں والہ، لدھڑ، کھنڈا اور چکرالی شامل ہیں۔ کونسل کا صدر مقام کوٹ بھیلاں میں ہے۔ پہلے دور میں اس کے کل تیرہ ممبر بنتے جن میں سے ۹ منتخب اور چار نامزد ہوتے۔ اس مرتبہ صرف نو ممبر منتخب ہوئے ہیں جن میں سے اکثر سابقہ ممبر اور ایک دو نئے ممبر ہیں۔ اس کی مواضع وار آبادی یوں ہے۔

۱۔ کوٹ بھیلاں	سات سو بیالیس	۷۴۲
۲۔ جیتو گجال	پانسو سولہ	۵۱۶
۳۔ کھنڈے	ایک ہزار ایک سو چورانوے	۱۱۹۴
۴۔ چکرالی	ایک ہزار چار سو چون	۱۴۵۴
۵۔ پسیاں والہ	ایک ہزار سات سو اٹھائیس	۱۷۲۸
۶۔ سترائیاں	دو سو آٹھ	۲۰۸
۷۔ راج پورہ	دو سو بہتر	۲۷۲
۸۔ کوٹلی ورک	ایک سو چھیاسی	۱۸۶
۹۔ ہردو بریار	آٹھ سو بائیس	۸۲۲
۱۰۔ کھلے	دو سو بہتر	۲۷۲
۱۱۔ لدھڑ	تین سو انہتر	۳۶۹
۱۲۔ رمیدیاں	ایک سو بہتر	۱۷۲
۱۳۔ منڈھیالی	سات سو بائیس	۷۲۲

زراعت

اس یونین کونسل میں بہت کم رقبہ زیر کاشت ہے۔ یعنی صرف چھ ہزار اٹھارہ ایکڑ۔ اس میں چار ہزار چھ سو اٹھائیس ایکڑ

رقبہ بذریعہ نہر سے سیراب ہوتا ہے۔ آٹھ سو اناسی ایکڑ رقبہ چاہی آبپاشی سے سیراب ہوتا ہے اور پانسو ایکڑ سے کچھ اوپر بارانی ہے۔ اہم فصلیں چاول اور گندم ہیں۔ آس پاس منڈی کوئی نہیں۔ حلقہ پٹوار لدھڑ کے زرعی اعداد و شمار فراہم نہیں ہو سکے ہیں۔ اس یونین میں ضرورت سے بچی ہوئی اجناس نارنگ منڈی پہنچائی جاتی ہیں۔

سب کمیٹیاں

اس یونین کونسل میں بارہ اصلاحی کمیٹیاں مواضع وار قائم ہیں۔ پوری یونین میں امداد باہمی کا کوئی ادارہ یا انجمن نہیں۔ اور یہ کمی افسوسناک ہے۔ دیہی تعمیرات کے لیے پراجیکٹ کمیٹیاں بھی قائم نہیں کی گئیں۔ البتہ دو جارزہ کمیٹیاں ہیں اور ایک سوشل سنٹر خواتین کے لیے قائم ہے۔

تعلیم و صحت

یونین کونسل کے نو گاؤں میں طلبہ کے لیے پرائمری سکول ہیں۔ طالبات کا کوئی سکول ساری یونین کونسل میں نہیں۔ نہ کوئی مڈل سکول ہے اور پورے علاقے میں نہ کوئی ہسپتال انسانوں کے لیے ہے نہ حیوانوں کے لیے۔ کوئی ہیلتھ سنٹر بھی نہیں ہے۔

بجٹ

یونین کونسل کے بجٹ کا سالانہ گوشوارہ درج ذیل ہے:۔

۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی دو ہزار پانسو پچیس روپیہ	خرچ دو ہزار دو سو ستر روپیہ
۱۹۶۱-۶۲ء	" چھ ہزار سات سو پچپن "	" پانچ ہزار تین سو دس "
۱۹۶۲-۶۳ء	" سات ہزار چار سو چودہ "	" چھ ہزار چھ سو چھتر "
۱۹۶۳-۶۴ء	" چھ ہزار ایک سو کتالیس "	" پانچ ہزار چار سو اکیس "

وسائل

اس یونین کونسل میں چوکھا ٹیکس، پھیری ٹیکس، اراضی ٹیکس، شادی ٹیکس اور پیدائش ٹیکس نافذ ہیں۔ وصولی کی رفتار تسلی بخش اور مقابلتاً بہتر ہے۔ ذیل کے نقشے سے صحیح اندازہ ہوگا:۔

۵۔ پسیاں والہ

یہ یونین کونسل چودہ دیہات اور نو ہزار کے قریب افراد پر مشتمل ہے۔ اس میں چار حلقہ ہائے پٹوار پسیاں والہ، لدھڑ، کھنڈے اور چکرالی شامل ہیں۔ کونسل کا صدر مقام کوٹ بھیلاں میں ہے۔ پہلے دور میں اس کے کل تیرہ ممبر تھے جن میں سے ۹ منتخب اور چار نامزد تھے۔ اس مرتبہ صرف نو ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ جن میں سے اکثر سابقہ ممبر اور ایک دو نئے ممبر ہیں۔ اس کی موضع وار آبادی یوں ہے:

۱۔ کوٹ بھیلاں	سات سو بیالیس	۷۴۲
۲۔ جیتو گالہ	پانسو سولہ	۵۱۶
۳۔ کھنڈے	ایک ہزار ایک سو چورانوے	۱۱۹۴
۴۔ چکرالی	ایک ہزار چار سو چون	۱۴۵۴
۵۔ پسیاں والہ	ایک ہزار سات سو اٹھائیس	۱۷۲۸
۶۔ منترائیاں	دو سو آٹھ	۲۰۸
۷۔ راج پورہ	دو سو بہتر	۲۷۲
۸۔ کوٹلی ورک	ایک سو چھیاسی	۱۸۶
۹۔ ہردو بریار	آٹھ سو بائیس	۸۲۲
۱۰۔ کھجلے	دو سو بہتر	۲۷۲
۱۱۔ لدھڑ	تین سو انہتر	۳۶۹
۱۲۔ نبیدیاں	ایک سو بہتر	۱۷۲
۱۳۔ منڈھیالی	سات سو بائیس	۷۲۲

زراعت

اس یونین کونسل میں بہت کم رقبہ زیر کاشت ہے۔ یعنی صرف چھ ہزار اٹھارہ ایکڑ۔ اس میں چار ہزار چھ سو اٹھائیس ایکڑ

رقبہ یک فصلہ نہر سے سیراب ہوتا ہے۔ آٹھ سو اناسی ایکڑ رقبہ چاہی آبپاشی سے سیراب ہوتا ہے اور پانسو ایکڑ سے کچھ اوپر بارانی ہے۔ اہم فصلیں چاول اور گندم ہیں۔ آس پاس منڈی کوئی نہیں۔ حلقہ پٹوار لدھڑ کے زرعی اعداد و شمار فراہم نہیں ہو سکے ہیں۔ اس یونین میں ضرورت سے بچی ہوئی اجناس نارنگ منڈی پہنچائی جاتی ہیں۔

سب کمیٹیاں

اس یونین کونسل میں بارہ اصلاحی کمیٹیاں موضع وار قائم ہیں۔ پوری یونین میں امداد باہمی کا کوئی ادارہ یا انجمن نہیں۔ اور یہ کمی افسوسناک ہے۔ دیہی تعمیرات کے لیے پراجیکٹ کمیٹیاں بھی قائم نہیں کی گئیں۔ البتہ دو جائزہ کمیٹیاں ہیں اور ایک سوشل سنٹر خواتین کے لیے قائم ہے۔

تعلیم و صحت

یونین کونسل کے نو گاؤں میں طلبہ کے لیے پرائمری سکول ہیں۔ طالبات کا کوئی سکول ساری یونین کونسل میں نہیں۔ نہ کوئی مڈل سکول ہے اور پورے علاقے میں نہ کوئی ہسپتال انسانوں کے لیے ہے نہ حیوانوں کے لیے۔ کوئی ہیلتھ سنٹر بھی نہیں ہے۔

بجٹ

یونین کونسل کے بجٹ کا سالانہ گوشوارہ درج ذیل ہے:۔

سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی دو ہزار پانسو پچیس روپیہ	خرچ دو ہزار دو سو ستر روپیہ
سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء	〃 چھ ہزار سات سو پچپن 〃	〃 پانچ ہزار تین سو دس 〃
سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء	〃 سات ہزار چار سو چودہ 〃	〃 چھ ہزار چھ سو چھتر 〃
سنہ ۶۴-۱۹۶۳ء	〃 چھ ہزار ایک سو کتالیس 〃	〃 پانچ ہزار چار سو اکیس 〃

وسائل

اس یونین کونسل میں چوکیداری ٹیکس، پھیری ٹیکس، اراضی ٹیکس، شادی ٹیکس اور پیدائش ٹیکس نافذ ہیں۔ وصولی کی رفتار تسلی بخش اور مقابلتاً بہتر ہے۔ ذیل کے نقشے سے صحیح اندازہ ہوگا:۔

۶۲-۱۹۶۱ء	مطالبہ ایک ہزار آٹھ سو چھ	وصولی ایک ہزار اٹھائیس
۶۳-۱۹۶۲ء	" ایک ہزار آٹھ سو چھتیس	" نو سو اڑتیس
۶۴-۱۹۶۳ء	" ایک ہزار چھ سو چار	" سوا سات روپے

تعمیری سرگرمیاں

تعمیری منصوبوں کے لحاظ سے یہ یونین کونسل بہت پیچھے ہے۔ اب تک جن تعمیری منصوبوں کا حال معلوم ہو سکا ہے وہ صرف چار ہیں۔ یعنی چار گاؤں کھنڈے، کوٹ بھیلاں، جیتو گالہ اور بدیار قدیم میں نالیوں اور گلیوں کی تعمیر و مرمت کی گئی ہے ان میں ہر منصوبے پر ایک ہزار دو سو بہتر روپے صرف ہوئے ہیں اور یہ ساری رقم ضلع کونسل کی گرانٹ سے خرچ کی گئی ہے

مصالحت و ثالثی

مصالحتی عدالتوں میں اب تک بیس مقدمات مختلف نوعیت کے زیر سماعت آئے۔ اور ان سب کا فیصلہ ہو گیا۔ ثالثی کونسلوں میں گیارہ تنازعے پیش ہوئے۔ ان کا بھی فیصلہ کرا دیا گیا۔

اہم شخصیتیں

۱۔ چیئرمین

اس یونین کونسل کے چیئرمین صاحب کے حالات باوجود کوشش اور تاکید کے حاصل نہیں ہو سکے۔

۲۔ چودھری محمد صابر خاں

یہ صاحب موضع چکرالی کے رہنے والے ہیں۔ راجپوت بھٹی خاندان کے فرد ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں ضلع امرتسر کے موضع برج سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے۔ چودھری صاحب اسی گاؤں میں پیدا ہوئے اور مڈل تک لوپو کے سکول میں تعلیم پائی۔ ہجرت کے وقت مسلمانانِ امرتسر کی اور ۵۵-۱۹۵۴ء کے سیلاب میں سیلاب زدہ لوگوں کی چودھری محمد صابر بہت خدمت کر چکے ہیں۔ کچھ مدت محکمہ انہار میں ٹھیکیداری کرتے رہے۔ بنیادی جمہوریتوں کے پہلے انتخاب میں آپ کثرت آراء سے منتخب ہوئے اور پانچ برس تک گاؤں کی حالت سدھارنے کے لیے بڑا کام کیا۔ ۱۹۶۴ء کے انتخاب میں پھر آپ کثرت آراء سے منتخب ہوئے۔

۳۔ چودھری ہدایت اللہ صاحب

یہ صاحب ۱۹۶۴ء کے انتخابات میں اپنے والد حاجی محمد بخش صاحب کی جگہ جو سابقہ انتخاب میں منتخب ہوئے تھے اپنے حلقۂ انتخاب سے منتخب ہوئے ہیں۔ ہدایت اللہ صاحب انٹرنس تک تعلیم یافتہ ہیں اور فوج کی ملازمت سے پنشن حاصل کر چکے ہیں۔ آپ نے پوری میعاد ملازمت نیک نامی سے ختم کی ہے۔ موضع منڈھیالی میں آپ زرعی اراضی کے مالک ہیں۔

۶۔ جاتری کے[ل]

یہ یونین کونسل نو دیہات پر مشتمل ہے۔ جن کے صرف نام معلوم ہوئے آبادی معلوم نہیں ہو سکی۔ اس کا صدر مقام حمید پور ہے باقی آٹھ گاؤں یہ ہیں:۔ بھاگیاں، جاتری کے، اکبریاں، نگینکے، گندھوال، کوٹلی میانی، سلیم پور، سرمردانی۔ کل آبادی ساڑھے پانچ ہزار سے کچھ اوپر ہے۔ حالیہ ممبروں کی تعداد اور نام بھی سیکرٹری صاحب سے نہیں مل سکے۔ البتہ نئے انتخاب کے بعد جو ممبر منتخب ہوئے۔ ان کے نام ضلع کے دفتر بنیادی جمہوریت سے مل گئے ہیں۔ اس یونین کونسل میں ایک ہزار ایک سو چھپن ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے۔ اور پانچ ہزار ایکڑ سے کچھ زیادہ رقبہ غیر مزروعہ ہے۔ پوری یونین کونسل میں کوئی ہائی سکول یا مڈل سکول نہیں ہے۔ چھ پرائمری سکول بچوں کے لیے اور تین بچیوں کے لیے ہیں۔ کوئی ہسپتال، مواشی کے لیے شفاخانہ یا زچہ بچہ کیلئے ہیلتھ سنٹر نہیں ہے۔ البتہ سب کمیٹیاں بہت ہیں۔ اصلاحی کمیٹی ہر گاؤں میں ہے۔ انجمن امداد باہمی ہر گاؤں میں ہے۔ دیہی تعمیر و ترقی کی کمیٹیاں آٹھ ہیں۔ دو جائزہ کمیٹیاں آٹھ یوتھ کلب اور تین لیڈیز سوشل سنٹر ہیں۔ کونسل کے بجٹ کی کیفیت حسب ذیل ہے۔

سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی	دوہزار پانسو روپیہ	خرچ	دوہزار دوسو روپیہ
سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء	"	نوہزار پانسو پچھتر "	"	آٹھ ہزار تین سو پینتالیس روپیہ
سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء	"	دوہزار پانسو چالیس	"	دوہزار دوسو تینتیس
سنہ ۶۴-۱۹۶۳ء	"	پانچ ہزار سات سو چوہتر	"	تین ہزار آٹھ سو تیرہ
سنہ ۶۵-۱۹۶۴ء	"	چھ ہزار تین سو پچاس	"	پانچ ہزار سات سو پندرہ

وسائل

اس یونین کونسل میں چھ قسم کے ٹیکس نافذ ہیں۔ لیکن سیکرٹری اور چیئرمین دونو حضرات کو معلوم نہیں کہ ٹیکسوں کی مجموعی رقم کتنی ہے! صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء میں ٹیکسوں سے ایک سو تئیس روپیہ۔ اگلے سال پانسو چھبیس روپیہ۔ اس سے

[ل] افسوس ہے کہ اس یونین کونسل کے نامکمل حالات بھی اس وقت موصول ہوئے جب کتابت طباعت کے آخری مراحل میں تھی۔ بہرحال جو کچھ ہے حاضر ہے۔ چیئرمین صاحب کا شکوہ کون کرے؟ (مرتب)

اگلے سال ایک ہزار ایک سو اٹھہتر روپیہ وصول ہوئے۔ اس طرح وصول شدہ کل رقم ایک ہزار سوا آٹھ سو روپے سے اوپر بنتی ہے۔ لیکن سیکرٹری صاحب نے جو اعداد فراہم کیے ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ اب تک کل وصولی چار سو پینتالیس روپے چوالیس پیسے ہوئی ہے۔

تعمیری منصوبے

اس کونسل میں تیرہ تعمیری منصوبوں پر کام ہوا ہے۔ ان پر خرچ کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔	سڑک و پلیاں	حمید پور	ایک ہزار چھ سو روپیہ	پانسو گرانٹ ضلع کونسل
۲۔	سڑک و سکول	سرمردانی	دوہزار دوسو دس "	ایک ہزار چھ سو دس گرانٹ
۳۔	پختہ نالیاں	کوٹلی میانی	ایک ہزار تین سو تیس "	کل رقم گرانٹ سے خرچ ہوئی۔
۴۔	کچی سڑک	جاتری کے	پانسو روپیہ	×
۵۔	پختہ نالیاں	اکبریاں	چھ سو "	×
۶۔	"	بھاگیاں	سات سو "	×
۷۔	"	گندھوال	ایکہزار ایک سو چونسٹھ روپیہ	آٹھ سو چونسٹھ روپیہ
۸۔	پرائمری سکول	جاتری کے	دوہزار ایک سو اکتیس "	ایک ہزار ایک سو اکتیس
۹۔	"	کوٹ میانی	(خرچ کے اعداد و شمار نہیں ملے)	
۱۰۔	"	سرمردانی	" "	"
۱۱۔	یونین کا دفتر	حمید پور	" "	"
۱۲۔	پرائمری سکول	"	چھ ہزار دو سو اکتالیس روپے	کل رقم گرانٹ سے خرچ ہوئی
۱۳۔	پختہ نالیاں	سلیم پور	چار سو ستتر روپے	" "

یونین فنڈ غالباً ہے ہی نہیں۔ اس لیے یونین فنڈ سے کسی منصوبے پر کوئی رقم خرچ نہیں کی گئی۔ مصالحتی عدالتوں کی کارگزاری بھی نہیں مل سکی۔ ثالثی کونسلوں میں سات تنازعے آئے جن میں دو نان نفقہ کے اور باقی دوسری شادی سے متعلق تھے۔ کسی اہم شخصیت کے حتیٰ کہ چیئرمین صاحب کے بھی معلوم نہیں ہو سکے!

۷۔ جنڈیالہ کلساں

اس یونین کونسل میں اٹھارہ دیہات شامل ہیں اور اس کی آبادی چھ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ بنیادی جمہوریتوں کے ابتدائی دور میں اس کے کل دس ممبر تھے جن میں آٹھ منتخب اور چار نامزد تھے۔ اب نامزدگیاں ختم ہو گئی ہیں۔ اس یونین کونسل میں موضع رتہ پیراں میں شاہ عبدالجلیل صاحب مرحوم جو بزرگی کے نام سے مشہور ہیں اور جن کا مزار لاہور میں قلعہ گوجر سنگھ کے مقابل ہے، کی اولاد آباد ہے۔ اور پورے علاقہ میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ یونین کونسل کے بیشتر دیہات بھی انہی بزرگوں کے بسائے ہوئے ہیں۔ ان کے مفصل حالات تاریخ جلیلیہ مرتبہ جناب مولانا غلام دستگیر صاحب نامی مرحوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ مواضع وار آبادی کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ جنڈیالہ کلساں	دو ہزار چھیالیس	۲۰۴۶
۲۔ رتہ پیراں	ایک ہزار	۱۰۰۰
۳۔ چک دھیدو	آٹھ سو	۸۰۰
۴۔ پنجے ونڈ	ساڑھے پانسو	۵۵۰
۵۔ لونگ والا	چار سو پچاس	۴۵۰
۶۔ رنیال خورشید	پونے تین سو	۲۷۵
۷۔ چک تیلیاں	سوا دو سو	۲۲۵
۸۔ کوٹ محمود وال	ایک سو چوہتر	۱۷۴
۹۔ شریف پورہ	ایک سو تینتالیس	۱۴۳
۱۰۔ چک تاجا	اکاسی	۸۱
۱۱۔ کوٹلی پیراں	باسٹھ	۶۲
۱۲۔ ام پورہ	چالیس	۴۰

۱۳۔ کوٹھی شیر خاں	ستر	۷۰
۱۴۔ امبرا	ان مواضعات کی آبادی معلوم نہیں ہو سکی غالباً غیر آباد اور بے چراغ ہیں (مرتب)	
۱۵۔ بدین پور		
۱۶۔ اوجوہ		
۱۷۔ کوٹلی بابا		
۱۸۔ کوٹلی کشمیریاں		

سب کمیٹیاں

اس یونین کونسل میں چھ اصلاحی کمیٹیاں قائم ہیں۔ دیہات میں تعمیر و ترقی کی نگرانی کے لیے چار پراجیکٹ کمیٹیاں ہیں۔ دو مسجد کمیٹیاں ہیں۔ مصدقہ سوشل سنٹر کوئی نہیں۔ مردوں میں ثقافتی کمیٹی نہیں۔ لونگ والا میں ایک سرکاری ڈاک بنگلہ ہے۔

معاشی وسائل

اس یونین کونسل کا مزروعہ رقبہ چار ہزار سات سو تالیس ایکڑ ہے۔ اس میں سے دو ہزار چھ سو اٹھائیس ایکڑ کی ضلع ... نہری ہے۔ ایک ہزار پانسو بیس ایکڑ رقبہ چاہی ہے۔ یہ رقبہ غالباً دور قدیم سے چاہی ہے۔ اور اس میں خاندان ... کی زمینیں زیادہ ہیں۔ اہم فصلیں چاول اور گیہوں ہیں۔ قریب کی منڈی صرف نارنگ ہے۔

تعلیم و صحت

اس یونین کونسل کی حدود میں تعلیمی چرچا خاصا ہے۔ جنڈیالہ کلساں میں لڑکوں کے لیے ایک مڈل سکول ہے۔ ایک پرائمری سکول لڑکیوں کے لیے ہے۔ رتہ پیراں، پنجے ونڈ، چک دھیدو میں لڑکوں کے پرائمری سکول ہیں۔ اور رتہ پیراں اور پنجے ونڈ میں لڑکیوں کے پرائمری سکول ہیں۔ جنڈیالہ کلساں میں ایک سول ڈسپنسری کام کر رہی ہے۔ مویشی کے لیے بھی یہاں ایک شفاخانہ ہے۔

بجٹ

صرف آمدنی کے اعداد و شمار فراہم ہو سکے ہیں۔

۱۹۶۰-۶۱ء	۔	
۱۹۶۱-۶۲ء	پانچ ہزار چار سو اکاسی روپے	۵۴۸۱ روپے
۱۹۶۲-۶۳ء	چار ہزار چھ سو اٹھاون روپے ننانوے پیسے	۴۶۵۸/۹۹ روپیہ
۱۹۶۳-۶۴ء	چھ ہزار ایک سو نواسی روپے ننانوے پیسے	۶۱۸۹/۹۹ روپے

مالی وسائل

اس یونین کونسل میں چولھا ٹیکس، شادی ٹیکس، پیدائش ٹیکس اور فیس ذبیحہ نافذ ہے۔ لیکن اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ٹیکس زیادہ تر کاغذات ہی میں درج ہیں۔ عملاً ان کے نفاذ کا کوئی اثر نہیں۔ مثال کے طور پر چولھا ٹیکس کو لیجئے۔ اگر چھ ہزار کی آبادی میں اوسطاً چھ آدمیوں کے لیے بستی میں ایک چولھا ہو، تو ہزار چولھوں پر (دو روپیہ سالانہ مالکان اراضی پر) اگر مالکان اراضی کے چولھے پچاس فی صد ہوں تو ہزار روپیہ بنتا ہے۔ اسی طرح غیر مالکان اراضی کا ایک روپیہ سالانہ کے حساب سے پانسو روپیہ ہوتا ہے۔ اس طرح ایک ہزار پانسو روپیہ تو صرف چولھا ٹیکس کا بن جاتا ہے۔ باقی ٹیکس الگ۔ لیکن بجٹ کی کیفیت درج ذیل ہے۔ پہلے سال ٹیکس نافذ نہیں ہوئے۔ اس لیے ۱۹۶۰-۶۱ء کے اعداد و شمار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۹۶۱-۶۲ء	مطالبہ سات سو پچاس روپیہ	وصولی چار سو انیس روپے
۱۹۶۲-۶۳ء	〃 چار سو انیس روپیہ	وصولی چار سو انیس روپے
۱۹۶۳-۶۴ء	〃 کوئی نہیں	وصولی ایک سو تیرہ روپے (یہ غالباً پچھلا بقایا وصول کیا گیا ہے)

تعمیری سرگرمیاں

تعمیری سرگرمیوں میں بھی پوری یونین کونسل کا ریکارڈ اطمینان افزا نہیں ہے۔ خاص طور پر اپنی مدد آپ کے تحت (جو بنیادی جمہوریتوں کے نفاذ کا نمایاں عنصر ہے) بہت تھوڑا کام ہوا ہے۔ یونین کونسل کے چیئرمین کی گزشتہ زندگی مذہب خلق کے اعتبار سے بہت اچھی اور مثالی ہے، لیکن باقی آبادی میں یہ جذبہ مفقود ہی ہے اور ابھی اس فقدان کا احساس بھی نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ خود رتہ پیراں میں جو یونین کونسل کا ہیڈ کوارٹر ہے اپنی مدد آپ کے تحت صرف سو روپیہ کا کام سرانجام دیا گیا اور لونگ والہ میں صرف دو سو روپے کا۔ تفصیل یہ ہے:۔

۱.	مرمت راستہ	نارنگ تا جنڈیالہ	کل لاگت	تین ہزار روپے	پوری رقم گرانٹ سے خرچ ہوئی
۲.	دوبارہ مرمت	نارنگ تا جنڈیالہ	کل لاگت	چار ہزار سات سو پینسٹھ	〃 〃 〃
۳.	سہ بارہ مرمت	〃	〃	تین ہزار تین سو ستر سٹھ	〃 〃 〃

یہ اصل میں ایک ہی تعمیری منصوبہ ہے اس لیے کل منصوبے پانچ ہیں

۴.	تعمیر سکول	رتہ پیراں	کل لاگت	دو ہزار روپے	پوری رقم گرانٹ سے خرچ ہوئی
۵.	〃	لونگ والا	〃	〃 〃	〃 〃 〃 〃
۶.	گلیاں اور نالیاں	〃	〃	دو سو 〃	اپنی مدد آپ
۷.	نالیاں	رتہ پیراں	〃	سو 〃	〃 〃 〃

مصالحت و ثالثی

اس یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں اب تک چودہ مقدمات درج ہوئے، جو تمام کے تمام دیوانی نوعیت کے تھے اور سب کا فیصلہ فریقین کی باہمی رضامندی سے کیا گیا۔ ثالثی کونسلوں میں اب تک نو تنازعات زیر سماعت آئے جن میں زیادہ تر نان و نفقہ کے متعلق تھے۔ ایک درخواست نکاح ثانی کی تھی اور ایک معاملہ طلاق کا تھا۔

اہم شخصیتیں

۱. چیئرمین

پیر محمد افضل صاحب اس یونین کونسل کی سب سے نمایاں، معتبر اور مقدس شخصیت ہیں۔ یہ اپنے نانا پیر اشرف عالم صاحب

کے جانشین اور مشہور محقق و مصنف جناب غلام دستگیر نامی کے فرزند اکبر ہیں۔ انگریزی عہد حکومت میں دیہات میں معزز افراد کا جو ایک خاص مزاج اور ان کے انفرادی اور سماجی رجحانات کا جو ڈھانچہ بن گیا تھا پیر محمد افضل صاحب نے عنفوان شباب ہی میں اس کا اندازہ کر لیا تھا۔ اور خدمت کا وہی راستہ اختیار کیا جو اس وقت رائج تھا اس لیے ہر قدم اور ہر سانس پر کامیاب ہوئے اور حکام وقت سے خوشنودئ مزاج کے پیمانے حاصل کرتے رہے اس کے باوجود اپنے خاندانی مشاغل اور ورثہ کی پاسداری بھی کی دینی امور میں انہماک زیادہ رہا اور فلاح عامہ کے کام اس سلسلے میں بھی کیے جو سلسلہ روحانی پشتوں سے چلا آرہا ہے۔ اس وقت پچاس سے اوپر ہیں۔ متواضع خلیق، شریف النفس اور رفتگان ماضی کا نمونہ ہیں۔ تعلیم کے سلسلہ میں مذہبی مطالعہ زیادہ وسیع ہے۔ صورت و سیرت ہر لحاظ سے پسندیدہ و برگزیدہ ہیں۔ (تاریخ جلیلہ ملاحظہ فرمائیے)

۸۔ چک ۴۴/ٹ

اس سب ڈویژن کی سب سے خوش نصیب یونین کونسل ہے ہماری معاشیات کا نیا دور اس یونین کونسل کی حدود میں شروع ہوا۔ سب ڈویژن کی سب سے بڑی نئی نو آبادی اسی یونین کونسل میں قائم ہوئی بڑے بڑے صنعتی کارخانے اسی کی حدود میں قائم ہوئے جن کا مفصل ذکر صنعتوں کی ذیل میں آچکا ہے۔ مردم خیزی میں نہیں تو مردم گیری میں یہ یونین کونسل مغربی پاکستان کی تمام کونسلوں میں سرفہرست ہے۔ اور اس وقت بڑے بڑے سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کا مرجع و ملجا ہے۔ یہ حلقہ ۱۲ دیہات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی دور میں اس کے تیرہ ممبر تھے۔ نو منتخب اور چار نامزد اب نامزدگیاں ختم ہو چکی ہیں اور تعداد کم ہو گئی ہے۔

۱۔ چک ۴۴/ٹ	چھ سو اکتیس	۶۳۱
۲۔ چک ۴۰/ٹ	چار سو تئیس	۴۲۳
۳۔ چک ۴۲/ٹ	چار سو پچپن	۴۵۵
۴۔ چک ۳۹/ٹ	دو سو چھہتر	۲۷۶
۵۔ رکھ باڈی	ایک ہزار دو سو چار	۱۲۰۴
۶۔ باہمناں ڈاگر	دو سو انیس	۲۱۹
۷۔ چک ۴۱/ٹ	پانسو نوے	۵۹۰
۸۔ سرائے خام	دو سو پچپن	۲۵۵
۹۔ سرائے پختہ	دو سو چون	۲۵۴
۱۰۔ رتن پورہ	تین سو ستانوے	۳۹۷
۱۱۔ چک ۴۳/ٹ	چار سو چھیالیس	۴۴۶
۱۲۔ چک ۴۵/ٹ	دو سو چونسٹھ	۲۶۴

۱۳۔	چک ۴۴/۲۶ ر	تین سو سینتالیس	۳۴۷	
۱۴۔	کالا شاہ کاکو	تین سو ننانوے	۳۹۹	
۱۵۔	رائس فارم	چھ سو بارہ	۶۱۲	
۱۶۔	شاکے	ایک ہزار چوہتر	۱۰۷۴	ایک گاؤں غالباً بے چراغ ہے۔

معاشیات

اس یونین کونسل میں معاشیات کے نئے ہنگامے پرانے معمولات پر غالب آتے جا رہے ہیں۔ کروڑوں روپے کے پراجیکٹ قائم ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت تک کم و بیش پچاس کروڑ کے پراجیکٹ تکمیل کے مراحل طے کر رہے ہیں لیکن ان میں سرمایہ بھی باہر کا ہے۔ ماہرین اور دستکار بھی باہر کے ہیں۔ محض مزدور پیشہ لوگ تھوڑی سی تعداد میں ان صنعتوں سے روزی کماتے ہیں۔ یہ بات اگرچہ موضوع کتاب سے باہر ہے۔ تاہم ضروری ہے۔ کہ ان صنعتوں میں کچھ نہ کچھ سرمایہ اور حصہ یونین کونسل کی آبادی کا بھی ہونا چاہیئے۔ یہ ممکن نہ ہو تو سرمایہ کاروں اور صنعتکاروں کو اس سرزمین سے روپیہ کمانے کے لیے اسی آباد ہونے کے لیے اپنا لینا چاہیئے تاکہ مستقبل میں اتحاد و یگانگی کے مظاہر زیادہ دلآویز ہوں۔ اس جملہ معترضہ کے بعد سنئے کہ اس یونین کونسل میں زرعی معیشت کی کیا کیفیت ہے۔ اس کا کل مزروعہ رقبہ بندرہ ہزار نو سو ایکڑ ہے۔ اس میں پونے نو ہزار نہری، چھ ہزار سے کچھ اوپر بارانی ہے۔ اور کافی حصہ صنعتوں کے لیے مخصوص ہو چکا ہے اور ہوتا جاتا ہے اور اس کی اہم فصل صرف چاول ہے جو اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے۔ اور رائس فارم میں اس کے متعلق نت نئے تجربے ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تطابق عجیب سا ہے کہ کارل مارکس نے اپنا انقلابی پروگرام صنعتی ملکوں کے لیے ترتیب دیا تھا۔ لیکن اس کا سب سے پہلا تجربہ بھی روس جیسے خالص زرعی (اور صنعتی اعتبار سے یورپ کے تمام ملکوں میں پسماندہ) ملک میں ہوا۔ اور دوسرا تجربہ بھی چین جیسے زرعی ملک میں ہوا۔ اس طرح چک ۴۴ کے علاقے میں رائس فارم اس خیال سے قائم کیا گیا تھا کہ یہاں سے بہتر سے بہتر قسم کا چاول پیدا ہو۔ اور جب یہ تجربات آگے بڑھے اور نتیجہ خیز ثابت ہوئے تو اس کونسل کی زمینوں پر چاول کی پنیری کی جگہ بھاری صنعتوں کی بنیاد رکھ دی گئی اور حکومت نے بھی نہ رائس فارم کی اہمیت کو محسوس کیا۔ نہ صنعت کاروں نے ان تجربات اور ان زمینوں کی نوعیت نہ کیفیت کو ملحوظ نظر رکھا۔

تعلیم و صحت

اس وقت کالا شاہ کاکو میں ایک مڈل سکول لڑکوں کے لیے ہے۔ مختلف دیہات میں دس پرائمری سکول لڑکوں کے ہیں اور دو پرائمری سکول بچیوں کے لیے ہیں۔ لیکن آبادی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر ابھی مزید سکولوں کی گنجائش ہے اگر کارخانوں میں کام کرنے والے افراد کی بود و باش کا انتظام بھی اسی علاقے میں ہوا تو یہاں ہائی سکول بھی تعلیمی ضرورت کے لیے کم ہوگا۔ اور کالج کی ضرورت محسوس ہوگی۔ مغربی پاکستان کا لنکا شائر اور مانچسٹر تعلیم کے بارے میں کیسے پیچھے رہ سکتا ہے۔ صنعتی سکول کی ضرورت یا پولی ٹیکنیک تعلیمی اداروں کی ضرورت تو ابھی سے محسوس کی جا رہی ہے۔

سب کمیٹیاں

یونین کونسل کی حدود میں بارہ اصلاحی کمیٹیاں قائم ہیں۔ دیہی تعمیر و ترقی کے امور کی نگرانی کے لیے چار پراجیکٹس کمیٹیاں کام کر رہی ہیں۔ ایک ایک جائزہ کمیٹی، مالیاتی کمیٹی، ثقافتی کمیٹی۔ اطلاعاتی کمیٹی، یوتھ کلب اور لیڈیز سوشل سنٹر بھی ہے۔ انجمن امداد باہمی کی پانچ سوسائٹیاں ہیں۔ یہ تعداد ساری کونسلوں میں نمایاں ہے۔ غالباً کسی اکیلی یونین کونسل میں اتنی سوسائٹیاں نہیں ہیں۔ اور اب تو کارخانوں کی وجہ سے بنکوں کی شاخیں بھی قائم ہو رہی ہیں۔ یونائیٹڈ بنک کی ایک شاخ کام کر رہی ہے۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ رُو بہ ترقی ہے۔ اگر صنعتی علاقے میں کوئی ٹاؤن کمیٹی قائم نہ ہوئی تو یہ بجٹ اور بھی بڑھیگا۔ تفصیل یہ ہے:۔

سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی	دو ہزار سات سو چالیس روپیہ	خرچ	دو ہزار دو سو نوے روپیہ
سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء	"	آٹھ ہزار آٹھ سو گیارہ "	"	پانچ ہزار پانسو گیارہ "
سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء	"	آٹھ ہزار تین سو پچاسی "	"	سات ہزار دو سو نوے "
سنہ ۶۴-۱۹۶۳ء	"	سولہ ہزار دو سو تیئیس "	"	چھ ہزار ستاسی "

وسائل آمدنی

اس یونین کونسل میں ٹیکسوں کے نفاذ اور وصولی کا ذخیرہ کچھ گڑا ہوا ہے اور کونسل کی شان کے شایان نظر نہیں آتا چولہا ٹیکس، پیدائش ٹیکس، تعمیر عمارت ٹیکس علاقہ میں زیر تجویز نافذ ہے۔ تفصیل یہ ہے:۔

۱۹۶۰-۶۱ء	مطالبہ	×	وصولی	×
۱۹۶۱-۶۲ء	″	×	″	×
۱۹۶۲-۶۳ء	″	×	″	پانسو روپیہ
۱۹۶۳-۶۴ء	″	تین ہزار پانسو	″	دو ہزار پانسو

تعمیری سرگرمیاں

یونین کونسل نے اب تک پانچ عمدہ تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں۔ اور اکثر دمشیر گراں قدر ساخواجات کے منصوبے اپنی مدد آپ کے تحت مکمل کیے ہیں۔ تفصیل یوں ہے:۔

۱۔	پرائمری سکول	شاہ کے	کل لاگت	دو ہزار روپے	اپنی مدد آپ سے بنایا گیا
۲۔	پرائمری سکول طالب	″	″	″	″
۳۔	ہیلتھ سنٹر	چک ۴۴	″	ساڑھے تین ہزار	ایک ہزار (سرکاری گرانٹ)
۴۔	پرائمری سکول	رتن پورہ	″	تین ہزار	″
۵۔	″	چک ۴۴	″	چار ہزار	چار ہزار

مصالحت و ثالثی

یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں اس وقت تک تیس مقدمے آئے۔ جن میں پچیس دیوانی نوعیت کے اور چھ معمولی فوجداری کی نوعیت کے تھے۔ سب کا فیصلہ بخوبی ہوا۔ ثالثی کونسلوں میں انتالیس معاملات آئے۔ جن میں

بیس نان و نفقہ کے مطالبے تھے۔ چار درخواستیں نکاح ثانی کی تھیں۔ باقی طلاق کے معاملات تھے۔ ان سب کا فیصلہ فریقین کی باہمی رضامندی سے ہوا۔

اہم شخصیتیں

۱۔ چیئرمین

ملک محمد اشرف اعوان خاندان کا جیتا جاگتا، ہنستا کھیلتا نوجوان۔ نوجوانی میں نمبرداری کا کام سنبھالا۔ کیونکہ ان کے والد چونکہ نمبردار تھے صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے تھے اور قاعدے کے مطابق نمبردار نہیں رہ سکتے تھے۔ بطور نمبردار آپ بہت ہر دل عزیز ثابت ہوئے۔ خدمت و مہمان نوازی کے جذبے کے ماتحت آپ نے چک ۴۴ میں ڈیرہ بنوایا۔ بنیادی جمہوریتوں کا نظام نافذ ہوا تو خدمت اور ہر دل عزیزی کی بنا پر بلامقابلہ ممبر منتخب ہوئے اور پھر بلامقابلہ ہی یونین کونسل کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ آپ ٹاؤن کمیٹی مریدکے کی مارکیٹ کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں۔ ڈسٹرکٹ کونسل شیخوپورہ کے بھی ممبر ہیں۔ دوسرے انتخابات میں جو ۱۹۶۴ء کے اخیر میں ہوا آپ دوبارہ بلامقابلہ ممبر منتخب ہوئے۔

۲۔ ملک محمد اکبر صاحب

اس یونین کونسل کے ساٹھے پاٹھے بزرگ ہیں۔ اور ساٹھ برس کی عمر میں بھی ان کی صحت و وجاہت جوانی پر طنز کرتی نظر آتی ہے۔ اثر و نفوذ کے اعتبار سے ان کا دائرہ اثر یونین کونسل اور سب ڈویژن کیا ضلع کی حدود سے بھی بہت آگے ہے۔ تعلیم کی کمی زندگی کے مختلف تجربات نے پوری کر دی ہے۔ صوبائی اسمبلی کے ممبر رہ چکے ہیں۔ چک ۴۴ کے سربرآوردہ زمیندار ہیں۔ یونین کونسل کے چیئرمین ہی کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۹۴۴ء میں شاہدرہ کوآپریٹو سنٹرل بنک کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں حافظ آباد میونسپلٹی کے رکن مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں ٹاؤن کمیٹی مریدکے میں چیئرمین منتخب ہوئے اور نو برس تک چیئرمین رہے۔ ۱۹۵۲ء میں مریدکے مارکیٹ کمیٹی کے بھی چیئرمین ہو گئے۔ ۱۹۵۵ء میں شیخوپورہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں ٹاؤن کمیٹی کے ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں مریدکے ٹاؤن کمیٹی کے ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے۔ ہاستثناء بلامقابلہ صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔

صاف گو بزرگ ہیں۔ مظلوم اور محتاج کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں۔ سیاسی امور میں بہت سے گرہ گان کھن کو بات کر دینے کی سکت اور اہلیت رکھتے ہیں۔ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں۔ خدا انہیں دیر تک زندہ اور سب ڈویژن کی زندگی میں ہنگامہ آرا رکھے۔

۳۔ نواب زادہ اسدالدین صاحب

نوابان لوہارو کے مشہور خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ اور مرحوم نواب اعزاز الدین صاحب آئی۔ جی پولیس کے فرزند گرامی ہیں۔ صورت و سیرت ہر لحاظ سے مثالی ہیں۔ یونائیٹڈ کیمیکلز میں چیف آف اپریشن کے عہدے پر فائز ہیں۔ اور غالباً کالا شاہ کاکو کی طرف سے بنیادی جمہوریت کے ممبر ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ فوج میں ملازمت اور میجر کے عہدے تک ترقی کر چکے ہیں اور میجر صاحب کے نام سے مشہور عوام ہیں۔ ابھی جوان ہیں اور ان سے سب ڈویژن کے مستقبل کی بعض خوشگوار اُمیدیں وابستہ ہیں۔

۴۔ اصغر علی صاحب

اس سب ڈویژن کیا، غالباً اس پورے ڈویژن میں (اور ممکن ہے پورے پاکستان میں) سب سے زیادہ معمر بزرگ ہیں۔ معمر زین علاقہ ان کی عمر سوا سو برس سے اوپر بتاتے ہیں۔ قد کے اعتبار سے بھی پورے پاکستان میں منفرد ہیں۔ یعنی سات فٹ قد ہے۔ صحت بحال، بینائی قائم اور دانت تیز ہیں۔ چک ۴۴ کے باشندے ہیں۔ سبز رنگ اور سبز عمامے میں ملبوس جب آپ کسی لمبے تڑنگے بزرگ کو بس میں لاہور کی طرف جاتے دیکھیں تو سمجھ لیں کہ یہ اصغر علی کھوکھر ہیں۔ کم آمیز و کم گو ہیں۔ زمین پر سونا ان کے معمولات زندگی میں سے ہے۔ دینی امور میں شغف رکھتے ہیں۔ مڈل تک تعلیم ہے۔ ڈائریاں مرتب کرتے کراتے ہیں۔ نجوم اور رمل کا شوق بھی رکھتے ہیں اور غالباً زندگی کا یہی نمایاں مشغلہ بھی ہے۔ افسوس ہے کہ بہت جتن کرنے کے بعد بھی مرتب کتاب ان کی تصویر حاصل نہ کر سکا۔ خدا ان کو اس کتاب کے اگلے ایڈیشن تک زندہ رکھے۔ کوئی صورت نکل ہی آئے گی۔

کچھ اور

اس یونین کے بارے میں مرتب کتاب اپنے فرض میں کوتاہی کرے گا، اگر خصوصیت سے سکریٹری یونین کونسل اور

چیئرمین کے شکریے کے بغیر اس یونین کونسل کا ذکر ختم کر دے۔ مرتب کتاب نے سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ تمام یونین کونسلوں، ٹاؤن کمیٹیوں کے سکریٹری اور چیئرمین حضرات کو بھیجا تھا۔ لیکن کسی صاحب نے توجہ نہیں دی۔ البتہ سکریٹری یونین کونسل چک ۴۴ مختار احمد صاحب بھٹی نے وقت کا کچھ حصہ صرف کر کے اس سوالنامے کے تمام سوالوں کا مفصل جواب بھیجا۔ اس میں اُنہوں نے بعض دلچسپ باتیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس علاقہ (کالر) کا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے۔ اس کا کاٹا بچتا نہیں ہے۔ یونین کونسل کی حدود میں انہوں نے دو میلوں کا ذکر بھی کیا ہے جو دو بزرگوں کے عرس کے موقعہ پر لگتے ہیں اور ان میں کشتی، کبڈی اور دیگر تفریحی مشاغل ہوتے ہیں۔

۹۔ ڈہاکے

یہ یونین کونسل لاہور حویلیاں روڈ پر تحصیل فیروز والہ کے دفتر سے کوئی نو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی حدود میں انتیس گاؤں شامل ہیں لیکن اس کی حدود عجیب ہیں مثلاً دو گاؤں حاکم والا اور چک ۲۳ اس سے کوئی میل میل کے فاصلے پر ہیں۔ وہ اس کی حدود میں شامل نہیں اور انہیں اپنے معاملات کی خاطر کوئی آٹھ میل سفر کر کے دفتر یونین کونسل تک پہنچنا ہوتا ہے۔ ابتداءً اس کونسل کے ممبروں کی تعداد پندرہ رکھی گئی تھی جن میں ۱۰ منتخب اور پانچ نامزد تھے۔ اب یہ تعداد گھٹ گئی ہے۔ ۱۹۶۴ء کے انتخاب میں کل نو ممبر منتخب ہوئے۔ ڈہاکے حلقہ یونین کا مرکزی گاؤں نہیں ہے۔ کنارے پر واقع ہے۔ یونین میں سب سے بڑی آبادی منڈیاں والہ ہے۔

آبادی

اس یونین کونسل کی آبادی گزشتہ مردم شماری کی رو سے دس ہزار کے لگ بھگ تھی جو کہ بڑھ رہی ہے۔ آبادی کی موضع وار تفصیل یہ ہے:۔

ڈہاکے	١١٠٦	ایک ہزار ایک سو چھ
میر پور کہنہ و نو	٦٤٣	چھ سو تینتالیس
سنتو کی جھگیاں	٣٨٥	تین سو پچاسی
کلال		(اعداد و شمار فراہم نہیں ہوئے)
سنگھرو	٢٨٨	دو سو اٹھاسی
ٹھیکری والہ	٣٢٤	تین سو چوبیس
موڑل والہ	٩٥٧	نو سو ستاون
غالو ملاں	٥٣٥	پانسو پینتیس
ملک پور	٣٣٩	تین سو انتالیس

منڈیاں والہ	١٤٨٨	ایک ہزار چار سو اٹھاسی
تنڈے والی	١٢٠٤	ایک ہزار دو سو چار
لڑکے نعمت		
ہر دو راجیاں		
مزنگ نو آباد		یہ گاؤں چھوٹے چھوٹے ہیں ان کی آبادی کے اعداد و شمار فراہم نہیں ہو سکے
قلعہ غوث		
ہر دو سادھو		
ٹوانہ		
بھوکن پورہ		

کئی گاؤں جو پہلے آباد تھے آبادی کی دست برد کی وجہ سے بے چراغ ہو گئے ہیں۔ کاغذات مال میں ان کے نام رہ گئے۔

زرعی کوائف

یونین کونسل میں کل مزروعہ رقبہ پانچ ہزار چھ سو چھیانوے ایکڑ ہے۔ جس میں پانچ ہزار ایکڑ رقبہ چاہی اور یک فصلہ نہری ہے۔ باقی بارانی۔ چاول، گندم اور گنا اہم فصلیں ہیں۔ سبزیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ قریبی منڈی شرق پور ہے جو پکی سڑک سے ملحق ہے۔

تعلیمی حالت

یونین کونسل میں پانچ پرائمری سکول بچوں کے مواضعات ڈہاکے، سادھو پار، موڑل والہ، تنڈے والی، منڈیاں والہ میں اور چار سکول بچیوں کے ڈہاکے، تنڈے والی، موڑل والہ اور منڈیاں والہ میں قائم ہیں۔ جن میں علی الترتیب طلبہ اور طالبات زیر تعلیم ہیں۔

حفظان صحت

پوری یونین کونسل میں انسانوں کے لیے نہ کوئی ہسپتال ہے نہ ڈسپنسری ہے۔ البتہ حیوانوں کے لیے ایک

وٹرنری شفاخانہ ڈہاکے میں قائم ہے۔ انسانوں کے لیے ہیلتھ سنٹر تک بھی نہیں ہے اور اس طرح دس ہزار سے اوپر کی یہ آبادی طبی امداد اور سہولتوں سے یکسر محروم ہے۔

سب کمیٹیاں

یونین کونسل کی حدود میں اٹھارہ اصلاحی کمیٹیاں موضع وار قائم ہیں۔ پانچ تعمیری و ترقیاتی کمیٹیاں، ایک جائزہ کمیٹی، ایک مالیاتی کمیٹی، ایک ثقافتی کمیٹی، ایک اطلاعاتی کمیٹی، ایک یوتھ کلب ہے۔

مالی وسائل و ذرائع

کونسل میں باہمی رضامندی سے چولہا ٹیکس، پیدائش ٹیکس، شادی ٹیکس، دعوت ٹیکس، دہرٹ ٹیکس، تعمیری ٹیکس نافذ ہیں۔ عوائد و وصولی حسبِ ذیل ہے۔

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	عائد شدہ رقم دو ہزار روپے	وصول	×
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	〃 〃 چار ہزار سات سو	〃 تین ہزار ایک سو چھیانوے روپیہ	
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	〃 〃 چھ ہزار	〃 تین ہزار آٹھ سو چوراسی	〃
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	اعداد و شمار نہیں مل سکے۔		

بجٹ

گزشتہ برسوں میں کونسل کی آمد و خرچ کا نقشہ حسبِ ذیل ہے۔

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمد	۲۵۰۰ روپیہ	خرچ	۲۲۳۶	روپیہ
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	〃	۹۷۷۰ 〃	〃	۸۸۰۰	〃
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	〃	۱۱۲۲۲ 〃	〃	۱۰،۱۰۰	〃
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	〃	۹۷۲۲ 〃	〃	۸۵۵۰	〃

تعمیری کام کی رفتار

اس کونسل نے اب تک سات تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں۔ کچھ منصوبوں پر کام ہو رہا ہے:-



بادری جنگ بہادر



بشیر احمد جٹھول



چودھری محمد علی



چودھری ہدایت اللہ

تعمیر دفتر یونین کونسل — کل خرچ ۱۲۶۴۳ روپے — یونین فنڈ ۷۵۴۳ روپے — اپنی مدد آپ ۵۱۰۰ روپے

پلیاں	۵۰۰۰.۰۰	۲۵۰۰.۰۰	۲۵۰۰.۰۰
مرمت چھاپانے ڈاہکے / معافی دار، ترڈیالی	ایک ہزار	-	ایک ہزار
نالیاں پختہ	۳۵۷۶.۰۰	-	۳۵۷۶.۰۰
چار دیواری سکول ڈاہکے	۲۲۹۰.۰۰	۶۹۰	گورنمنٹ پانچ سو ۱۶۰۰
لائبریری روم	۲۲۰۰.۰۰	۱۶۰۰	اپنی مدد آپ ۶۰۰

یہ کونسل اچھی کارکردگی کی بنا پر سنہ ۱۹۶۳ء میں درجہ اول کا انعام پانسو روپے بھی حاصل کر چکی ہے۔ انعام دینے کی تقریب دفتر یونین کونسل میں منعقد ہوئی تھی اور سردار غلام فرید ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ نے انعام دیا تھا۔

مصالحتی عدالت و ثالثی کونسل

مصالحتی عدالتوں میں سنہ ۱۹۶۳ء تک کتالیس مقدمے درج ہوئے جن میں چالیس دیوانی تھے اور ایک فوجداری تمام مقدمات کا فیصلہ فریقین کی باہمی رضامندی سے ہوا۔

ثالثی کونسل نے سنہ ۶۳ء تک نو مقدمات کی سماعت کی۔ پانچ مقدمے نان و نفقہ کے مطالبے کے تھے اور چار مقدمے دوسری شادی کے سلسلہ میں تھے۔ ان کا فیصلہ حسب ضابطہ کیا گیا۔

یونین کی حدود میں عوام کے مالی سہاروں کے لیے ایک سروس کوآپریٹو سوسائٹی اور نو قرضہ سوسائٹیاں امداد باہمی کے اصول پر کام کر رہی ہیں۔ تین ڈاکخانے ہیں۔ ڈاہکے میں کنال ریسٹ ہاؤس بھی ہے۔

اہم شخصیتیں

۱۔ چیئرمین

ڈاہکے یونین کونسل میں سب سے نمایاں شخصیت رانا عبدالمجید خاں چیئرمین یونین کونسل کی ہے۔ ڈاہکے



چوہدری فضل حسین



سید امجد علی شاہ



چوہدری فیض محمد



چوہدری محمد اختر

آزادی سے پہلے بکثیر غیر مسلم آبادی کا گاؤں تھا۔ اب سراسر مسلم آبادی کی بستی ہے۔ رانا صاحب مشرقی پنجاب کے ایک معزز راجپوت گھرانے میں جون ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ ایف۔ اے تک تعلیم پانے کے بعد انڈین آرمی میں ملازمت اختیار کی اور دوران جنگ میں مشرق وسطی اور یورپ کے ملکوں میں رہے۔

آزادی کے بعد آپ موضع ڈھاکے میں آباد ہوئے۔ نمبردار مقرر ہوئے۔ اور پنچایت ایکٹ کے ماتحت جو پنچایت موضع میں قائم ہوئی اس کے سرپنچ مقرر ہوئے۔ بنیادی جمہوریتوں کے پہلے انتخاب میں ممبر منتخب ہوئے اور اس کے باوجود کہ علاقہ میں مقامی ممبروں کی تعداد اکثریت میں تھی، اپنی شرافت نفسی اور ہر دلعزیزی کی بنا پر چیئرمین منتخب ہو گئے۔ چیئرمین کی حیثیت سے آپ کی خدمات کا حکام نے ان انعامات کی صورت میں عملی اعتراف کیا جو آپ کی اور آپ کے ساتھی ممبروں کی شبانہ روز محنت سے انجام پائیں۔ انعامات میں پانسو روپیہ نقد، دو عدد سند خدمات اور ریڈیو و لائبریری ہے۔

آپ کی تگ و دو سے ڈھاکے میں بجلی پہنچ چکی ہے، اور دریا برد زمین جو راوی کی لپیٹ میں تھی یا سیلاب کی وجہ سے ناقابل کاشت تھی، اس کی اصلاح کے لیے ۵۵ ٹیوب ویل نصب کیے جا رہے ہیں۔ رانا صاحب نہایت معقول طبیعت، خاموش مزاج اور مہذب اطوار کے انسان ہیں، اور ان کی وجہ سے ڈھاکے یونین کونسل کا نام بہت سے سرکاری مراسلات میں کلمات خیر کے ساتھ آیا ہے۔ امریکن پیس کور کے کچھ ارکان بھی ڈھاکے میں مقیم رہے۔

اس یونین کونسل کی حدود میں موضع کلاں ایک قدیم اور بعض حیثیتوں سے تاریخی گاؤں ہے اور اس موضع کی متعدد شخصیتیں قابل ذکر ہیں۔ لاہور کے مشہور تاجر کتب (اور تاجر کتب سے کہیں زیادہ سماجی اور سیاسی شہرت کے مالک) محمد اشرف صاحب اسی موضع کے رہنے والے ہیں۔ شیخ محمد علی اور شیخ تاج دین صاحب اس موضع کی محبوب شخصیتیں ہیں اور پاکستان کے باکمال قوال استاد محمد علی فریدی اور ان کے ہمنوا بھی موضع کلاں سے متصل اسی یونین کونسل کی حدود میں آباد ہیں۔ اب چودھری روشن دین بھنگو مرحوم کے فرزند ثانی چودھری علی رالله صاحب بھنگو نے بھی یہیں ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ اور اس یونین کونسل کے آخری موضع منڈیالی نوالہ میں زرعی کاروبار شروع کر دیا ہے۔

۱۰۔ سہجووال

یہ یونین کونسل اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے سب ڈویژن میں کیا غالباً پورے پاکستان میں منفرد ہے۔ سب سے نمایاں خصوصیت اس کی جغرافیائی پوزیشن ہے۔ اس کا طول اس کے موضع بولا گڑھی سے جو راوی کے مشرقی کنارے پر واقع ہے، جھنڈے والا تک تیرہ چودہ میل ہے۔ جنوب مشرقی سمت میں اس کی حدود گولائی لیے ہوئے ہیں اور شمال مغربی سمت میں یہ گاجر نما ہو جاتی ہے۔ اس کے مواضعات چک پلار، جھنڈے والا، بربانی والا اور ٹھٹھہ الیاس یونین کونسل قریشیاں والا سے بالکل قریب ہیں۔ اور موضع ممبراں والا اور دو تین نواحی مواضعات کوٹ محمود سے نصف نصف یا پون پون میل کے فاصلے پر ہیں۔

آبادی

یہ یونین کونسل تیس دیہات پر مشتمل ہے جن کی مجموعی آبادی ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کی رو سے چودہ ہزار اور اب اندازاً سترہ ہزار کے قریب ہے ابتدائی دور میں اس کے چودہ ممبر منتخب اور پانچ ممبر نامزد تھے۔ دوسرے دور میں کہ نامزدگیاں ختم ہو چکی ہیں، نئے انتخاب کی رو سے تیرہ ممبر منتخب ہوتے ہیں۔ موضع وار آبادی کی تفصیل یہ ہے

۱۔	بولا گڑھی	۲۳۹	دو سو انتالیس
۲۔	کورو ڈہانہ	۱۴۹	ایک سو انچاس
۳۔	ڈہانہ	۵۸۱	پانسو اکاسی
۴۔	مہتم	۱۱۵۳	ایک ہزار ایک سو ترپن
۵۔	بھینی	۱۷۷۶	ایک ہزار سات سو چھہتر
۶۔	سہجووال	۱۰۰۰	ایک ہزار
۷۔	بھوسے وال	۸۰۸	آٹھ سو آٹھ
۸۔	غازی پور	۱۸۰۳	ایک ہزار آٹھ سو تین

۹ ۔	ٹھٹھ سیالاں	۱۰۸	ایک سو آٹھ
۱۰ ۔	نرنجنی	۸۳۹	آٹھ سو انتالیس
۱۱ ۔	بھولے ڈھکو	۵۳۲	پانسو بتیس
۱۲ ۔	قلعہ لال سنگھ	۵۹۷	پانسو ستانوے
۱۳ ۔	گگڑی پور	۳۸۲	تین سو بیاسی
۱۴ ۔	بھیریاں والہ	۸۱۰	آٹھ سو دس
۱۵ ۔	ساموںانہ	۲۹۰	دو سو نوّے
۱۶ ۔	ممبراں والہ	۳۷۶	تین سو چھہتر
۱۷ ۔	ٹھٹھہ الیاس	۱۸۰	ایک سو اسی
۱۸ ۔	جلال پور	۳۲۰	تین سو بیس
۱۹ ۔	جوگی والہ	۱۰۸	ایک سو آٹھ
۲۰ ۔	قلعہ نتھا سنگھ	۲۱۹	دو سو انیس
۲۱ ۔	کھنی بازیگراں	۹۰	نوّے
۲۲ ۔	شیرے والا	۷۰	ستّر
۲۳ ۔	بھوتی پورہ	۱۵۱	ایک سو اکاون
۲۴ ۔	ڈھنڈی مستی	۱۳۷	ایک سو سینتیس
۲۵ ۔	کالا گجر	۵۶	چھپن
۲۶ ۔	بربان والا	۱۷۰	ایک سو ستر
۲۷ ۔	چک پہار	۶۲۳	چھ سو تئیس
۲۸ ۔	قلعہ ندہان سنگھ	۱۶۵	ایک سو پینسٹھ
۲۹ ۔	صالح پور	۷۰	ستر
۳۰	جھنڈے والا	۱۷۳	ایک سو تہتر

معاشی وسائل

اس یونین کونسل میں ساڑھے پندرہ ہزار ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے۔ سات ہزار ایکڑ بارانی اور آٹھ ہزار کے قریب نہری ہے۔ لیکن نہری پانی کی سپلائی اتنی ناقص ہے کہ اس رقبہ کو نہری کہنا اس پر نہری ہونے کی محض تہمت لگانا ہے اٹھارہ انیس برس سے ساؤنی کی فصل کو پورا تو کیا آدھا یا تہائی پانی بھی کبھی نصیب نہیں ہُوا۔ اب اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کونسل کی حدود میں ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں۔ اس کونسل کی حدود میں اساڑھی کی فصل عموماً بھرپور اُٹھتی ہے۔ ساؤنی میں اگیت پچھیت اور پانی کی کمی بچارہ امداجناس دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ تاہم گندم کے ساتھ ساتھ چاول اور مکئی بھی پیدا ہوتی ہے۔ گنا بھی اچھی تعداد میں کاشت ہوتا ہے۔ کپاس برائے نام ہوتی ہے۔ منظور شدہ منڈی آس پاس کوئی نہیں ہے۔

تعلیمی حالت

چونکہ اس یونین کونسل کے مواضعات قصبہ شرقپور کے اردگرد آباد ہیں۔ اس لیے اس کا تعلیمی تناسب میرے اندازے کے مطابق سب ڈویژن کی تمام یونین کونسلوں سے بہتر اور برتر ہے۔ اسی لیے اس کے ممبروں میں تعلیم یافتہ حضرات کی تعداد بھی زیادہ ہے اور دیہات میں بھی تعلیمی چرچا نسبتاً زیادہ ہے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہر گاؤں میں موجود ہیں۔ تیرہ گاؤں ایسے ہیں جہاں پرائمری سکول کامیابی سے چل رہے ہیں، ان میں سے تین مواضعات میں دو دو پرائمری سکول ہیں، ایک لڑکوں کا، ایک لڑکیوں کا،

دفاتر اور ایجنسیاں

یونین کونسل کی حدود میں کوئی ڈاک بنگلہ یا ریسٹ ہاؤس نہیں ہے۔ امداد باہمی کے ادارے نسبتاً اس یونین کونسل میں زیادہ ہیں۔ سروس سوسائٹی بھی موجود ہے اور لارج سکیل کریڈٹ سوسائٹیاں بھی قائم ہوتی جا رہی ہیں۔ تیس میں سے اٹھائیس گاؤں میں اصلاحی کمیٹیاں موجود ہیں۔ چھ پراجیکٹ کمیٹیاں تعمیری کاموں کے لیے ہیں۔

بجٹ:۔ یونین کونسل کا بجٹ حسبِ ذیل رہا ہے:۔

۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی	چار ہزار ایک سو اٹھاسی روپیہ	خرچ	تین ہزار سات سو نہتر روپیہ	
۱۹۶۱-۶۲ء	آمدنی	بارہ ہزار آٹھ سو سینتالیس ″	″	گیارہ ہزار چار سو ساٹھ روپیہ	
۱۹۶۲-۶۳ء	″	گیارہ ہزار سات سو نواسی ″	″	دس ہزار سات سو تئیس	
۱۹۶۳-۶۴ء	″	آمدنی نو ہزار چھ سو اٹھاسی ″	″	چھ ہزار اکاسی روپیہ	
۱۹۶۴-۶۵ء					

ذرائع آمدنی

کونسل کی حدود میں جائیداد ٹیکس، چولھا ٹیکس، شادی ٹیکس، پیدائش ٹیکس، فیس ذبیحہ عائد ہے۔ ٹیکس کی وصولی کا نقشہ یہ ہے:۔

۶۱-۶۲ء	عائد شدہ	آٹھ ہزار پانسو اٹھاسی	وصولی ایک ہزار تینتیس
۱۹۶۲-۶۳	″	″	وصولی بارہ سو
۱۹۶۳-۶۴ء	″	چھ ہزار چھ سو اٹھاسی	″ دو ہزار دو سو بہتر
۱۹۶۴-۶۵ء			

اس کے علاوہ کونسل کو پنچایت سہجووال کی طرف سے کچھ اراضی بھی ملی، جو رناہی سکیم کے ماتحت حاصل کی گئی تھی لیکن جس کے منصوبے پنچایت ایکٹ ختم ہو جانے کی وجہ سے رہ گئے۔ اور یہ زمین بطور وراثت کونسل کو منتقل ہو گئی۔

تعمیری سرگرمیاں

اس یونین کونسل نے اب تک جو تعمیری منصوبے تکمیل تک پہنچائے ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۔ دفتر یونین کونسل سہجووال	۴۸۰۰ روپیہ	یونین فنڈ سے
۲۔ ٹھٹھہ الیاس سے رابطہ سڑک	دو ہزار ″	ضلع کونسل سے گرانٹ
۳۔ ممبراں والہ کی رابطہ سڑک	ہزار ″	″

۴۔ پل ممبراں والہ	ڈیڑھ ہزار روپیہ	ضلع کونسل سے گرانٹ
۵۔ پرائمری سکول جلالپور	چھ سو روپیہ	″ ″ ″
۶۔ ″ ″ ڈہانہ	ساڑھے چھ سو ″	″ ″ ″
۷۔ ″ ″ برہانہ والہ	چھ ہزار ″	″ ″ ″
۸۔ ٹلیاں سہجووال	ایک ہزار	چھ سو (چار سو اپنی مدد آپ)۔
۹۔ ″ نہر نجنی	ایک ہزار	چھ سو (″ ″ ″)
۱۰۔ ڈرینری سنٹر ممبراں والہ	(اعداد و شمار فراہم نہیں ہوئے)	

مصالحتی اور ثالثی کارگزاری

یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء میں سترہ مقدمات آئے، جن میں پندرہ کا تعلق باہمی لین دین سے اور دو کا معمولی تنازعوں سے تھا۔ ان سب کا فیصلہ فریقین کی باہمی رضامندی سے ہوا۔ سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء میں چوبیس مقدمات زیر سماعت رہے۔ جن میں تمام کے تمام دیوانی نوعیت کے تھے۔ اٹھارہ کے قریب مقدمات کا فیصلہ باہمی رضامندی سے ہوا۔ باقی مقدمات زیر سماعت ہیں۔ ثالثی کونسلوں میں سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء میں پانچ، سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء میں بائیس اور سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء میں [illegible] برائے تصفیہ پیش ہوئے۔ ان میں سے آخری سال کے علاوہ تمام کا فیصلہ بخوبی ہوا۔ آخری سال کے سات مقدمے فیصل کیے گئے۔ کل مقدمات میں گیارہ نان نفقہ سے متعلق تھے۔ پانچ درخواستیں نکاح ثانی کی تھیں۔ اور ستائیس مقدمے طلاق سے متعلق تھے۔

حسن کارکردگی

اس یونین کونسل نے قائم ہوتے ہی عوامی مسائل پر بڑی سرگرمی سے توجہ دی۔ چیئرمین، پادری جنگ بہادر اور [illegible] نابالوی دوسرے ممبروں کے ہمراہ ہر موضع و محال پر گئے۔ جہاں انہوں نے بنیادی جمہوریتوں کے نظام و فوائد پر مسلسل و متواتر تقریریں کیں۔ عوامی اور مقامی مسائل پر لوگوں کی نہ صرف توجہ مبذول کرائی بلکہ انہیں عملاً حل کرنے کی طرف راغب کیا۔ جنگلی سؤروں کا مسئلہ اس کونسل کا بہت اہم مسئلہ تھا۔ اس کے حل کے لیے ایک مہم اضلاعی افسروں

کی سرکردگی میں شروع کی گئی اور کونسل نے حسن کارکردگی کے صلے میں پانسو روپیہ کا اول انعام حاصل کیا۔ دوسری مہم کچھ وقفے کے بعد وزیر سماجی بہبود جناب سید احمد نواز گردیزی کی قیادت میں شروع کی گئی۔ اور بہت بہتر نتائج پر منتج ہوئی۔ یہ پہلی یونین کونسل ہے جس کے پاس ٹیکسوں کے علاوہ کچھ زرعی اراضی بھی وسائل آمدنی میں شامل ہے۔

یکتائی

یہ شرف سب ڈویژن کی تمام یونین کونسلوں میں صرف اسی یونین کونسل کو حاصل ہے۔ کہ ضلع شیخوپورہ کے ہر ڈپٹی کمشنر اور لاہور ڈویژن کے ہر کمشنر نے اس کونسل کو معائنہ اور ملاحظہ کا شرف بخشا اور ہمیشہ اس کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس یکتائی پر یونین کونسل بجا طور پر فخر کا حق رکھتی ہے!

اہم شخصیتیں

۱۔ چیئرمین

سید بشیر اصغر صاحب اس یونین کونسل کے چیئرمین ہیں۔ ان کی جوانی اگرچہ ادھیڑپن سے ہاتھ ملا رہی ہے لیکن صحت، لباس اور خوراک کے معاملے میں محتاط ہیں۔ اس لیے سدا بہار ہیں۔ چالیس کی حد نکل چکے ہیں اور پچاس سے کچھ دور ہیں۔ خوش مذاق، خوش انجام اور خوش وضع انسان ہیں۔ بڑھل کا ورثہ ان کی عظمت کا سہارا ہے۔ اور اس ورثہ (زمینداری) کو انہوں نے اپنی اعلیٰ تعلیم اور صحیح الفکری کی وجہ سے نہ صرف قائم رکھا بلکہ اس میں جدت و ارتقا کا رنگ بھی پیدا کیا۔ مشینی زراعت سے ان کو عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ اور باغبانی کا شوق اس قدر ہے کہ اپنے دور افتادہ موضع کو رنگ و بو سے بسا رکھا ہے۔ سردی کے موسم میں ان کے باغات ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے دلہنیں سونے کے زیور سے گوندھی بنی ہوں۔ ترشاوہ کی کاشت زیادہ کی ہے۔ آموں کا تجربہ بھی کامیاب رہا ہے۔

اپنے ذاتی مشاغل کے ساتھ ساتھ پبلک لائف سے بھی وابستہ ہیں۔ تیس برس کی عمر سے اس میدان میں قدم رکھا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ شیخوپورہ کے انتخابات میں ۱۹۵۳ء میں حصہ لیا۔ ۱۹۵۹ء کے آخیر میں جب بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے ماتحت پہلے انتخابات ہوئے تو اپنے حلقے سے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے۔ اور ۱۹۶۰ء میں

لہ افضال قدیم علمی اور دینی شخصیتوں میں حافظ سید علی قادری قابل ذکر ہیں۔ ان کا مزار موضع غازی پور کی حدود میں مرجع عوام ہے۔

کثرت رائے سے یونین کونسل کے چیئرمین چنے گئے اور نہایت کامیابی اور ہردلعزیزی کے ساتھ یہ میعاد پوری کی۔ بی۔ اے تک تعلیم پائی ہے۔ مطالعہ وسیع ہے۔ قومی اور بین الاقوامی امور کو سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت بھی ہے لیکن طبعاً خاموش اور ہنگامی آرائی سے قدرے بے تعلق ہیں۔ اس لیے مقامی سطح تک ہی قانع رہے ہیں۔

۲۔ سید نذر محی الدّین

یہ صاحب یونین کونسل میں غالباً تمام ممبروں سے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں اور ٹھٹھہ الیاس کی مردم خیز زمین سے اُٹھے ہیں (جو غالباً اب مردم خیزی کا بھاری پتھر چوم کر چھوڑ چکی ہے)۔ اس موضع سے بڑے نام آور بزرگ اُٹھے اور زندگی کے میدانوں میں آگے بڑھے۔ ان میں سرفہرست سید افضال علی حسنی کا نام ہے جو اپنے دور میں اس علاقے سے صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں سر سکندر منسٹری میں پارلیمنٹری سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں ایک نیک نام زندگی گزارنے کے بعد عالم جاودانی کو سدھارے۔ سید نذر محی الدین انہی کے چھوٹے اور علاقائی بھائی ہیں۔ مسٹر جی معین الدین چیف الیکشن کمشنر کا تعلق بھی اسی موضع ٹھٹھہ الیاس سے ہے اور سید شجاعت علی حسنی گورنر سٹیٹ بنک پاکستان بھی اسی موضع کے رہنے والے ہیں۔ یہ سید نذر محی الدین صاحب کے عزاد اور نسبتی بھائی ہیں۔ لیکن اب ان لوگوں کی عظمت اور سطوت پر اس چھوٹے سے موضع کی زمین تنگ ہے۔ اور ان کی بود و باش شہری ہے۔ نذر محی الدین صاحب نے بھی اب لاہور میں ڈیرہ جما لیا ہے۔ اور مجھے ٹھٹھہ الیاس کی خاکِ زندہ زبان حال سے یہ کہتے سنائی دیتی ہے۔ ؎

کہن شاخے کہ زیر سایہ اش بال و پر آوردی
چو برگش ریخت از وے آشیاں برداشتن ننگ است

یونین کونسل کے ممبر کی حیثیت سے نذر محی الدین صاحب سرگرم رہے ہیں۔ انہوں نے ہر معاملہ میں بساط بھر حصہ لیا اور زمیندار کی حیثیت سے بھی انہوں نے ٹھٹھہ الیاس کی عظمت رفتہ کی پاسداری کی۔ پہلے دور میں نامزد ہوئے۔ دوسرے انتخابات میں منتخب ہوئے۔ دیہاتی زندگی اور دیہاتی لوگوں کی نفسیات کو خوب سمجھتے ہیں خصوصاً مصالحتی عدالت اور ثالثی کونسل میں ان کے افکار و خیالات بہت مؤثر و مفید ثابت ہوتے ہیں۔ پچاس کے پیٹے

میں ہیں اور کبھی کبھی زبانِ حال سے یہ پکار کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ ؏

کوئی موڑے جوانی جاندی نُوں

ریورنیڈ جنگ بہادر صاحب

اگر یونین کونسل کے ممبر نہ ہوتے تو بھی اس علاقے بلکہ ضلع کی اہم شخصیتوں میں ایک تھے۔ پہلے دور میں یونین کونسل ساہیوال کے ممبر نامزد ہوئے اور ساتھ ہی ضلع کونسل شیخوپورہ کے ممبر بھی نامزد ہوئے۔ چونکہ یونین کونسل کی کسی بستی کے باشندے نہیں بلکہ موضع غازی پور کی حدود کے ایک گوشے میں مشن ہاؤس میں قیام ہے۔ اس لیے دوسرے انتخاب میں منتخب نہیں ہو سکے۔ نئے دور میں یونین کونسل اس کمی کو بُری طرح محسوس کر رہی ہے۔

پادری جنگ بہادر صاحب کا تعلق امریکہ کے پریسبیٹرین چرچ سے ہے۔ لیکن وہ اپنی طبعی شرافت، ہمدردی اور خدمت خلق کی وجہ سے نہ صرف چرچ کونسل اور عیسائی حلقوں میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ بلکہ پورے ضلع میں بھی ان کی شخصیت نمایاں ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ مشرق و مغرب کے کئی ملکوں کی نہ صرف سیاحت کی ہے بلکہ وہاں کے مختلف نظام ہائے زندگی کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ ضلع کے عیسائی باشندوں میں ان کا اثر محض ایک مذہبی رہنما کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک بلند انسان ہونے کی حیثیت سے بھی وہ مخدوم و محبوب ہیں اور یونین کونسل اور ضلع کونسل میں ایک پاکستانی باشندے کی حیثیت سے انہوں نے ہمیشہ جن افکار و خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی سب قدر کرتے ہیں۔ آپ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۲ء میں شادی ہوئی جو حقیقتاً خانہ آبادی ثابت ہوئی۔ مسز جنگ بہادر نے زندگی کے ہر مرحلے پر نہایت وفاداری سے ان کی رفاقت کا حق ادا کیا۔

ضلع بھر میں عیسائی آبادی چونکہ منتشر ہے اس لیے ان کے لیے حلقۂ انتخاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود بھی بنیادی جمہوریتوں نے ان کی شخصیت سے ابتدائی دور میں فائدہ اُٹھایا۔ اور امید ہے مستقبل میں بھی کوئی صورت ان کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کی نکل آئے گی۔ آڑے وقتوں میں خصوصاً سیلاب کے دنوں میں پادری صاحب نے نہ صرف عیسائی آبادی کی کپڑے، لتّے، خوراک اور ادویہ سے مدد کی۔ بلکہ برابر کی سطح پر مسلمان مصیبت زدہ لوگوں کی امداد بھی کرتے رہے۔ مذہبی رجحانات و میلانات چونکہ بہت قوی ہیں اور عیسائیوں کے بہت سے اونچے اداروں سے

وابستہ ہیں۔ اس لیے سیاسیات سے کنارہ کش ہیں، البتہ خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور تعلیمی اداروں اور حلقوں میں تو وہ مسلمان طلبہ کی نہایت ہی قابل قدر امداد کرتے رہتے ہیں۔

ان کی شخصی فضیلت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ایک استاد مسٹر کمفرٹ امریکہ سے انہیں ملنے آئے تو ان کے سامنے اس طرح رہے جیسے استاد نہیں بلکہ نہایت ہی سعادت مند شاگرد ہوں۔ عمر پچاس برس سے اوپر ہے۔ غالباً ساٹھ کے پیٹے میں ہیں۔ لیکن محتاط اور پاکیزہ زندگی گزاری ہے۔ اس لیے صحت قابل رشک ہے۔ بہت خلیق، منکسر المزاج، ہنس مکھ اور بے لاگ بزرگ ہیں۔ انگریزی، اُردو، پنجابی میں یکساں روانی اور بے تکلفی کے ساتھ تقریر کرتے ہیں۔ ان کی تقریر میں آواز کے اُتار چڑھاؤ سے ایک عجیب اثر پیدا ہوتا ہے۔ پادری کی حیثیت سے مجھے ان کے خیالات سننے کا موقع نہیں ملا لیکن ایک پاکستانی کی حیثیت سے بھی ان کی تقریریں تعویذ بنا کر رکھنے کے قابل ہیں۔

۴۔ وقار انبالوی

وقار انبالوی کا تعلق اس چمن حیات سے سبزۂ بیگانہ کا سا ہے۔ ۱۹۴۷ء کی اکھاڑ پچھاڑ میں اُنہوں نے مشرقی پنجاب سے یہاں آکر موضع ساہیوال میں سر چھپانے کا ٹھکانہ تلاش کیا۔ تباہی و بربادی کے اثرات کے ساتھ ساتھ ان کی بدنامی اور رسوائی نے بھی ساتھ نہ چھوڑا، اور یہ موضع کئی حیثیتوں سے شہرت پکڑنے لگا۔ حکومت نے اس موضع کو ان بیرونی سیاحوں کے لیے مخصوص کیا جو گاؤں دیکھنے کے متمنی ہوں۔ پھر اس موضع کو یونین کونسل کا ہیڈکوارٹر قرار دیا گیا۔ بنیادی جمہوریتوں کے پہلے دور میں نامزد ہوئے اور دوسرے انتخابات میں منتخب ہوئے۔ ابتدا سے تحصیل کونسل کے ممبر بھی ہیں اور اسی لیے اس بیگار میں پکڑے گئے کہ سب ڈویژن کے متعلق کتاب کی ترتیب میں مدد دیں۔

پچاس برس سے ان کا تعلق قلمی میدانوں سے ہے۔ ادب، شاعری اور صحافت میں ان کا اپنا مقام ہے۔ لیکن عوام کی خدمت کے میدان سے بھی عمر بھر منہ نہیں موڑا۔ پریس ایڈوائزری کونسل کے ممبر رہے۔ ضلع پنچایت یونین شیخوپورہ کے کئی برس چیئرمین رہے۔ ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ کمیٹی کے ممبر رہے۔ کئی روزناموں کی چیف ایڈیٹری اور بہت سے ملکوں کی فضائی سیاحت کر چکے ہیں۔ دیہاتی زندگی کے عاشق اور ترجمان ہیں۔ مولانا صلاح الدین مرحوم مدیر ادبی دنیا نے ان پر اسی باعث سے چلتا پھرتا ٹائم پیس کی پھبتی بھی ایک اشاعت میں کسی تھی۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ قومی

اور بین الاقوامی امور و مسائل پر ان کا مطالعہ قابل رشک ہے۔ اب گو چراغ حیات بجھنے کے قریب ہے۔ طبیعت کی شگفتگی بدستور قائم اور ہمت ابھی تک جوان ہے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

فلائٹ لفٹننٹ ناصر علی

موضع سیجووال کے باشندے ہیں۔ اور پاکستان فضائیہ میں کمیشنڈ افسر ہیں۔ گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور کے فارغ التحصیل اور گورنمنٹ کالج لاہور کے تعلیم یافتہ ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں مقابلہ کا امتحان دیا۔ پری کیڈٹ سکول کوہاٹ سے مختصر سی تربیت کے بعد ایئر فورس کالج رسالپور میں داخلہ لیا۔ جنوری ۱۹۵۸ء میں کمیشن ملا اور سال ختم ہونے سے پہلے پہلے پائیلٹ افسر سے ترقی پا کر فلائنگ افسر کا رینک حاصل کیا۔ ۱۹۶۱ء میں امریکہ کی دو ریاستوں ٹیکساس اور نیواڈا کے فضائی مستقروں میں تربیتی کورس مکمل کیا۔ اور وہاں نہایت اعزاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ امریکہ سے واپسی پر مزید ترقی ملی۔ اور فلائٹ لفٹننٹ کا عہدہ پایا۔ تیس برس کی عمر ہے۔ تاریخ پیدائش ۱۲ر جولائی ۱۹۳۵ء ہے۔ ان کا مستقبل اور بھی امید افزا ہے۔ نہایت چوکس، مستعد اور ہر دلعزیز افسر ہیں۔ ذوالفقار انبالوی کے بڑے صاحبزادے ہیں اور خود دو بچوں کے باپ ہیں۔

بقیہ صفحہ ۱۶۳

مہر فقیر اللہ سیال

ستمبر ۱۹۲۲ء میں جھگیاں سیال کے موضع میں (جو فیض پور خورد کے نواح میں ہے) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم فیض پور میں اور میٹرک تک لاہور میں پڑھتے رہے۔ پھر محکمہ خوراک میں گودام سپروائزر کی حیثیت سے ملازم ہو گئے ۱۹۵۰ء میں ملازمت سے استعفا دے دیا۔ مارشل لا کے قیام کے بعد سوشل ورکر کی حیثیت سے علاقے میں عوام کی خدمت کرنے لگے۔ ۱۹۶۰ء میں بی ڈی ممبر بنیادی جمہوریت منتخب ہوئے اور ۱۹۶۴ء کے انتخابات میں بھی کامیاب رہے۔ رفاہ عامہ کے کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ غریبوں کی امداد کرنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں۔

(آگے دیکھو صفحہ ۲۱۷)

۱۱۔ شرق پور خورد

تاریخی اور جغرافیائی دونوں حیثیتوں سے اس یونین کونسل کا بڑا حصہ لاہور سے وابستہ رہا ہے اور ہے۔ اس کی حدود میں واقع کئی گاؤں ایسے ہیں۔ جن کا ذکر ہر دور حکومت میں کسی نہ کسی شخصیت کے ذکر میں آتا رہا ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ روایت اس کونسل کی نئی تاریخ میں بھی نمایاں ہے۔ پاکستان میں انقلابی حکومت کے دور میں بھی اس یونین کونسل کے دو گاؤں کوٹ عبدالمالک اور فیروزوالہ اسی زمرہ میں شامل ہو گئے ہیں اور ان کا ذکر سرکاری کاغذوں میں اور زبانوں پر ہر مقام سے زیادہ ہے۔

آبادی

اس یونین کونسل کی آبادی ۱۹۶۱ء میں دس ہزار چار سو دس تھی۔ اس کے حلقے میں سولہ گاؤں ہیں۔ ابتدائی دور میں اس کے ممبروں کی تعداد پندرہ تھی جس میں دس منتخب اور پانچ نامزد تھے۔ آبادی کی دیہہ وار تفصیل حسب ذیل ہے۔ اس میں کوٹ عبدالمالک کی بعد از اصلاح آبادی شامل نہیں ہے اور غالباً دو گاؤں حال ہی میں اس کونسل سے کاٹ کر لاہور کارپوریشن کو بخش دیے گئے ہیں۔

۱۔ رنگیں جھنگیاں	۵۷۵	پانچ سو پچھتر
۲۔ بھے بانیوال	۲۵۹	دو سو انسٹھ
۳۔ فیروزوالہ	۹۶۹	نو سو انہتر
۴۔ بھے ڈسن وال	۴۶۹	چار سو انہتر
۵۔ درگا ہی گل	۱۵۶	ایک سو چھپن
۶۔ درگا ہی گل قدیم	۵۳۱	پانسو اکتیس
۷۔ شرق پور خورد	۱۳۱۰	ایک ہزار تین سو دس
۸۔ ٹھٹھ خدا یار	۵۵۵	پانسو پچپن
۹۔ دیہڑ	۳۹۱	تین سو اکانوے
۱۰۔ الہ بخیر	۶۷۴	چھ سو چوہتر

۱۱۔ خاکی	۲۸۰	دو سو اسی
۱۲۔ فیض پور خورد	۳۲۴۳	تین ہزار دو سو تینتالیس
۱۳۔ ڈہاکہ	۴۵۷	چار سو ستاون
۱۴۔ بدّو	۵۵۹	پانسو اُنسٹھ

کونسل کا علاقہ

اس کونسل کے علاقے میں سب ڈویژن کی دو مشہور شاہراہیں تو اندرون علاقہ واقع ہیں۔ ایک جڑانوالہ کی طرف جاتی ہے دوسری شیخوپورہ کو اور تیسری شاہراہ جی۔ ٹی روڈ اس کی شمالی حد کے ساتھ گزرتی ہے۔ دریائے راوی اس کی حدود کو چھوتا ہے لاہور کارپوریشن کی چونگیاں اس کی حدود پر واقع ہیں۔ زراعت کا دفتر، کھاد کی ایجنسی، چاول کی منڈی، کئی ڈاکخانے، کارخانے بجلی، ٹیلی فون غرض جدید ضرورت کی بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ البتہ جہاں لاہور کے ہر طرف اومنی بس بیس پچیس میل تک مار کرتی ہے۔ وہاں جڑانوالہ روڈ[1] اور شیخوپورہ روڈ پر واقع قریبی دیہات تک بھی نہیں جاتی، اور ایک آدھ تجربے کے بعد رہ گئی۔

سب کمیٹیاں

اس کونسل میں نسبتاً اصلاحی کمیٹیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ تیرہ اصلاحی کمیٹیاں اور سات انجمنیں امداد باہمی کی ہیں۔ جو آبادی کے بڑے حصے کا مالی سہارا ہیں۔ یہ تعداد بھی نسبتاً زیادہ ہے۔ دیہی تعمیر کے سلسلے میں پراجیکٹ کمیٹیوں کی تعداد نسبتاً ہے۔ غالباً اس لیے کہ یہاں تعمیری ہنگاموں کی وہ صورتیں بھی نسبتاً زیادہ ہیں۔ جو مضافات شہر میں عموماً ہوتی ہیں۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ سال بسال یُوں رہا ہے۔

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی دو ہزار پانسو پچاس روپے	خرچ دو ہزار پانسو پچاس روپے
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	〃 سات ہزار ایک سو تئیس 〃	〃 چھ ہزار ستانوے 〃
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	〃 چھ ہزار چھ سو اکاون 〃	〃 پانچ ہزار آٹھ سو نواسی 〃

[1] اب [illegible] تک جانے لگی ہے

وسائل و ذرائع

کونسل کے دیہات میں پیدائش ٹیکس اور شادی ٹیکس نافذ ہیں۔ اس لحاظ سے بھی یہ کونسل قابل ذکر ہے کہ یہاں کم سے کم ٹیکس نافذ کیے گئے ہیں۔ حالانکہ یہاں کاروبار اور معاشی حصول کے کئی میدان ہیں۔ امداد باہمی کی انجمنیں نسبتاً زیادہ ہیں قربت شہر کی وجہ سے کھانے کمانے کے بہت سے دھندے ہیں اور پھر ٹیکس کم ہی نہیں، وصولی بھی بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے تحت پوری مدت میں سوا چھ سو روپے سے بھی کم ہے۔ اور یہ وصولی سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء اور سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء کے عائد شدہ ٹیکس کے سلسلے میں ہوئی ہے۔ جس کی کل مقدار گیارہ سو روپے تھی۔

تعمیری کام کی رفتار

اس کونسل کے علاقے میں جہاں تک بنیادی جمہوریتوں سے متعلق تعمیری منصوبوں کا تعلق ہے کوئی قابل اطمینان کام نہیں ہُوا۔ پانچ برس کی مدت میں صرف تین پرائمری سکول قائم ہُوئے۔ وہ بھی اپنی مدد آپ کے جذبے سے قریب قریب خالی ہے اور زیادہ تر ضلعی کونسل کی امداد کام آئی۔ درگاہی گل قدیم میں پختہ نالیوں پر جو رقم صرف ہوئی وہ بھی گرانٹ کی رقم سے تھی۔ اس سست رفتاری کی وجہ غالباً یہ ہے کہ دوسرے عوامل بروئے کار آ رہے ہیں۔ مثلاً شرق پور خورد میں سڑک کے سامنے نئی بستی بسنے کی وجہ سے منڈی قائم ہوگئی ہے۔ کارخانہ بن گیا ہے۔ سکول شیخ عبدالمالک صاحب نے جاری کرا دیئے ہیں۔ پھر بھی دوسرے دیہات میں تعمیری کاموں پر توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

ایک اُلجھن

فیروزوالا سب ڈویژن میں دو مشہور نام ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے سفر اور ڈاک میں بسا اوقات اُلجھن بھی ہوتی ہے۔ اور لطائف بھی صادر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ دو نام شرق پور اور فیض پور ہیں۔ شرق پور کلاں اور فیض پور کلاں تو لاہور سے علی الترتیب بیس اور پچیس میل کے فاصلے پر ہیں لیکن شرق پور خورد اور فیض پور خورد چونگی کی حدود سے متصل ہیں اور لاہور سے ملحق ہیں۔ اس لیے بعض نووارد مسافروں کو خورد و کلاں کا پتہ نہیں ہوتا، یا بسا اوقات ڈاک کے خط جن پر خورد و کلاں

کی تفریح نہیں ہوتی اِدھر اُدھر بھٹکنے سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ اگر اس کونسل کا نام تبدیل کر دیا جائے تو یہ اُلجھن دُور ہو سکتی ہے۔ اگر سہولتوں کے تقاضے (جو فرضی بھی ہیں) سب ڈویژن کا نام آسانی سے بدلوا سکتے ہیں تو یہ حقیقی تکلیف ایک یونین کونسل کا نام کیوں نہ بدلوا سکے گی؟ اگر اس کونسل کا نام کوٹ عبدالمالک ہو تو تعمیری کام کی تفصیل ڈویژن بھر کے لئے قابل فخر ہوتی۔

زرعی کوائف

افسوس ہے کہ اس کونسل کے زرعی اعداد و شمار قدرے تاخیر سے دستیاب ہوئے۔ اس یونین کونسل میں لوگوں کی توجہ زراعت کی طرف نسبتاً ہے بھی کم، اور آبادی کا خاصہ حصہ غیر زرعی کاروبار میں مصروف ہے۔ بہرحال اس کا کل رقبہ (نامعلوم) ہے مزروعہ رقبہ (اعداد و شمار نہیں ملے) ہے۔ جس میں نہری اور بارانی ہے۔ اہم فصلیں گندم کماد اور چاول ہیں اور یہ شرف پورے سب ڈویژن میں اسی کونسل کو ہے کہ موضع ابوالخیر کے نواح میں گلاب کی کاشت کے لیے کچھ رقبہ مخصوص ہے۔ یہ گل پوش تختے جڑانوالہ روڈ کی غربی جانب اپنے موسم میں دعوت رنگ و بو دیتے رہتے ہیں۔

اہم شخصیتیں

۱۔ الحاج شیخ عبدالمالک

الحاج شیخ عبدالمالک صاحب کا تعلق اسی سب ڈویژن سے ایک کامیاب تاجر کے تفریحی رجحانات سے شروع ہوا جب انہوں نے اپنی ہنگامہ خیز اور ہنگامہ آفریں تجارتی اور صنعتی زندگی کو تھوڑی سی فرصت و فراغت کا سہارا دینا چاہا اور شرق پور خورد کے مقابل پختہ سڑک کے کنارے کچھ زمین پر ایک تفریح گاہ بنائی۔ کچے کوٹ میں چاروں طرف ایک نہر کھدوا کر اس میں مچھلیاں پالیں اور اس چوکھڈی کے عین وسط میں ایک مسطح چبوترے پر ایک شہ نشین مسقف اور اس کے سامنے ایک حوض بنوایا۔ جب کبھی وہ محنت شاقہ سے اکتا جاتے تو چند ہم خیال دوستوں کے ساتھ اس گوشۂ عافیت کی طرف نکل آتے اور روزِ ابر و شب مہتاب کا لطف اُٹھاتے

کسی نے سچ کہا ہے کہ جس طرح پارس پتھری اور خاک اکسیر کی چٹکی سے لوہا اور تانبا بھی سونے میں بدل جاتا ہے

اسی طرح شخصیت کے کمالات جنگل میں منگل کا سماں باندھ دیتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے حادثات نے زندگی کو خواہش اور ضرورت کے فرق سے جس طرح آشنا کیا، وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ شیخ صاحب تو ابتدا ہی سے اس فرق کو سمجھنے کے عادی تھے۔ اب ان کی تعمیری طبیعت پہ ایک اور بوجھ پڑا۔ اور انہوں نے تفریحی مشاغل کو تعمیری ضرورت پر قربان کر دیا۔ چونکہ صنعت اور تجارت سے لگاؤ طبعی اور موروثی تھا اور اس زمانے میں بھی جب صنعت و تجارت ہندو اور انگریز کی ملی بھگت سے مسلمانوں کے لیے شجر ممنوعہ ہو گئی تھی، انہوں نے لاہور میں صنعت و تجارت کا چراغ مخالفت کی ہوائے تند و تیز کے سامنے جلائے رکھا۔ اس لیے انہوں نے اس تفریح گاہ میں ایک صنعتی مرکز اور نئی بستی بسانے کی ٹھانی۔ مراد آباد سے جو صناع اور کاریگر آئے وہ شیخ صاحب کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور جب کوٹ عبدالمالک میں مراد آباد صنعتی کالونی کی تجویز ہوئی تو شیخ صاحب کو معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ بے سہارا ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بستی کو اور وسعت دینا چاہی۔ مراد آباد صنعتی کالونی کا سنگ بنیاد سید حامد رضا صاحب کمشنر لاہور ڈویژن نے ۱۹۶۲ء میں رکھا۔ اس موقع پر شیخ صاحب نے پچاس بے گھر لوگوں کو پانچ پانچ مرلے کے قطعات کے حق ملکیت کی دستاویزیں کمشنر صاحب کے ہاتھوں دلوائیں۔ پھر مراد آباد کالونی کے ساتھ ساتھ ایک بڑے قصبے کی آبادی کی بنیاد پڑ گئی۔ جہاں مختصر سی مدت میں زندگی کی تمام سہولتیں فراہم ہو گئیں۔

اس تجربے نے شیخ صاحب کی تعمیری سرگرمیوں کو اور بھی اُبھارا۔ مکانوں کی قلت کا مسئلہ ہمارے اہم قومی مسائل میں سے ایک ہے۔ شیخ صاحب نے کسی خارجی مدد کے بغیر اسے حل کرنے کی مساعی شروع کیں۔ اور کوٹ مول چند کے قریب ایک اور نئی بستی مالونگر کی داغ بیل ڈالی۔ ان کا کام دوسری نئی بستیوں کی طرح محض ایک کاروباری شغل تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ باقاعدہ خاکے اور نقشے بنائے گئے۔ ان میں اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا گیا۔ پارک سڑکیں، گلیاں، دکانیں، سکول، مساجد و معابد طبی امداد کے مرکز غرض ہر مقصد کے لیے وسیع قطعات بلا قیمت وقف کیے گئے۔ حتیٰ کہ عیسائیوں کو بھی مکانوں کے لیے مفت زمین اور گرجے کے لیے وقف جگہ دی گئی۔

شیخ عبدالمالک صاحب کی زندگی ان لوگوں کے لیے ہی مثال نہیں ہے جو یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ خدمت صرف سیاسی سطح پہ ہی ممکن ہے بلکہ ان لوگوں کے عزائم و افکار پر بھی ایک قد آدم طنز کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدمت کے لیے اختیار ضروری ہے۔ انہوں نے صنعت کے میدان میں، تجارت کے میدان میں تصنیف تالیف

کے میدان میں، تعمیر و تمکن کے میدان میں خدمات کی ایسی شاندار، جاندار اور بارآور مثالیں قائم کی ہیں کہ سب ڈویژن میں کیا پورے ملک میں وہ اپنا جواب آپ ہیں۔

ان کی خدمات کا دائرہ کسی ایک محلے، کسی ایک بستی، کسی ایک شہر یا ملک تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ بعض حیثیتوں سے پورے عالمِ اسلام کو محیط ہے۔ بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ حاجیوں پر سے ٹیکسوں کا بوجھ اُتارنے میں شیخ صاحب نے کیا کچھ کیا۔ وہ جب ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۰ء میں دو مرتبہ حج کی سعادت سے مشرف ہو چکے تو اُنہوں نے سلطان عبدالعزیز ابن سعود والی نجد و حجاز کی خدمت میں ایک عرضداشت عربی زبان میں بھجوائی (یہ عرضداشت اور اس کا اُردو ترجمہ میری نظر سے گزرے ہیں) جس میں حاجیوں کی تمام مشکلات کا ذکر تھا۔ مختصراً یہ شکایات

۱. ٹیکسوں کی گرانباری اور خلاف شرع بوجھ
۲. عربوں کی حاجیوں کے سامنے گداگری
۳. سڑکوں کی بدحالی
۴. شرکت عربیہ (موٹر ٹرانسپورٹ) کی لوٹ
۵. حفظانِ صحت کا فقدان
۶. مکانوں کا کرایہ
۷. معلموں اور دکانداروں کا استحصال بے جا۔
۸. اہل کاروں میں رشوت کا زور

اور شیخ صاحب کا یہ احسان پچاس کروڑ مسلمانانِ عالم پر ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر شکایات کا ازالہ ہو چکا ہے۔ شیخ صاحب بہت ہی دلچسپ اور کارآمد کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن کا تعلق صنعت و تجارت سے ہے۔ مکانوں کی قلت اور اس مسئلے کے حل کے متعلق ان کے ذہن پر بڑا بوجھ ہے۔ اور وہ اس سلسلے میں مفید تجاویز سوچتے رہتے ہیں۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ ان کی اولاد بھی اس فکر سے متفکر ہے۔ چنانچہ ان کے دو صاحبزادوں شیخ محمد حیات اور شیخ محمد سالک نے سب ڈویژن میں ایک اور نئی بستی کی داغ بیل فاروق نگر کے نام سے ڈالی جو کوٹ عبدالمالک اور ماڈل نگر کی بستیوں سے بھی بڑی نہ ہو گی۔ بلکہ شاید سب ڈویژن کی تمام دوسری نئی بستیوں سے بھی آگے بڑھ جائیگی۔ اس میں

کم از کم ایک لاکھ انسانوں کے آباد ہونے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

شیخ صاحب ویسٹ پاکستان ٹریڈرز فیڈریشن لاہور، آل پاکستان فیڈریشن آف غلہ ڈیلرز ایسوسی ایشن وانڈر منسٹریز اور ٹریڈرز اینڈ مرچنٹس ایسوسی ایشن لاہور اور پنجاب مسلم ٹریڈرز فیڈریشن لاہور کے صدر۔ فیڈریشن آف چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کراچی کے نائب صدر اور پاکستان چیمبر آف کامرس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں۔ شیخوپورہ کی ڈسٹرکٹ مسلم لیگ (کنونشن) کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی ہیں اور انارکلی لاہور کے حلقہ ۴۲ سے بنیادی جمہوریت کے منتخب ممبر بھی۔ ان کی تصنیفات میں دو ناول، ایک صنعتی تصنیف جُوتوں کی دنیا، اور دو کاروباری کتابیں سیلزمین اور نئی اشتہار اپنے حلقوں میں مشہور و مقبول ہیں۔

۲. حافظ عبدالحق ایم۔ اے پی۔ ای۔ ایس

اس یونین کونسل میں حافظ عبدالحق صاحب ایم۔ اے کی شخصیت بھی اہم اور قابلِ ذکر ہے۔ آپ موضع فیض پور کے رہنے والے ہیں۔ انیسویں صدی کے آخری سال پیدا ہوئے۔ اور ایم۔ اے تک امتیازات کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ ان کی زندگی کا لطیفہ یہ ہے کہ اُنہوں نے قرآن پاک فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے ذوق و وجدان کے مطالعے کے پیشِ نظر پڑھا، اور صرف تین ماہ میں پورے کا پورا حفظ کر لیا۔ اس طرح مشرقی، مغربی، الہامی و فکری علوم کے جامع ہو گئے۔ ۱۹۲۶ء میں آپ اسلامیہ کالج لاہور میں عربی و اسلامیات کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ یکم جون ۱۹۲۸ء کو سپرور کالج تبدیل ہو گئے۔ اس کے بعد جھنگ، لائل پور، ہوشیارپور میں تعلیم دیتے رہے۔ لائل پور میں آپ کا زمانہ قیام سب سے طویل اور بارہ برس سے اوپر ہے۔ غالباً یہیں سے ۱۹۵۴ء میں ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ان کی خدمات چنیوٹ اور نارووال کالج کے لیے حاصل کی گئیں۔ ۱۹۶۰ء میں زندگی کی تگ و دو سے تھک کر خانہ نشین ہوئے ہی تھے کہ دھر لیے گئے اور نہ صرف شرق پور خورد کی یونین کونسل کے نامزد ممبر مقرر ہوئے بلکہ تحصیل کونسل فیروزوالہ کے ممبر بھی مقرر ہوئے۔ تحصیل کونسل کے اکثر اجلاس آپ کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوتے ہیں۔ خوش خلق، وسیع القلب بلند نظر اور پرانی وضع کے بزرگ ہیں۔ اور غالباً ان لوگوں میں آخری ہیں جن کی تعلیم انتہائی مغربی اور مزاج انتہائی مشرقی ہے۔

اس یونین کونسل میں اور شخصیتیں بھی قابل ذکر ہیں لیکن وہ اس امر میں دلچسپی نہیں لیتے کہ اپنی زندگی کی تفصیلات کتابوں میں چھپواتے پھریں۔

(باقی صفحہ ۱۵۶ پر)

۱۲۔ قریشیاں والہ

سب ڈویژن فیروز والہ کی یہ دوسری مختصر اور ننھی مُنّی سی یونین کونسل ہے جو دو گاؤں عیسن اور فتووالہ کے علاوہ جن کی آبادی ہزار نفوس سے اوپر ہے۔ چھوٹے چھوٹے اٹھارہ گاؤں پر مشتمل ہے۔ جن کی آبادی سو سے لے کر تین سو تک ہے اور کل آبادی چھ ہزار سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ ابتدائی دور میں اس کے صرف سات ممبر تھے۔ جن میں چھ منتخب اور ایک نامزد ممبر تھا۔ اب دوسرے انتخاب میں نامزد ممبر بھی گیا اور چھ ممبر باقی رہے۔ یہ یونین کونسل سب ڈویژن کی انتہائی سرحد پر واقع ہے۔ یہ بات اس سب ڈویژن سے ہی خاص ہے کہ اس کی انتہائی شمالی سرحد پہ واقع یونین کونسل بھی بہت چھوٹی اور صرف پانچ دیہات پر مشتمل ہے اور اس حد پر بھی یہی صورت ہے۔

آبادی

یونین کونسل کی موضع وار آبادی سنہ ۱۹۶۱ء کی رُو سے حسبِ ذیل ہے۔ اور رد یہ اضافہ ہے۔

۱۔ فتووالہ	دو ہزار اڑتیس	۲۰۳۸
۲۔ عیسن	ایک ہزار تین سو چھپن	۱۳۵۶
۳۔ قریشیاں والہ	چار سو سترہ	۴۱۷
۴۔ اُدھیرے	تین سو پینتیس	۳۳۵
۵۔ چندبڑ چوہان	دو سو پینسٹھ	۲۶۵
۶۔ ٹھٹھی بھٹیاں	دو سو انتالیس	۲۳۹
۷۔ ٹھٹھی جھنگواں	دو سو سات	۲۰۷
۸۔ حاکم والا	دو سو تئیس	۲۲۳ (بشمول سکھاں والہ)
۹۔ چیٹی ٹبی	اسی	۸۰
۱۰۔ چھل ٹوبال	ایک سو اکتالیس	۱۴۱

۱۱۔ کوٹ مغل	ایک سو اٹھاون	۱۵۸
۱۲۔ اسلام نگر	ایک سو چونتیس	۱۳۴
۱۳۔ باجووالہ	ایک سو سڑسٹھ	۱۶۷
۱۴۔ ٹھٹھہ کھوکھراں	ایک سو تیرہ	۱۱۳
۱۵۔ مدینہ والا	ستاسی	۸۷
۱۶۔ کوٹ حسن	بیاسی	۸۲
۱۷۔ کتالی والہ	چھپن	۵۶
۱۸۔ کوٹ دینا	چھیاسی	۸۶

دیگر کوائف

آبادی کے معاشی وسائل میں زراعت کے علاوہ کوئی دوسرا وسیلہ نہیں ہے۔ یونین کونسل کی حدود میں آٹھ ہزار چھ سو ایکڑ رقبہ مزروعہ ہے اور تمام کا تمام یک فصلہ نہری ہے۔ اہم فصلیں گندم، چاول اور گنا ہیں۔ منڈی اس پاس کوئی نہیں ہے۔ ریحان والہ کا بازار خرید و فروخت کا مرکز ہے۔ یونین کونسل کی حدود میں کوئی سرکاری دفتر یا ایجنسی نہیں ہے۔ البتہ تین انجمن ہائے امداد باہمی کام کر رہی ہیں۔ دیہی تعمیری پروگرام کی تکمیل کے لیے بھی چار پراجیکٹ کمیٹیاں، اصلاحی کمیٹیاں بھی قریباً ہر گاؤں میں ہیں۔ ایک جائزہ کمیٹی اور یوتھ کلب بھی ہے۔ فتووالہ میں صرف ایک درزی سنٹر ہے اور چھ پرائمری سکول لڑکوں کے لیے قائم ہیں۔ لڑکیوں کے لیے کوئی سکول پوری یونین کونسل میں نہیں ہے۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ بڑی بڑی کونسلوں سے آنکھ ملاتا ہے۔ گزشتہ برسوں میں بجٹ کی کیفیت یوں رہی ہے

سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی	دو ہزار پانسو پچاس روپیہ	خرچ	ایک ہزار پانسو روپیہ
سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء	"	چھ ہزار چھ سو ستر	"	سات ہزار اٹھاون "
سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء	"	آٹھ ہزار ایک سو بیس	"	×
سنہ ۶۴-۱۹۶۳ء	"	بارہ ہزار آٹھ سو چون	"	×
سنہ ۶۵-۱۹۶۴ء				

ٹیکس

یونین کونسل کی حدود میں چولھا ٹیکس، شادی ٹیکس، دعوت ٹیکس، پیدائش ٹیکس اور فیس ذبیحہ نافذ ہے۔ عائدہ وصولی کی کیفیت یہ ہے :-

۶۲-۱۹۶۱ء	عائد شدہ رقم	دو ہزار آٹھ سو ستر	وصول شدہ	نو سو ستائیس روپیہ
۶۳-۱۹۶۲ء	"	تین ہزار ایک سو پچیس	"	ایک ہزار چار سو ستاسی
۶۴-۱۹۶۳ء	"	تین ہزار چھ سو نوے	"	(اعداد و شمار نہیں مل سکے)

تعمیری منصوبے

اس یونین کونسل نے اب تک ۱۴ تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں۔ اور ان کی تکمیل میں اطمینان افزا اور قابل مثال پہلو یہ ہے کہ ابتدائی بارہ منصوبے جن پر سات ہزار روپیہ سے زائد رقم خرچ آئی ہے ۱۰ اپنی مدد آپ کے ماتحت تکمیل کو پہنچے ہیں اور ان پر یونین فنڈ یا ضلع کونسل سے کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔ منصوبوں کی فہرست یہ ہے۔

۱۔	پختہ نالیاں کوٹ دینا	لاگت	تین سو روپیہ
۲۔	جوہڑ کی بھرائی قریشیاں والہ	"	پانسو روپیہ
۳۔	" " " "	"	تین سو پچاس روپیہ
۴۔	مرمت کچی سڑک "	"	چار سو روپیہ
۵۔	پختہ پلیاں " "	"	چھ سو روپیہ
۶۔	مرمت کنواں فتو والہ	"	دو سو پچاس روپیہ
۷۔	تعمیر سکول چندھڑ چوہان	"	تین سو روپیہ
۸۔	مرمت کنواں دستاوی اوجیرے	"	پانسو روپیہ
۹۔	مرمت پرائمری سکول قریشیاں والہ	"	دو سو روپیہ

۱۰۔	مرمت کنواں و غسل خانہ فتو والہ		پانسو روپیہ
۱۱۔	مرمت بند سیلابی قریشیاں والہ		تین سو روپیہ
۱۲۔	تعمیر کنوئیں بند فتو والہ		دو ہزار روپیہ
۱۳۔	مرمت سڑک خام قریشیاں والہ		ایک ہزار دو سو روپیہ }
۱۴۔	پختہ نالیاں	"	ایک ہزار } (بی۔ ایل ۸۰/۴)

اہم شخصیتیں

۱۔ چیئرمین

پیر احمد شاہ صاحب، سرخ و سپید، شگفتہ جبیں، خندہ رُو، آنکھوں میں قریش کی مروت، اور تیوروں پر راجپوتی بانکپن۔ ددھیال کا سلسلہ حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی سے اور ننھیال کا سلسلہ رائے بھویا بھٹی سے ملتا ہے قریشیاں والہ مدتوں سے ان کا آبائی وطن اور ان کے بزرگوں کی جاگیر ہے۔ احمد شاہ صاحب ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گاؤں میں اور ثانوی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول شرق پور سے حاصل کی۔ ۱۹۴۶ء سے پبلک لائف میں داخل ہوئے اور مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۴۷ء میں متروکہ سامان کی نگہداشت اور تقسیم کرنے والی کمیٹی کے ممبر رہے مہاجرین کی خدمت کا موقع ملا۔ ابتدا سے اب تک ایک ہی سیاسی پارٹی یعنی مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے نفاذ پر بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے اور بلا مقابلہ ہی چیئرمین منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں دوسرا انتخاب ہوا تو پھر بلا مقابلہ ممبر منتخب ہو گئے۔ اپنے علاقہ میں بہت ہر دل عزیز ہیں۔ ان کے والد مرحوم اپنی پبلک خدمات کی وجہ سے حکام اور عوام دونوں میں ہر دلعزیز تھے۔ اور پیر احمد شاہ نے اپنے طرز عمل سے ان کے صحیح جانشین اور سپوت ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ پیر عبدالجبار شاہ جوانہی کے ہم جد ہیں دوسری اہم شخصیت ہیں جو پیر احمد شاہ کے دوش بدوش عوامی خدمات میں منہمک ہیں۔ بلند و بالا اور خندہ پیشانی جوان ہیں اور علاقہ بھر میں اپنی رفاہی سرگرمیوں کی وجہ سے شہرت اور اثر رکھتے ہیں۔

۱۳ - کالاخطائی

یہ یونین کونسل اپنی آبادی کے اعتبار سے نسبتاً کم آباد ہے۔ اس کا حلقہ ۳۲ دیہات پر مشتمل ہے۔ ارکان کی تعداد ابتدا میں گیارہ تھی جس میں نو منتخب، اور تین نامزد تھے۔ نئے انتخاب میں صرف منتخب ممبر آئے ہیں۔

آبادی

اس یونین کونسل کے حلقے میں صرف پانچ ہزار آٹھ سو چھہتر افراد آباد ہیں۔ غالباً کچھ مواضعات راوی کی دست برد کی نذر ہو گئے اور بے چراغ ہیں۔ ۳۲ دیہات میں سے نو گاؤں کی آبادی کے اعداد و شمار فراہم ہوئے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ کالاخطائی	۲۵۴	دو سو چوّن
۲۔ شریف پورہ لبانہ	۹۸۹	نو سو نواسی
۳۔ بلیم	۱۹	انیس
۴۔ جنوعہ	۲۱۳	دو سو تیرہ
۵۔ مہک	۷۸	اٹھہتر
۶۔ میانی	۷۹	انہتر
۷۔ سدہاں والی	۸۰۶	آٹھ سو چھ
۸۔ دودے	۱۷۴	ایک سو چوہتر
۹۔ گوریاں	۳۶۰	تین سو ساٹھ

زرعی کوائف

مزروعہ رقبہ کی مقدار بارہ ہزار تین سو چودہ ایکڑ ہے۔ کل رقبہ اٹھارہ ہزار ایک سو ستر ساٹھ ایکڑ ہے۔ یک فصلہ نہری

رقبہ صرف تین ہزار ایکڑ ہے۔ باقی بارانی ہے۔ طبعی اور جغرافیائی حالات زیادہ سازگار نہیں ہیں اور تبدیلئ احوال کے لیے جس عزم و ارادہ کی ضرورت ہے۔ ابھی وہ بروئے کار نہیں آیا۔ پیداوار میں چاول، گندم، مسور، مکئی قابلِ ذکر ہیں، قریبی منڈی نارنگ ہے۔ محکمہ زراعت کا ایک فیلڈ اسسٹنٹ یہاں زرعی خدمات کے لیے متعین ہے۔ کالاخطائی اور گوریاں میں بی آر لنک کے دو ریسٹ ہاؤس اور کونسل کی حدود میں ایک ریلوے سٹیشن ہے۔

صحت و صفائی

پوری یونین کونسل کی حدود میں طبی امداد کے لیے نہ کوئی ہسپتال ہے نہ سلیقہ سنٹر۔ مواشی کے لیے بھی کوئی شفاخانہ نہیں ہے۔

تعلیمی حالت

یونین کونسل کی تعلیمی حالت قدرے اچھی ہے۔ کالاخطائی میں ایک مڈل سکول، بچوں کے پانچ پرائمری سکول اور لڑکیوں کے لیے تین پرائمری سکول موجود ہیں۔

سب کمیٹیاں

یونین کونسل کی چار اصلاحی کمیٹیاں، تین پراجیکٹ کمیٹیاں، ایک جائزہ کمیٹی، ایک مالیاتی سب کمیٹی اور ایک اطلاعاتی سب کمیٹی ہے۔ پوری کونسل میں امداد باہمی کی ایک انجمن بھی نہیں ہے۔ اور یہ کمی قابلِ افسوس اور قابلِ اصلاح ہے

بجٹ

اس کونسل کے بجٹ میں تدریجی ترقی ہوتی رہی ہے۔ نقشہ حسبِ ذیل ہے :-

۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی	۲۵۰۸ روپے	خرچ	۲۱۸۴ روپے
۶۲-۱۹۶۱ء	"	۶۶۶۵ "	"	۶۹۹۷ "
۶۳-۱۹۶۲ء	"	۸۶۴۸ "	"	۶۶۶۵ "
۶۴-۱۹۶۳ء	"	۱۰۲۳۹ "	"	۹۰۱۵ "

تیسرے سال ۶۳-۱۹۶۲ء کے متعلق ترمیم شدہ اعداد و شمار اس طرح موصول ہوئے کہ آمدنی دس ہزار چھ سو بہتر روپے

ساٹھ پیسے دکھائی گئی ہے۔ اور خرچ سات ہزار نوسو نہتر روپے ساٹھ پیسے دکھایا گیا ہے۔

وسائل

اس یونین کونسل میں چولہا ٹیکس، تعمیر عمارت ٹیکس، پیدائش ٹیکس، شادی ٹیکس اور فیس ذبیحہ نافذ ہے۔ لیکن وسائل آمدنی کم ہیں اور انہیں صرف ایک حد تک ہی بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس لیے آبادی کم اور ذرائع معاش محدود ہیں۔ پہلے سال تو ٹیکس نافذ ہی نہیں کیے گئے تھے۔ دوسرے برس دو ہزار پانسو ساٹھ روپیہ کے ٹیکس عائد کیے گئے۔ وصولی پانسو ایک روپیہ پچاس پیسے ہوئی۔ ۶۳-۱۹۶۲ء میں عوائد کی رقم دو ہزار تین سو ستر روپے تھی۔ وصولی چھ سو اٹھاون روپے اسی پیسے ہوئی۔ گویا گذشتہ پانچ برس میں کونسل کی آمدنی صرف بارہ سو ساٹھ روپے تیس پیسے تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چیئرمین اور ممبر حضرات بنیادی جمہوریتوں کے نظام کو محض ضابطے کی خانہ پری تک محدود رکھتے ہیں اور تعمیر و ترقی یا اپنی مدد آپ کا جذبہ ابھی بیدار نہیں ہوا جو اس نظام کا مقصدِ اولیٰ و اعلیٰ ہے۔ اسی لیے تعمیری منصوبوں کی تکمیل میں زیادہ تر بیرونی امداد پر بھروسہ کرنا پڑا۔

تعمیری منصوبے

یونین کونسل نے اب تک دس تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں۔ تفصیل یہ ہے:-

نمبر	منصوبہ	مقام	کل لاگت	یونین فنڈ	گرانٹ
۱	پلیاں	کالا خطائی	۶۹۶ روپیہ	۵۶۴ روپیہ	×
۲	نالیاں	〃	۳۳۰ 〃	۳۰ 〃	×
۳	پکی ٹرکیں	بارڈ رنگ 〃	۴۴۰۰ 〃	۲۰۰ 〃	×
۴	تین پرائمری سکول	〃	۱۲۵۰ 〃	۴۰۰ 〃	×
۵	سڑک	کالا خطائی 〃	۵۰۰۰ 〃	×	۵۰۰۰ روپیہ
۶	〃	سد ہالنوالی 〃	۵۰۰۰ 〃	×	۵۰۰۰ 〃
۷	نالیاں	حلقہ کونسل 〃	۱۰۰۰ 〃	×	۱۰۰۰ 〃
۸	پلیاں	〃	۲۰۰۰ 〃	×	۲۰۰۰ 〃
۹	سڑک	شریف پور 〃	۲۰۰۰ 〃	×	۲۰۰۰ 〃
۱۰	مرمت چاہ	کالا خطائی 〃	۶۴ 〃	۶۴ 〃	×

کسی اہم شخصیت کے حالات موصول نہیں ہوئے۔

۱۴۔ کوٹ پنڈی داس

کوٹ پنڈی داس اس سب ڈویژن کا سب سے بڑا آباد گاؤں ہے۔ اور اس کے باوجود کسی طرف بھی پکی سڑک سے نزدیک نہیں ہے۔ رو بہ ترقی اور آبادی رو بہ اضافہ ہے۔ یہاں کے لوگ اجتماعی شعور سے نسبتاً زیادہ بہرہ ور اور تعمیر و ترقی کے میدانوں میں زیادہ حوصلہ و ہمت سے کام لیتے ہیں۔ کوٹ پنڈی داس یونین کونسل اٹھارہ دیہات پر مشتمل ہے جن کی مجموعی آبادی پندرہ ہزار سے کچھ اوپر ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کی رو سے ہے۔ اور آج کل سترہ اور اٹھارہ ہزار کے درمیان ہے۔ یعنی اس کے نواحی گاؤں بھی آبادی کے اعتبار سے نسبتاً بڑے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ علاقہ بھی نسبتاً شاداب و زرخیز ہے۔ ارکان کی تعداد کے اعتبار سے بھی یہ یونین کونسل سب ڈویژن کی سب سے بڑی دو کونسلوں میں سے ایک ہے۔ ابتدائی انتخابات میں اس کے سولہ ممبر منتخب ہوئے اور چھ نامزد کیے گئے۔ دیہات وار آبادی کی تفصیل یہ ہے:-

۱. کوٹ پنڈی داس	۵۲۵۰	پانچ ہزار دو سو پچاس	
۲. چوہے والی (بڑی)	۲۹۷	دو سو ستانوے	
۳. علی پور ٹبہ	۱۰۰۶	ایک ہزار چھ	
۴. پیروالہ	۲۶۵	دو سو پینسٹھ	
۵. چوہے والی (چھوٹی)	۴۴۷	چار سو سینتالیس	
۶. پورب	۶۲۲	چھ سو بائیس	
۷. نون	۱۱۴۲	ایک ہزار ایک سو بیالیس	ایسے گاؤں جن کی آبادی ہزار سے اوپر ہے۔ پانچ ہیں۔
۸. قلعہ مستیا	۱۲۵۸	ایک ہزار دو سو اٹھاون	
۹. چک ۳۵	۱۲۴	ایک سو چوبیس	
۱۰. بھٹیاں والہ (بڑا)	۳۵۹	تین سو انسٹھ	

نوٹ: دوسری یونین کونسل کوٹ محمود ہے۔ اس کے بھی ۲۲ ممبر ہیں۔

۱۱۔ بھٹیاں والہ (چھوٹا)	۲۷۶	دو سو چھہتر
۱۲۔ چک ۳۲	۳۰۹	تین سو نو
۱۳۔ چک ۳۴	۲۹۶	دو سو چھیانوے
۱۴۔ مبین	۱۳۹۱	ایک ہزار تین سو اکانوے
۱۵۔ کالرہ	۷۲۳	سات سو تئیس
۱۶۔ مومن پورہ	۴۹۴	چار سو چورانوے
۱۷۔ ملہو	۳۵۲	تین سو باون
۱۸۔ منڈھیالی	۵۸۵	پانسو پچاسی

تعلیمی حالت

یونین کونسل کی حدود میں بارہ پرائمری سکول بچوں کے لیے اور دو پرائمری سکول بچیوں کے لیے ہیں۔ کوٹ پنڈی داس میں ایک مڈل سکول بھی طلبا کے لیے ہے۔ پوری یونین کونسل کی حدود میں کوئی ہائی سکول نہیں اور اتنے آباد علاقہ میں یہ کمی افسوسناک ہے۔ اس حالت میں کہ گرد و پیش بھی کوئی ہائی سکول قریب نہیں ہے۔ فاروق نگر کی بڑی بستی اسی کونسل کے علاقے میں آباد ہو رہی ہے۔ ممکن ہے یہ کمی وہاں پوری ہو جائے۔ سترہ ہزار کی آبادی کے لیے صرف ایک ڈسپنسری کوٹ پنڈی داس میں ناکافی ہے۔ حیوانات کے لیے بھی صرف ایک شفاخانہ کوٹ پنڈی داس میں ہے۔ اصلاحی کمیٹی کسی گاؤں میں نہیں ہے۔ البتہ دیہی تعمیری پروگرام کی تکمیل کے لیے تین پراجیکٹ کمیٹیاں ہیں جو چوکس اور مستور ہیں۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ نسبتاً متوازن رہا ہے۔ گزشتہ برسوں میں بجٹ کی کیفیت کا حال ذیل کے نقشے سے ظاہر ہوتا ہے

۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی	تین ہزار دو سو پندرہ	خرچ	دو ہزار آٹھ سو چالیس
۶۲-۱۹۶۱ء	"	گیارہ ہزار تین سو پچپن	"	دس ہزار تین سو چھیاسی

۶۳-۱۹۶۲ء	آمدنی	تیرہ ہزار ایک سو نوے	خرچ	بارہ ہزار دو سو اڑتالیس
۶۴-۱۹۶۳ء	"	پندرہ ہزار چھ سو	"	پندرہ ہزار دو سو
۶۵-۱۹۶۴ء	(اعداد و شمار نہیں ملے)			

معاشی کوائف

اس یونین کونسل کی حدود میں سترہ ہزار ایک سو چونتیس ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے اور ابھی پندرہ ہزار تین سو چھہتر ایکڑ رقبہ بارانی غیر مزروعہ پڑا ہے۔ جسے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اہم فصلیں دھان، گندم، گنا اور سبز چارہ ہے۔ قرب و جوار میں منڈی کوئی نہیں ہے۔ نقد آور اجناس مریدکے جاتی ہیں اور اس پر خرچ کافی اٹھتا ہے۔ بعض دیہات شرقپور اور کوٹ عبدالمالک کے مقابل جو منڈی بنی ہے اپنی اجناس لے جانے لگے ہیں۔

ٹیکس

یہ کونسل ٹیکسوں کے نفاذ میں سب سے پیچھے لیکن وصولی میں سب سے آگے ہے۔ یعنی ٹیکس کم سے کم عائد کیے گئے ہیں لیکن وصولی کی شرح قابل تقلید اور مثالی ہے۔ عوائد و وصولی کا نقشہ یہ ہے:۔

۶۱-۱۹۶۰ء	عوائد	پانچ ہزار تین سو اڑسٹھ	وصولی	ڈیڑھ ہزار روپیہ
۶۲-۱۹۶۱ء	"	پانچ ہزار تین سو اڑسٹھ	"	تین ہزار دو سو اٹھاون
۶۳-۱۹۶۲ء	"	"	"	(اعداد و شمار فراہم نہیں ہو سکے۔

ٹیکسوں میں صرف چولہا ٹیکس، تفریحی ٹیکس اور دہ ڑت (مارکیٹ فیس) نافذ ہیں

تعمیری منصوبے

اس یونین کونسل کے تعمیری منصوبوں میں "اپنی مدد آپ" کا سہارا بہت نمایاں ہے۔ کچھ منصوبے ایسے ہیں جن پر بیرونی امداد سے کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا گیا۔ اور اندازاً بارہ ہزار روپیہ کی لاگت، اپنی مدد آپ کے ذریعے لگائی گئی۔ یونین فنڈ سے کم مدد لی گئی اور پی ایل (۴۸۰) کے ماتحت بھی کم سے کم رقم خرچ کی گئی ہے۔ تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ ڈسپنسری کی کچی عمارت کل لاگت ۱۵۰۰ روپیہ اپنی مدد آپ ۵۰۰ روپیہ یونین فنڈ ۱۰۰۰ روپیہ

۲- پرائمری سکول مومن پورہ	کل لاگت	آٹھ ہزار روپیہ	اپنی مدد آپ	آٹھ ہزار روپیہ	یونین فنڈ	×
۳- ؍؍ ؍؍ کالر	؍؍	نو سو ؍؍	؍؍	تین سو ؍؍	؍؍	چھ سو روپیہ
۴- ؍؍ ؍؍ نون	؍؍	آٹھ سو ؍؍	؍؍	آٹھ سو ؍؍	؍؍	×
۵- مرمت ٹرک اور نالہ	؍؍	سات سو ؍؍	؍؍	سات سو ؍؍	؍؍	×
۶- نالیاں اور گلیاں	؍؍	آٹھ سو چون ؍؍	؍؍	چون ؍؍	؍؍	آٹھ سو
۷- کچی سڑک کوٹ پنڈی داس	؍؍	چار سو اسی ؍؍	؍؍	ایک سو اسی	؍؍	تین سو
۸- مرمت پل ڈیک نالہ	؍؍	دو سو چون ؍؍	؍؍	×	؍؍	دو سو چون
۹- مرمت گرلز سکول قلعہ مستیا	؍؍	تین سو ؍؍	؍؍	×	؍؍	تین سو
۱۰- عمارت ڈسپنسری	؍؍	اٹھارہ سو ؍؍	؍؍	×	(پی ایل ۴۸۰)	اٹھارہ سو

عدالتی اور ثالثی کارگزاری

اس یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں اور ثالثی کونسلوں میں سب سے زیادہ تنازعات پیش ہوئے۔ مصالحتی عدالتوں میں ابتدائی دو برسوں میں اکاسی مقدمات آئے جن میں بچپن دیوانی نوعیت کے اور چھبیس معمولی فوجداری نوعیت کے تھے۔ ان سب کا فیصلہ فریقین کی باہمی رضامندی سے کیا گیا۔ ثالثی کونسلوں میں چونتیس قضایا پیش ہوئے جن میں آٹھ نان و نفقہ سے متعلق تھے اور باقی نکاح ثانی کی درخواستیں یا طلاق سے متعلق عرضداشتیں تھیں۔

تخصیص

اس یونین کونسل نے گزشتہ سال کے تعمیری منصوبوں کی بہ عجلت و بوجہ احسن تکمیل کی وجہ سے اول درجے کا انعام حاصل کیا۔ اور یہ سب ڈویژن کی پہلی یونین کونسل ہے جس کے مستعد ممبروں نے ٹاؤن کمیٹیوں کی طرح اپنے ہاں زرعی نمائش اور میلے کا اہتمام کیا ہے۔

اہم شخصیتیں

۱- چیئرمین : ملک رحیم بخش صاحب اس یونین کونسل کے چیئرمین ہیں۔ ان کی زندگی یتیمی اور عظمت کے

پراسرار تعلق کی ایک دلآویز کہانی ہے۔ دو برس کی عمر میں یتیمی کا داغ سہا۔ گھر میں غربت کے سوا کوئی اثاثہ نہ تھا۔ بڑا بھائی محنت مزدوری سے ماں اور چھوٹے یتیم بھائی کا وقت کاٹتا رہا۔ فاقہ اور عریانی کے مرحلوں سے گزر کر ملک صاحب جوان ہوئے تو فطرتاً اور طبعاً صبر اور جفاکشی کے عادی تھے۔ معاشی وسیلہ کوئی نہ تھا۔ محض محنت مزدوری تھی۔ عالم شباب میں دونوں بھائیوں نے ایک الیکشن میں امیدوار کے لیے دن رات کام کیا۔ لوگوں کو لاریوں پر سوار کر کے پولنگ سٹیشن بھیجتے رہے۔ اس وقت رائے دہی کا معیار مالیہ زمین اور تعلیم تھا۔ دونو بھائی اس سے محروم تھے۔ جب رائے دہندوں کی آخری لاری گاؤں سے چلنے لگی تو پولنگ سٹیشن دیکھنے کے لیے دونوں بھائی ووٹروں کے ساتھ سوار ہو گئے۔ گاڑی حرکت میں آئی تو ساتھ ہی ایک آواز گونجی کہ جو لوگ ووٹر نہیں ہیں وہ گاڑی سے اتر جائیں۔ اس پر دونوں بھائی اتنے مغموم و مایوس ہوئے کہ گھر آ کر بہروں روتے رہے اور دعائیں مانگتے رہے کہ بار الٰہا تو ہمیں ہم چشموں میں برابری عطا کر یا اس دنیا سے اٹھا لے۔

ماں کی ممتا بروئے کار آئی۔ اس نے دلاسہ دیا اور دو جھوٹیاں ادھار لے کر دیں۔ کہ ٹھیکہ پر کھیتی باڑی کا کام کرو۔ دونوں بھائیوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ ماں کی دعائیں ساتھ تھیں، آگے بڑھنے کا شوق تھا۔ اپنے کاروبار سے لگاؤ بے حد مخلصانہ تھا۔ اللہ نے برکت دی اور رزق موعود کے ساتھ ساتھ نہ صرف رزق مقسوم سے مالا مال ہوئے بلکہ رزق مملوک[۱] سے بھی بہرہ پایا۔ آہستہ آہستہ زمین خریدنی شروع کی۔ کفایت و احتیاط کے عادی تو تھے، جفاکشی اور صبر نے بھی سہارا دیا۔ آخر پانچ مربعہ کے مالک ہو گئے۔

محنت، جفاکشی اور خلوص نے زندگی کے جن تجربوں سے گزارا انہیں عام کرنے کے لیے لوگوں کی رہنمائی شروع کی اور اس سلسلے میں ان کا سب سے بہتر اور نمایاں کارنامہ دیہات میں فالتو وقت کا صحیح مصرف تلاش کرنا اور گرد و پیش کے لوگوں کو ادھر لگانا تھا۔ چنانچہ کشتیوں اور کبڈیوں کے مقابلے شروع کرائے۔ والی بال کی ٹیم بنائی۔ اس طرح جو وقت گپ شپ، لغفہ بازی اور تو تکار کی نذر ہوتا تھا۔ اس کا رخ صحت مندانہ مقابلہ کی طرف پھیر کر نئی نسل میں کھلاڑیوں کی سپرٹ پیدا کی۔ انعامات سے ان کے حوصلے بڑھائے۔ اور اجتماعی شعور بیدار کیا۔ ان کے دو کھلاڑی محمد اقبال اعوان اور

---

[۱] اہل علم نے رزق تین طرح کا بتایا ہے۔ اول رزق موعود جس کا اللہ تعالیٰ نے "نحن نرزقکم" کے تحت وعدہ فرمایا ہے اور جو بلا کسب مزد بہرحال پہنچتا ہے۔ دوسرا رزق مقسوم وہ جسے اللہ تعالیٰ کسب کی بدولت اور ذریعہ معاش کے سہارے اپنی مخلوق میں تقسیم کرتا ہے۔ تیسرا رزق مملوک جو ذرائع ملکیت سے حاصل ہوتا ہے۔ (مرتب)

مسٹر عطاء اللہ رانا یونین کونسل، تھانہ اور تحصیل کونسل کے مقابلوں میں اعلیٰ کھیل کا مظاہرہ کر کے کپ حاصل کر چکے ہیں۔ رفاہی کاموں میں حصہ لینے کا بہت شوق ہے۔ خدمت خلق کی دھن اس بنیادی جذبہ کے ساتھ ہے کہ غربا کا بھلا ہو۔ غریبی کی سختیوں سے واقف ہیں۔ اس لیے غریب کی تکلیف نہیں دیکھ سکتے اور مسلسل کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی مساعی سے کوٹ ہنڈیداس میں بجلی پہنچ گئی ہے۔ اپنی مدد آپ کے ماتحت سو کے قریب ٹیوب ویل لگوا چکے ہیں جن کی بدولت دو ہزار ایکڑ غیر مزروعہ رقبہ آباد و سیراب ہوا۔

ذرائع آمدورفت اور حمل و نقل جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، کم ہیں۔ اس لیے آمدورفت کے لیے انہوں نے کوشش کر کے ایک نیا ریلوے سٹیشن قائم کرایا جس کا نام شاکر آباد ہے لیکن اچھی سڑک نہ ہونے کی وجہ سے حمل و نقل کی دشواریاں بدستور ہیں۔ مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ کوٹ ہنڈیداس میں ایک دینی و تبلیغی درس گاہ بھی ہے جس کا ذکر ان اداروں کے تحت میں آ چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۵) ملک صاحب اب ادھیڑ پن کے مراحل سے گزر کر بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ لیکن محنت کا عادی ہونے کی وجہ سے صحت بہت اچھی اور قوائے جسمانی مضبوط ہیں۔

۲۔ چودھری فضل حسین

مومن پورہ کے نمبردار اور یونین کونسل کے ممبر ہیں۔ چالیس برس سے اوپر عمر ہے۔ صحت بہت عمدہ اور طبیعت بہت شگفتہ پائی ہے۔ پرائمری اور مڈل کی تعلیم کے بعد ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ لیکن زمینداری کا کام اب بوڑھے باپ کے بس کا روگ نہ تھا۔ لہٰذا تعلیم ادھوری چھوڑ دی۔ یہ زمانہ محکمہ امداد باہمی کی تحریک کے پھیلاؤ کا زمانہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد محرر اجرا مقرر ہوئے لیکن تھوڑی مدت میں اس سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اپنا کام سنبھالنے کے بعد گاؤں کی اصلاح و فلاح کی طرف توجہ کی۔ پختہ سڑک کے قریب کچھ اراضی جس کی قیمت سولہ ہزار کے قریب تھی، سکول کے لیے وقف کی اور اس پر بعض دوسرے ساتھیوں کی مدد سے چھ ہزار روپیہ[1] کی لاگت سے سکول کی پختہ عمارت تعمیر کرائی۔ اور اب پختہ سڑک سے گاؤں تک ایک پختہ شاہراہ بنانے میں مصروف ہیں۔ فرلانگ بھر کے قریب یہ سڑک بن چکی ہے۔ ایک ڈسپنسری اور شفاخانہ کیلئے بھی آپ متعلقہ محکموں سے رجوع کر رہے ہیں زراعت میں کھاد کی کاشت کے کامیاب تجربے کر چکے ہیں۔ موضع میں ان کی مساعی سے استمال اراضی کا کام بھی تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ تعلیم کی کمی کا احساس شدت سے ہے اس لیے بچے کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے ہیں۔

[1] پانچ ہزار روپیہ اپنی گرہ سے دیا



بنیادی جمہوریتوں کے ممبر تربیتی سکول کوٹ محمود میں



تربیت ختم ہونے پر الوداعی تقریب

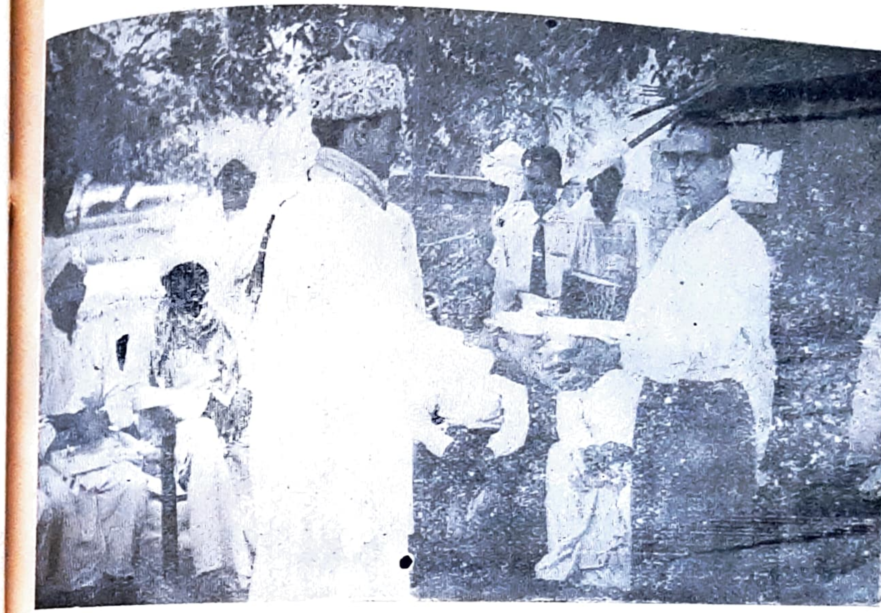
۱۵۔ کوٹ محمود

آبادی

یہ یونین کونسل سب ڈویژن میں خصوصاً سب تحصیل شرق پور میں آبادی اور تعداد ممبران کے لحاظ سے سب سے بڑی یونین کونسل ہے اور غالباً کچھ بے ڈھنگی بھی۔ یہ پندرہ دیہات پر مشتمل ہے اور اس کی آبادی بارہ ہزار افراد سے کچھ زیادہ ہے۔ ابتدائی دور میں اس کے لیے پندرہ منتخب ممبروں اور سات نامزد ارکان کی تعداد کا فیصلہ ہوا تھا۔ پندرہ ممبر منتخب تو ہو گئے تھے۔ لیکن نامزدگی کے لیے غالباً سات مناسب افراد نہ مل سکے اس لیے صرف پانچ پر اکتفا کی گئی۔ نئے دور میں اس کونسل کے سکڑ جانے اور سمٹ جانے کے چرچے ہیں اور فیض پور کلاں میں نئی کونسل قائم ہونے کا امکان ہے۔

اس کی موضع وار آبادی یوں ہے :۔

۱۔ فیض پور کلاں	تین ہزار دو سو چھیاسی	۳۲۸۶
۲۔ کوٹ محمود	دو ہزار سات سو ترانوے	۲۷۹۳
۳۔ نور پور ارائیاں	ایک ہزار اٹھہتر	۱۰۷۸
۴۔ نانو ڈوگر	آٹھ سو اٹھانوے	۸۹۸
۵۔ یحییٰ پور	آٹھ سو چھتیس	۸۳۶
۶۔ شرق پور (دیہاتی)	آٹھ سو	۸۰۰
۷۔ مغل والا	چار سو اڑتیس	۴۳۸
۸۔ ہٹھ تڑوا	چار سو پچھتر	۴۷۵
۹۔ نظام پورہ	چار سو پندرہ	۴۱۵
۱۰۔ سکھاں والہ	چھ سو سڑسٹھ	۶۶۷
۱۱۔ لادوے	تین سو اڑتیس	۳۳۸



الوداعی جلسہ میں استاد کی خدمت میں خلعت



یونین کونسل کوٹ محمود کے ممبر

۱۲۔	سلطان پورہ	تین سو بیس	۳۲۰
۱۳۔	ٹینڈے	ایک سو پچپن	۱۵۵
۱۴۔	دھنیس	ایک سو سات	۱۰۷
۱۵۔	ڈھول	دو سو باسٹھ	۲۶۲

زراعت

اس کونسل کی حدود میں مزروعہ رقبہ سات ہزار چھ سو اٹھاون ایکڑ ہے۔ پانچ ہزار چھ سو چھپن ایکڑ بیک فصلہ نہری اور باقی بارانی ہے۔ زمین اچھی ہے۔ اہم فصلیں گندم، چاول، گنا اور مکئی ہیں۔ یونین کونسل کی دو نو حدوں پر دو منڈیاں فیض آباد (عرف دھوکہ منڈی) اور شرق پور واقع ہیں۔ زائد اجناس ٹھکانے لگ جاتی ہیں۔ یہاں کے لوگ نسبتاً آسودہ اور زندگی میں آگے بڑھنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اس لیے زراعت میں نئے تجربے بھی کرتے رہتے ہیں موضع[۶] میں ملک برکت علی کا ماڈل فارم بھی ہے اور کوٹ محمود کے من چلے بھی اس معاملے میں کم نہیں ہیں۔

تعلیم و صحت

اس یونین کونسل میں تعلیمی چرچا اور تعلیمی تناسب پورے سب ڈویژن کی یونین کونسلوں سے بہتر ہے۔ طلبہ کے لیے فیض پور کلاں میں ایک مڈل سکول۔ مہتہ ترڈا۔ کوٹ محمود۔ یحییٰ پور۔ بھول۔ نور پور اور نانو ڈوگر میں پرائمری سکول جاری ہیں۔ لڑکیوں کے لیے چار پرائمری سکول فیض پور، کوٹ محمود، مہتہ ترڈا اور یحییٰ پور میں قائم ہیں۔ شرق پور کے قریب سے طلبہ اور طالبات سیکنڈری ایجوکیشن کا فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں۔ پوری یونین کونسل میں کوئی ہسپتال یا ڈسپنسری موجود نہیں ہے۔ صرف فیض پور میں ایک ہیلتھ سنٹر ہے اور یہ کمی اس جیتی جاگتی یونین کونسل کے دامنِ حیات پر داغِ غفلت ہے۔

سب کمیٹیاں

یونین کونسل کی حدود میں پندرہ اصلاحی کمیٹیاں قائم ہیں۔ کوئی گاؤں اصلاحی کمیٹی سے خالی نہیں۔ اور پندرہ دیہات میں امداد باہمی کی نو انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ یہ تناسب بہت ہی عمدہ ہے۔ اور پوری کونسل کے لیے باعث اطمینان و فخر ہے۔

دیہی تعمیر و ترقی کی نگرانی کے لیے چار پراجیکٹس کمیٹیاں بھی ہیں۔ لیکن پوری یونین کونسل میں کوئی جائزہ کمیٹی، مالیاتی کمیٹی، ثقافتی کمیٹی، اطلاعاتی کمیٹی، کوئی یوتھ کلب اور کوئی لیڈیز سوشل سنٹر نہیں ہے۔ حالانکہ چیئرمین صاحب کی ثقافتی اور سوشل سرگرمیاں نسبتاً قابل ذکر ہیں۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ اپنی بڑائی کے باوجود نسبتاً کم ہے۔ اور صرف تین برسوں کے اعداد حاصل ہو سکے ہیں۔ تفصیل یہ ہے:۔

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی	تین ہزار دو سو چار روپیہ	خرچ	ایک ہزار تین سو سڑسٹھ روپیہ
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	”	چھ ہزار دو سو اٹھاسی ”	”	دو ہزار چھ سو چوّن روپے
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	”	پانچ ہزار ایک سو ”	”	ایک ہزار نو سو اکسٹھ ”

وسائل

یونین کونسل کے وسائل آمدنی میں چولہا ٹیکس، پیدائش ٹیکس، باجہ[ط] ٹیکس۔ تفریحی ٹیکس شامل ہیں اور عوائد اور وصولی کا تناسب بہت اچھا ہے۔ غالباً سب تحصیل کی ساری کونسلوں سے بہتر ہے۔ نقشہ ملاحظہ فرمایئے۔

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	مطالبہ	دو ہزار آٹھ سو اٹھاسی روپے	وصولی تین ہزار دو سو چار روپے	} یعنی اصل سے
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	”	چار ہزار چار سو پچیس ”	” دو ہزار چار سو اڑتالیس ”	چار سو زیادہ
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	”	چھ ہزار دو سو پچیس ”	” دو ہزار تین سو بیالیس ”	
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	”	پانچ ہزار ایک سو پچیس ”	” تین ہزار ایک سو ستانوے ”	

تعمیری سرگرمیاں

اس یونین کونسل میں اب تک بارہ تعمیری منصوبے مکمل ہوئے ہیں۔ اور قابل تعریف بات رہی کہ جن منصوبوں پر سینکڑوں کی حد سے نکل کر رقم ہزاروں تک صرف ہوئی۔ وہ زیادہ تر اپنی مدد آپ کے تحت مکمل ہوئے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ فرمایئے:۔

[ط] باجہ بجانے پر ٹیکس غالباً اس لیے ہے کہ پوری کونسل کو مسجد کی طرح واجب الاحترام سمجھا گیا ہے اور مسجد کے سامنے باجہ بجانا کبھی پسندیدہ نہیں رہا۔ مرتب

۱۔	مرمت سڑک	فیض پور تا فتو والہ	لاگت ۵۰۰ روپیہ	اپنی مدد آپ	۵۰۰ روپیہ	یونین فنڈ	×
۲۔	حفاظتی بند	شرقپور دیہی	″ ۵۰۰۰ ″	″	۵۰۰۰ ″	″	×
۳	دیہاتی ڈیرہ	نور پور ارائیاں	″ ۱۲۰۰ ″	″	۱۲۰۰ ″	″	×
۴۔	پختہ پلیاں	نور پور، فیض پور	″ ۷۷۵ ″	″	۷۷۵ ″	″	×
۵۔	نہری نالہ کی صفائی	فیض پور	″ ۸۰۰ ″	″	۸۰۰ ″	″	×
۶	نالیاں پختہ	کوٹ محمود	″ ۲۰۰ ″	″	۲۰۰ ″	″	×
۷۔	پرائمری سکول تین عدد:	مہتہ تڑوا۔ ڈھول۔ ٹھٹھہ عیسائیاں					
۸	پختہ پلیاں	فیض پور	لاگت ۱۹۰ روپیہ	″	۱۹۰ ″	″	×
۹۔	نالیاں	″	″ ۸۰۰ ″	″	۶۰۰ ″	″	۲۰۰ روپیہ
۱۰۔	″	کوٹ محمود	″ ۳۰۰ ″	″	×	″	۳۰۰ ″
۱۱۔	″	سلطانپورہ	″ ۷۵ ″	″	×	″	۷۵ ″
۱۲۔	″	نور پور ارائیاں	″ ۱۵۰ ″	″	×	″	۱۵۰ ″

ثالثی و مصالحتی

اس یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں اب تک تراسی مقدمے پیش ہوئے۔ چیئرمین صاحب کے اثر و رسوخ سے سب کا فیصلہ ہو گیا۔ ثالثی کونسلوں میں ستائیس مقدمے آئے جن میں نکاح ثانی کی تین درخواستیں تھیں۔ سب کا فیصلہ بہتر طریق پر ہوا۔

اہم شخصیتیں[1]

اس یونین کونسل میں متعدد اہم شخصیتیں قابل ذکر تھیں، لیکن نہ ان کے تفصیلی حالات معلوم ہو سکے نہ موصول ہو سکے سکرٹری یونین کونسل نے بار بار استدعا کے باوجود توجہ ہی نہیں دی۔ خصوصاً کوٹ محمود کے بعض بزرگ اور نوجوان خصوصیت سے قابل ذکر تھے۔ اب جو مجھ سے حاضر ہے۔ چیئرمین یونین کونسل چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ہیں جو کونسل کے علاقے میں

[1] ماضی کی دینی اور تبلیغی شخصیتوں میں شاہ بخاری قابل ذکر ہیں۔ جن کا مزار کوٹ محمود کی حدود میں مرجع خلائق ہے۔

ہی نہیں بلکہ فیض پور کلاں سے لاہور راوی روڈ تک ایک جانی پہچانی اور معروف ہستی ہیں۔ ان کا اصرار یہ ہے کہ ان کے ذکر میں جو کچھ ان کی طرف سے لکھوا دیا گیا ہے، وہ بلاکم و کاست شائع کیا جائے۔ اسے ایک قسم کی "راج ہٹ" بلکہ جوہر راہٹ سمجھئے۔ حالانکہ چودھری صاحب تعلیم یافتہ ہیں اور اخبار ان کی شخصیت کا ایک جزو لازم ہے۔ جسے دل پسند کر ہمیشہ سفر و حضر میں ساتھ رکھتے ہیں۔ ذرا ان کی آپ بیتی انہی کے قلم سے سنئے اور گفتنی درج گزشت از حد تک، تو زبان و بیان کا لطف اٹھا لیجئے۔ دھو ھذا

جناب وقار صاحب

مَیں قصبہ فیض پور کلاں کا رہنے والا ہوں۔ اور قوم (یعنی قبیلہ) ارائیں چھچھ سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے والد صاحب کا نام چودھری الٰہ بخش ہے جو اس موضع کے نمبردار، علاقے کے سفید پوش اور کچھ عرصہ ذیلدار بھی تھے۔ اس قصبہ کی آبادی ۱۹۳۰ء میں پچیس ہزار کے قریب تھی۔ اور شیخ خوجہ قوم اس قصبے میں زیادہ رہتے تھے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء تک دریا نے اس قصبے کو زد میں لے لیا۔ اور لوگ یہاں سے چھوڑ کر چلے گئے تھے، جب بھی اس کی آبادی چار ہزار کے قریب ہے، جو کہ چار حصوں میں تقسیم ہے۔ یہ قصبہ بڑا تجارتی تھا۔ اب بھی اس قصبے میں قوم ارائیں اور دوسری ذاتیں شامل ہیں (والد صاحب) میرے والد صاحب مذکور الٰہ بخش جو کہ اس قصبے کے معزز آدمی تھے۔ پبلک کی خدمت میں اور رفاہ عامہ (مطابق اصل) کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ ہر سرکاری یا غیر سرکاری ملازم ان کے ساتھ مشورہ کر کے پبلک کے ہر کام کو طے کرتے تھے۔ اب میں بھی ۱۹۵۲ء[1] سے خاص طور پر پبلک کی بے لوث خدمت کر رہا ہوں۔ جس سے علاقے کے تمام لوگ ہر معاملے میں میرے ساتھ ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہوا۔ اور ۱۹۵۸ء تک رہا۔ اس عرصہ تین سال میں میں نے پبلک کی بہتری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور لوگوں کی نذر (مطابق اصل) میں زیادہ معزز بن گیا۔ اور ۱۹۵۹ء میں بلامقابلہ یونین کونسل کا ممبر ہوا۔ اس سال

[1] ۱۹۵۲ء میں آپ کی عمر ۶۲ برس کی تھی۔ کیونکہ آپ کی پیدائش ۱۸۹۰ء کے لگ بھگ کی ہے۔ عمر کے اعتبار سے آپ پورے سب ڈویژن کی بنیادی جمہوریتوں میں ممبروں اور چیئرمینوں سے بڑے اور کسی بزرگ کی دعائے طول عمر کی دلیل ہیں لیکن صحت و توانائی اور سرگرمی و دلچسپی میں جوانوں کو بھی شرماتے ہیں۔

۱۹۴۷ء میں مہاجرین کی آمد پر کیمپوں میں ان کی خدمت کی اور وزیر مہاجرین سے شاباش لی۔ پھر سول ڈیفنس میں حصہ لیا۔ کالج میں رائفل کلب قائم کی۔ اور طلبہ کو فوجی تربیت پر آمادہ کیا۔ ۱۹۵۹ء میں آپ کی مختصر لیکن اہم خدمات کے پیش نظر کوٹ محمود یونین میں ممبر نامزد کیا گیا۔ اور کونسل میں آپ ترقیاتی مشیر مقرر ہوئے۔ اپنے گاؤں میں طلبہ و طالبات کے لیے پرائمری سکول جاری کرائے۔ اور ان کو اپنی طرف سے عمارتیں مہیا کیں۔ پوری کونسل کے دیہات کو پکی سڑک سے ملحق کرنے کے لیے LINK ROADS کا ایک تفصیلی خاکہ اور منصوبہ تیار کیا۔ اور اسے تکمیل تک پہنچایا۔ آج اس یونین کونسل کا ہر گاؤں کی پکی سڑک سے براہ راست ملحق ہے۔

گاؤں میں انجمن امداد باہمی قائم کی۔ جس کے خود نگران کار ہیں۔ ایک فری ہسپتال اپنے خرچ سے ایک قابل ڈاکٹر کی نگرانی میں جاری کرایا۔ پیچیدہ امراض کے مریضوں کو خود لاہور لے کر جاتے ہیں۔ دو مرتبہ غریب مریضوں کی جانے بچانے کے لیے اپنا خون بھی دے چکے ہیں۔ اور اس امر میں کوشاں ہیں کہ ان کے گاؤں میں کوئی آدمی ان پڑھ، مریض یا غیر آسودہ نہ رہے۔ اور یہ جذبہ قابل قدر ہے۔

حرفِ آخر

کوٹ محمود کی یونین کونسل کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اس کے دفتر میں بنیادی جمہوریتوں کے ممبروں کی تربیت کے لیے ۱۹۶۰ء میں سکول قائم کیا گیا تھا۔ اور سہجووال، کوٹ محمود اور قریشیاں والا کے ممبروں نے یہاں اکٹھی تربیت حاصل کی تھی بعض تصاویر اس وقت کی شامل کتاب ہیں۔ مرتب

میں نے پبلک کی بہت خدمت کی۔ اور ان کی تکالیف کو مدنظر رکھ کر ہر ایک تکلیف کو درد سمجھ کر اس کے دکھ دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور آئندہ سال ۱۹۶۰ء میں بلا مقابلہ چیئرمین ہوا اور ۱۹۶۵ء تک چیئرمین ہی رہا۔ اس دوران میں میں نے اپنی مدد آپ کے تحت اس علاقہ کے پل اور راستے اور سڑک ساٹھ میل لمبی بنوائی اور دو پل نہر کے بنوائے، اور پل راستے بہتری کے بنوائے تاکہ لوگوں کو آرام ہو جائے۔ نیز علاقے میں مڈل سکول اور چھ پرائمری سکول افسران بالا کے ساتھ مل کر کھلوا دیئے۔ ایک سب ہیلتھ سنٹر اپنے قصبے میں بنوایا، اور موجودہ عملہ کو مکان اور ہسپتال کے لیے بلڈنگ دی، جس میں تقریباً اسی نوے مریض روزانہ آکر دوائی لیتے ہیں، اور جس سے لوگوں کو بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ غریب امیر کے لیے سب سے اچھا کام ہوا ہے، اور اب بھی موجودہ الیکشن میں مقابلہ کے ساتھ ممبر ہوا۔ اس الیکشن میں میرا تین سو ووٹ زیادہ تھا۔ عام یونین کونسل کے ممبر اور پبلک میرے کام سے خوش ہو کر اب بھی میرے ہی فیصلے کو مانتے ہیں۔"

۲۔ سید امجد علی صاحب مشہدی بی۔ اے[1]

موضع مہنہ ترڑا کے سید اکبر علی شاہ کے گھر میں (جو علاقہ بھر میں اپنے علم و کردار کی وجہ سے قابل احترام ہیں) ۱۴ اگست ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۴ اگست کے دن کو پاکستان کی تاریخ میں جو بنیادی اہمیت ہے اُسے سبھی جانتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اور میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور سے کیا۔ بی۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور سے۔ طالب علمی ہی کے زمانے سے یہ نوجوان اس شعر کا مصداق تھا۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

کالج میں زیر تعلیم تھے کہ ۱۹۴۶ء کی فیصلہ کن جنگ (پاکستان یا اکھنڈ ہندوستان) میں حصہ لیا۔

---

[1] یہ گریجویٹ کاشتکار نوجوان اپنے حال اور مستقبل کی بنا پر اہمیت کا مالک ہے۔ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشنوں میں اس کا ذکر اور بھی اہمیت کے ساتھ کیا جائے گا۔ (مرتب)

۱۶۔ کھٹیالہ ورکاں

آبادی

یہ یونین اٹھارہ دیہات اور دس ہزار سے کچھ اوپر آبادی پر مشتمل ہے۔ اس کا صدر دفتر کھٹیالہ میں ہے۔ ابتدائی دور میں اس کے بارہ منتخب اور چھ نامزد ممبر مقرر ہوئے تھے۔ اب صرف منتخب ممبر ہیں اور سب ڈویژن کی یہ پہلی یونین کونسل ہے جس میں ایک خاتون ممبر (دولت بی بی) بھی ہے۔ اس کی موضع وار آبادی اس طرح ہے:۔

۱۔	کھٹیالہ	دو ہزار چھ سو چون	۲۶۵۴
۲۔	بیلاد پور	تین سو اناسی	۳۷۹
۳۔	اعدیلیاں	دو سو بارہ	۲۱۲
۴۔	چک ۲۳	تین سو گیارہ	۳۱۱
۵۔	چک ۳۰	دو سو بارہ	۲۱۲
۶۔	چک خضر	(اعداد و شمار نہیں ملے)	
۷۔	چک ۳۱	تیس	۳۰
۸۔	بھائی کلاں	سات سو انسٹھ	۷۵۹
۹۔	موجوکی	آٹھ سو اڑتیس	۸۳۸
۱۰۔	شیخم	پانسو اسی	۵۸۰
۱۱۔	چک ۲۶	ایک سو اکاون	۱۵۱
۱۲	چک ۲۵	اعداد و شمار نہیں ملے	
۱۳۔	کھنہ توتنگر	پانسو چون	۵۵۴

۱۴۔	چک سنتا	تین سو چودہ	۳۱۴
۱۵۔	کھنہ لبانہ	آٹھ سو باون	۸۵۲
۱۶۔	خوشحال پور	دو سو اُنہتر	۲۶۹
۱۷۔	ونڈالہ ناصر	آٹھ سو بارہ	۸۱۲
۱۸۔	سیل	ایک سو تہتر	۱۷۳

زراعت

اس یونین کونسل میں دس ہزار ننانوے ایکڑ رقبہ مزروعہ ہے جس میں صرف پانسو نو ایکڑ بارانی ہے۔ باقی تمام رقبہ بک فصلہ نہر سے سیراب ہوتا ہے۔ اہم فصلیں گندم، چاول، مکئی اور جوار ہیں۔ قریب کی منڈی مریدکے ہے جہاں اجناس کا کاروبار ہوتا ہے۔

تعلیم وصحت

اس یونین کونسل میں تعلیمی تناسب قابل اطمینان ہے۔ کھٹیالہ ورکاں میں طلبہ کے لیے ایک مڈل سکول ہے۔ سات پرائمری سکول مختلف دیہات میں لڑکوں کے لیے اور تین پرائمری سکول لڑکیوں کے لیے ہیں۔ کھٹیالہ ورکاں میں ریڈکراس کی طرف سے ایک ڈسپنسری قائم ہے اور ایک ہیلتھ سنٹر بھی ہے۔

سب کمیٹیاں

یونین کونسل میں سات گاؤں میں اصلاحی کمیٹیاں قائم ہیں۔ اس کے علاوہ ہر قسم کی سب کمیٹیوں سے یونین کونسل کا دامن عمل پاک ہے۔ البتہ ایک یوتھ کلب ضرور ہے۔ یہ بات اطمینان اور مسرت کی ہے کہ یونین کونسل کی حدود میں دس ہزار آبادی کے لیے پانچ انجمنیں امداد باہمی کی قائم ہیں اور یونین کونسل کی آبادی کے لیے اچھا مالی سہارا ہیں

بجٹ

اس یونین کونسل کے بجٹ کی تفصیل یہ ہے:۔

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء آمدنی دو ہزار آٹھ سو پچاس ۲۸۵۰ خرچ دو ہزار چار سو چھہتر

۶۲-۱۹۶۱ء	آمدنی	دس ہزار پانسو پچھتر	خرچ	آٹھ ہزار چھ سو پچھتر	یہ بجٹ دوسری
۶۳-۱۹۶۲ء	〃	بیس ہزار ایک سو پچپن	〃	اٹھارہ ہزار ایک سو اُنتالیس	کونسلوں کیلئے
۶۴-۱۹۶۳ء	〃	سترہ ہزار چار سو پینتالیس	〃	تیرہ ہزار سات سو استی	قابلِ رشک ہیں

وسائل

اس کونسل میں چولھا ٹیکس، پیدائش ٹیکس، شادی ٹیکس اور فیس ذبیحہ نافذ ہیں۔ اعداد و شمار اگرچہ حسبِ طلب توفراہم نہیں ہُوئے لیکن جو مہیّا ہُوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نفاذ اور وصولی کے درمیان بہت کم فرق ہے اور دوسری یونین کونسلوں سے تناسب بہرحال زیادہ ہے۔ اعداد و شمار ملاحظہ ہوں۔

۶۲-۱۹۶۱ء	مطالبہ	تین ہزار	وصولی	ایک ہزار تین سو اکانوے
۶۳-۱۹۶۲ء	〃	تین ہزار	〃	تین ہزار آٹھ سو چھیالیس
۶۴-۱۹۶۳ء	〃	چار ہزار	〃	(اعداد نہیں ملے)

تعمیری سرگرمیاں

اس کونسل نے نو منصوبے اب تک مکمل کیے ہیں اور متعلقہ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم و بیش یہ منصوبے کی تکمیل میں اپنی مدد آپ کا جذبہ قابلِ اطمینان نہیں بلکہ قابلِ تعریف حد تک کارفرما رہا ہے۔ تفصیلات یہ ہیں:-

۱۔ پرائمری سکول	کھٹیالہ	لاگت	پونے چھ ہزار روپیہ	اپنی مدد آپ	×	یونین فنڈ	۴۰۰ روپیہ	گرانٹ	۵۳۸۱ روپیہ
۲۔ کمیونٹی ہال	〃	〃	سات ہزار	〃	×	〃	ایک ہزار	〃	۶ ہزار 〃
۳۔ نالی پلی پختہ	〃	〃	پانسو پچاس	〃	دوسو	〃	تین سو پچاس	〃	×
۴۔ روزانہ صفائی	〃	〃	چھ سو روپیہ	〃	چھ سو	〃	×	〃	×
۵۔ نالی پختہ	کھنہ لبانہ	〃	چھ سو	〃	دوسو	〃	چار سو	〃	×
۶۔ پرائمری سکول	گاجر گولہ	〃	پانسو	〃	تین سو	〃	دوسو	〃	×

۷۔ مرمت پرائمری سکول	شیخم	لاگت	تین سو پچاس	اپنی مدد آپ	ایک سو پچاس	یونین فنڈ	دوسو	گرانٹ	×
۸۔ 〃 〃	مراد پور	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	×
۹۔ نالی پختہ	کھنہ زنگڑاں	〃	پانسو	〃	تین سو	〃	دوسو	〃	×

مصالحت ثالثی

اس یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں اڑسٹھ مقدمات آئے۔ جن میں آٹھ معمولی فوجداری نوعیت کے اور باقی دیوانی تھے۔ سب کا فیصلہ فریقین کی رضامندی سے ہُوا۔ ثالثی کونسلوں میں اب تک سینتیس مقدمات آئے جن میں چار درخواستیں نکاح ثانی کی، پانچ جھگڑے طلاق کے اور باقی نان و نفقہ سے متعلق تھے۔

اہم شخصیتیں

چیئرمین: اس کونسل کے چیئرمین جناب شہباز خاں صاحب ہیں جو ۱۹۳۱ء میں کھٹیالہ درکاں میں پیدا ہُوئے۔ مڈل تک مریدکے میں تعلیم حاصل کی۔ اور پھر معاشی تگ و دو میں لگ گئے۔ خدمت خلق کا جذبہ طبیعت میں ابتداء ہی سے تھا اس لیے اپنے کاروبار کے ساتھ ساتھ پنچایت کے کاموں میں بھی حصہ لیا اور ۵ برس تک اپنے موضع کی سرکاری پنچایت کے جو از روئے قانون قائم تھی سرپنچ رہے۔ اس زمانہ میں آپ نے اپنی مدد آپ کے ماتحت گاؤں میں ایک سکول جاری کیا۔ اور اُسے کسی بیرونی امداد کے بغیر کامیابی سے چلایا۔ بنیادی جمہوریتوں کے نظام و نفاذ سے پہلے ہی آپ نے کھٹیالہ درکاں کی نہ صرف گلیاں، نالیاں اور بدررویں پختہ کرائیں، بلکہ ان کی صفائی کے لیے پچاس روپیہ ماہوار پر ایک خاکروب ملازم رکھا۔ انہی سرگرمیوں کا نتیجہ تھا کہ جب ۱۹۵۹ء کے آخیر میں بنیادی جمہوریتوں کا نظام نافذ ہُوا تو آپ نہ صرف اپنے حلقہ انتخاب سے ممبر چنے گئے۔ بلکہ یونین کونسل کے چیئرمین بھی منتخب ہو گئے۔ رفاہِ عام کے کاموں میں آپ کی دلچسپی بدستور قائم ہے۔ اس کتاب کے لیے آپ نے اپنے حالات اس وقت مرحمت کیے جب کتاب پریس میں جا چکی تھی۔ اور یہ حالات شامل کتاب کرنے کے لیے کام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی۔ بہرحال ؎

سرِ شوریدہ بر بالینِ آسائش رسید ایں جا

گھڑیال کلاں

آبادی

یہ یونین کونسل سب ڈویژن کی انتہائی شمالی حد پر واقع ہے۔ اس کی حدود ایک طرف ضلع سیالکوٹ اور دوسری جانب ضلع گوجرانوالہ سے ملتی ہیں۔ اس کی کل آبادی پانچ ہزار تین سو تئیس ہے۔ اور یہ پانچ آباد گاؤں پر مشتمل ہے۔

دہ وار آبادی یوں ہے۔

۱۔ گھڑیال کلاں	ایک ہزار چھ سو پانچ	۱۶۰۵
۲۔ بول چک	چار سو سینتالیس	۴۴۷
۳۔ گھڑیال خورد	ایک ہزار انتیس	۱۰۲۹
۴۔ ماڑی کلاں	ایک ہزار دو سو ترپن	۱۲۵۳
۵۔ ماڑی خورد	نو سو چھیانوے	۹۹۶

رقبہ

اس یونین کونسل میں مزروعہ رقبہ پانچ ہزار چار سو بیالیس ایکڑ ہے جس میں چار ہزار ایک سو بارہ ایکڑ نہری (دیگ فصلہ) ہے۔ باقی بارانی۔ چاول اور گندم عام طور پر پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یونین کی حدود میں کوئی منڈی نہیں ہے۔ قریبی منڈی نارنگ ہے۔ یونین کونسل کی حدود میں کوئی ڈاک بنگلہ یا ریسٹ ہاؤس نہیں ہے۔ نہ کسی محکمے کا کوئی دفتر یا کوئی سرکاری ایجنسی ہے۔

تعلیم

آبادی اور دیہات کے تناسب سے یہ یونین کونسل تعلیم کے لحاظ سے قابل رشک ہے۔ یونین کونسل کا ہیڈ کوارٹر چھوٹے سے گاؤں میں واقع ہے۔ لیکن وہاں ہائی سکول تک تعلیم کا بندوبست ہے اور پانچ چھ ہزار کی کل آبادی کے لیے چار گاؤں ایسے ہیں جن میں لڑکوں کے پرائمری سکول ہیں اور تین گاؤں ایسے ہیں جن میں لڑکیوں کے لیے پرائمری سکول موجود ہیں۔

صحت

گھڑیال کلاں میں عوام کی طبی امداد کے لیے ہسپتال موجود ہے اور مویشی کے لیے ایک شفاخانہ بھی ہے۔ اور اس مختصر سی آبادی کے لیے یہ کافی ہے۔ لیکن پوری یونین کونسل کی حدود میں کوئی یوتھ کلب یا لیڈیز سوشل سنٹر نہیں ہے۔

سب کمیٹیاں

اس یونین کونسل کی حدود میں صرف ایک اصلاحی کمیٹی ہے اور ۲ ورکس پروگرام پراجیکٹ کمیٹیاں ہیں۔ امداد باہمی کی تحریک اس کونسل کی حدود میں نہیں ہے۔ غالباً اس کی وجہ امداد باہمی کے کارکنوں کا تغافل ہے۔ ورنہ تعلیمی تناسب کے پیش نظر یہ بات حیرتناک ہے کہ کوئی مالی سہارا یا امداد باہمی کی کوئی انجمن موجود نہ ہو۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ بھی بہت تسلی بخش ہے۔ گذشتہ برسوں کی آمدنی اور خرچ کا گوشوارہ یہ ہے۔

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی	نو ہزار نو سو پچاس روپے	خرچ	چھ ہزار آٹھ سو اڑسٹھ روپے
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	"	نو ہزار دو سو بائیس روپے	"	چھ ہزار آٹھ سو اڑسٹھ روپے
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	"	دس ہزار آٹھ سو چوہتر "	"	سات ہزار نو سو اٹھہتر روپے
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	"	اٹھارہ ہزار پانسو ترسیٹھ "	"	سولہ ہزار پانسو پچاس "

وسائل

یونین کونسل کی حدود میں چولہا ٹیکس، پیدائش ٹیکس، پھیری ٹیکس، باجہ ٹیکس اور تعمیر عمارت کا ٹیکس نافذ ہے۔ لیکن وصولی کی رفتار بہت سست ہے۔ تفصیل نقشہ ذیل سے ظاہر ہے۔

سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	عائد شدہ رقم	تین ہزار روپے۔	وصولی	تین سو ترپن روپے
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	"	تین ہزار روپے	"	تین سو تئیس "
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	"	تین ہزار روپے	"	پانسو نو روپیہ ۶۲ پیسے

ترقیاتی کام کی رفتار

ٹیکسوں کی وصولی میں کمی کے باوجود یہ بات عجیب ہے کہ لوگوں میں اپنی مدد آپ کا جذبہ بہت ہے۔ کونسل میں اب تک چھوٹے بڑے آٹھ تعمیری منصوبے مکمل ہوئے ہیں۔ اور ان پر جو کچھ خرچ آیا۔ اس میں یونین فنڈ اور بیرونی امداد سے ایک پیسہ بھی صرف نہیں کیا گیا۔ سب اخراجات اپنی مدد آپ کے اصول پر برداشت کیے گئے۔ تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ تعمیر بند گھڑیال کلاں	کل لاگت	اڑہائی ہزار روپیہ	اپنی مدد آپ	اڑھائی ہزار روپیہ
۲۔ مرمت کچی سڑک بولیور سے ہیچر ماٹنر	"	ہزار روپیہ	"	ہزار روپیہ
۳۔ " پکی " گھڑیال کلاں تا ہتہ سوجا	"	سات سو "	"	سات سو "
۴۔ " کچی سڑک مارٹی کلاں تا مارٹی خورد	"	دو ہزار روپیہ	"	دو ہزار روپیہ
۵۔ پرائمری سکول بولچک	کل لاگت	دو ہزار "	"	دو ہزار "
۶۔ مرمت مسجد گھڑیال کلاں	"	پانسو "	"	پانسو "
۷۔ اراضی برائے شفاخانہ مواشی	"	نوسو بارہ	"	نوسو بارہ "
۸۔ نالیاں اور گلیاں	"	چارسو "	"	چارسو "

عدالتی اور ثالثی کارروائی

اس یونین کونسل کی مصالحتی عدالت نے گزشتہ مدت میں دو دیوانی اور دو فوجداری نوعیت کے جھگڑے چکائے اور عائلی قوانین کے ماتحت ثالثی کونسل میں تین قضیے نپٹائے گئے۔

اہم شخصیتیں

اس یونین کونسل میں سب سے اہم شخصیت چودہری محمد اقبال ایڈووکیٹ کی ہے جو ضلع شیخوپورہ کے حلقہ ۹۹ سے بلا مقابلہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ اور اس فخر و شرف میں سب ڈویژن کی کوئی یونین کونسل اس کی حریف نہیں ہے

چودہری محمد اقبال ۲ مارچ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ بی۔ اے اور ایل ایل بی تک امتیاز کے ساتھ تعلیمی امتحانات دیئے۔ اور ۱۹۴۵ء سے شیخوپورہ میں قانونی پریکٹس شروع کی اور اُس سے اگلے سال یعنی ۱۹۴۶ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور ۱۹۴۸ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے سب سے پہلے غیر سرکاری چیئرمین بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۹۵۴ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین چنے گئے۔ اور تیسری مرتبہ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۸ء تک ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین رہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کا چیئرمین اپنی جگہ ایک پورے ضلعے کی نمائندگی اور خدمت کا شرف رکھتا ہے۔ لیکن چودہری محمد اقبال نے اس سلسلے میں ایک عجیب و غریب اور بے مثال ریکارڈ قائم کیا ہے۔ وہ یہ کہ ڈسٹرکٹ بورڈ میں ان کی پیش کردہ کسی تجویز یا تحریک پر کبھی رائے شماری کی نوبت نہیں آئی۔ اور وہ بالاتفاق منظور ہوتی رہیں۔ یہ شرف صرف انہی کے حصے میں آیا جس آدمی نے ۱۹۴۶ء میں سیاست کے میدان میں قدم رکھا ہو اور جس کے ضلعے میں پیش رو سیاسی بزرگ بھی غیر معمولی حیثیت رکھتے ہوں، اس کا گنے چنے برسوں میں ہر دل عزیزی کے اس مقام تک پہنچ جانا بہت بڑی کامیابی ہے ع

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

میرے نزدیک اس کی وجہ چودہری صاحب کے دلآویز شخصی کردار کے ساتھ ساتھ وہ قربانی اور ایثار بھی ہے جس کا ثبوت انہوں نے ذمہ دارانہ زندگی کی ابتدا میں دیا اور مسلم لیگ ایجی ٹیشن میں اڑہائی سال قید کی سزا پائی۔[1] مسلم لیگ سے چودہری صاحب کی وابستگی ہمیشہ مخلصانہ رہی ہے۔ ۱۹۶۲ء میں جب ملکی سیاست نے نئی کروٹ لی اور سیاسی جماعتیں میدان میں آئیں تو چودہری محمد اقبال مسلم لیگ (کنونشن) کے سرگرم کارکن کی حیثیت سے پھر میدان میں آگئے اور انتخابی ادارہ کے سلسلے میں وہ اس حد تک کامیاب رہے کہ پورے ضلعے میں نوے فی صدی نشستیں حاصل کیں۔ حالانکہ ضلع شیخوپورہ اس وقت بعض وجوہ سے اپوزیشن کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ بلاشبہ اس کامیابی کے محرکات اور بھی تھے (اور دیانت دار مؤرخ کو ان سے انکار نہیں ہوگا) لیکن اس حقیقت کو جھٹلانا بھی کسی کے بس کی بات نہیں ہے ان محرکات کی تقویت، پیش نہاد اور پیش بردیں چودہری محمد اقبال کی دلآویز شخصیت نے بڑا کام کیا۔ ان کی جگہ ضلع مسلم لیگ کا پریذیڈنٹ اگر کوئی اور ہوتا تو غالباً اتنی کامیابی حاصل نہ کر سکتا۔ سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے اگرچہ ان کی پیشہ ورانہ مصروفیتوں پر اثر پڑا۔ لیکن خدمت کے دوسرے میدان بھی ان کی تگ و دو سے خالی نہیں رہے۔ ڈسٹرکٹ سنٹرل کوآپریٹو

---

[1] حالات تبدیل ہو جانے کی وجہ سے کوئی دو ماہ ہی جیل میں رہے۔ مصنف

بنک کی ڈائرکٹری بھی ان کے حصے میں آئی، اور اس میں بھی وہ بلا مقابلہ کامیاب رہے۔

۱۹۶۵ء کی ابتدا میں آپ نیشنل اسمبلی کے ممبر (بلامقابلہ) منتخب ہوئے۔ اور یہ شرف کسی دوسرے عوامی کارکن کے حصے میں نہیں آیا۔ گاؤں کی سطح سے لے کر قومی اسمبلی تک خدمت کا شرف ان کی شخصیت کی اہمیت کے لیے کافی ہے۔ اور ان کی یہ اہمیت بے مثال ہے۔ ان کے صاحبزادے جاوید اقبال ہمارے تعلیمی حلقوں کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہیں۔ انہوں نے ہر امتحان میں وظیفہ لیا۔ اور ایف۔ اے کے امتحان میں اول آئے۔ ان کی صاحبزادی انجم اقبال نے مڈل کا امتحان بڑی کامیابی سے پاس کیا اور ریجن لاہور کی طالبات میں اول آئیں۔

(۲)

چودھری مقبول احمد گھڑیال کلاں کی ایک اور اہم شخصیت ہیں۔ اور ضلع بھر میں اس لیے معروف ہیں کہ ان کی عمر کا بڑا حصہ اپنے ضلع میں ڈسٹرکٹ انجینئر کی حیثیت سے گزرا ہے۔ اس سے کچھ زیادہ اس لیے مشہور ہیں کہ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے سیاسیات میں سرگرمی سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ مقبول صاحب چودھری اقبال کے اعزہ میں سے ہیں۔ لیکن مثل مشہور ہے کہ بہت زیادہ قریب کی چیزیں بہت نمایاں طور پر نظر نہیں آتیں۔ اس لیے ایک دوسرے کے لیے جس گرمجوشی اور تپاک کی ضرورت ہے، وہ دونو طرف مفقود ہے۔ بایں ہمہ مقبول صاحب بہت دلچسپ، بامروت اور صاحب اخلاق انسان ہیں اور زندگی کے متعلق ان کا نظریہ رجائیت (OPTIMISM) ہے۔ جس کے دامن میں ہر قسم کے ہنگامے پرورش پاتے ہیں۔



چودھری فضل حسین





پیر سید عبدالجبار شاہ



ملک دل محمد



۱۸۔ لانبڑے

آبادی

یہ یونین کونسل صرف چھ بڑے بڑے آباد گاؤں پر مشتمل ہے۔ ان سب کی آبادی ہزار سے دو ہزار تک ہے۔ اس یونین کونسل میں تین حلقہ ہائے پٹوار ۱۔ ماڑی۔ ۲۔ لانبڑے اور ۳۔ پٹیالہ دوست محمد شامل ہیں۔ اور اس کی آبادی سنہ ۱۹۶۰ء کی مردم شماری کی رُو سے دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ابتدا میں اس کے کل بارہ ممبر تھے۔ جن میں آٹھ منتخب اور چار نامزد تھے۔ اب نامزدگیاں ختم ہونے پر نئے انتخابات میں صرف منتخب ممبر ہی کونسل کے رکن اور انتخابی ادارہ کے ممبر مقرر ہوئے ہیں۔ اس کی دہ وار آبادی کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:۔

۱۔ لانبڑے	دو ہزار	۲۰۰۰
۲۔ پٹیالہ دوست محمد	دو ہزار	۲۰۰۰
۳۔ چھے	ایک ہزار سات سو	۱۷۰۰
۴۔ ماڑی	ایک ہزار پانسو	۱۵۰۰
۵۔ نوہرہ	ایک ہزار دو سو پچاس	۱۲۵۰
۶۔ رستم پور	ایک ہزار	۱۰۰۰

زراعت

اس یونین کونسل میں مزروعہ رقبہ کی مقدار سولہ ہزار چار سو ایکڑ ہے۔ جس میں تیرہ ہزار سوا سات سو ایکڑ بارانی اور دو ہزار پونے سات سو ایکڑ فصل نہری ہے۔ اہم فصلیں گندم، چاول، چنا اور جو ہے۔ کونسل کی حد میں منڈی کوئی نہیں ہے۔ غالباً اجناس مریدکے منڈی جاتی ہیں۔ اگرچہ امکانات شدید قوی ہیں، لیکن اس کے باوجود زراعتی میدان نئے تجربوں کا متقاضی ہے یہ سب ڈویژن میں غالباً اکیلی یونین ہے۔ جہاں گوجر برادری نہ صرف آباد بلکہ اپنی قوت و وجاہت کی وجہ سے بہت مؤثر ہے اور اس کا حلقہ اثر سب ڈویژن سے باہر صوبے کی حدود کو چھوتا ہے۔

دیگر کوائف:۔ یونین کونسل کی حدود میں ایک ریسٹ ہاؤس پٹیالہ دوست محمد میں ہے۔ اور کوئی سرکاری دفتر یا



مرتب کتاب

ایجنسی نہیں ہے۔ تعلیمی مناسب قابل اطمینان ہے۔ دس ہزار کی آبادی کے لیے دو مڈل سکول اور سات پرائمری سکول ہیں غالباً لڑکیوں کے لیے کوئی مناسب انتظام تعلیم کا ابھی نہیں ہے۔ اور یہ کمی ایسی یونین کونسل میں جہاں صوبائی اسمبلی کی نمائندگی میں اب تک کوئی دوسرا شریک و سہیم نہیں، افسوسناک ہے۔ انسانوں کو طبی امداد مہیا کرنے کے لیے دو سول ڈسپنسریاں کونسل کی حدود میں واقع ہیں۔ مواشی کے علاج معالجے کے لیے ایک شفاخانہ بھی کام کر رہا ہے۔ ہیلتھ سنٹر کوئی نہیں۔ چھ اصلاحی کمیٹیاں، نین دیہی تعمیر و ترقی کی نگران کمیٹیاں، امداد باہمی کی ایک انجمن کام کر رہی ہے۔ سب کمیٹیوں کا خانہ بالکل خالی ہے نہ کوئی جائزہ کمیٹی، نہ مالیاتی، ثقافتی یا اطلاعاتی کمیٹی ہے۔ نہ کوئی یوتھ کلب یا لیڈیز سوشل سنٹر ہے۔

بجٹ

بہت سی تگ و دو کے بعد بھی اس یونین کونسل کے بجٹ کی کیفیت معلوم نہیں ہوسکی، کہ گزشتہ برسوں میں اس کی آمدنی اور اخراجات کا کیا حال رہا ہے۔ دفتر تحصیل کونسل نے سیکرٹری پر انحصار کیا اور سیکرٹری ادل بدل اور ہیر پھیر کی وجہ سے توجہ نہیں دے سکے۔

وسائل

اس یونین کونسل کی حدود میں نسبتاً زیادہ ٹیکس نافذ ہیں۔ چولھا ٹیکس (آٹھ آنہ فی چولھا) پیدائش ٹیکس (دو روپیہ فی لڑکا) شادی ٹیکس (پانچ روپیہ فی شادی) لاؤڈ سپیکر ٹیکس (دو روپیہ فی تقریب) تعمیر عمارت ٹیکس (پانچ روپیہ فی عمارت) فیس ذبیحہ بھیڑ بکری (آٹھ آنہ فی راس) ٹیکس بھیری (آٹھ آنہ فی یوم) اور قابل اطمینان بلکہ لائق مسرت بات یہ ہے کہ ٹیکس صرف کاغذات میں ہی درج نہیں ہے۔ بلکہ وصولی کا انتظام تمام یونین کونسلوں سے بہتر ہے۔ اعداد و شمار ملاحظہ فرمایئے :-

۱۹۶۰-۶۱ء	مطالبہ	تین ہزار	وصولی	دو ہزار آٹھ سو اٹھارہ
۱۹۶۱-۶۲ء	"	تیرہ ہزار دو سو پچاس	"	اکیس ہزار سات سو اسّی
۱۹۶۲-۶۳ء	"	بارہ ہزار دو سو پچاس	"	چار ہزار سات سو پندرہ
۱۹۶۳-۶۴ء	"	سات ہزار نو سو پچاس	"	بارہ ہزار سات سو چھیاسی
۱۹۶۴-۶۵ء	"	پانچ ہزار پانسو	"	تین ہزار سات سو ستر

اس طرح عوائد کی کل تعداد اکتالیس ہزار نو سو پچاس روپیہ ہوتی ہے۔ جس میں سے صرف چار ہزار چھ سو بارہ روپیہ بقایا ہے۔ سینتیس ہزار تین سو اڑتیس روپیہ وصول ہوچکا ہے۔ اگر سب ڈویژن میں کبھی ٹیکسوں کے نفاذ اور وصولی کا مقابلہ

ہوا تو یقیناً یہ یونین کونسل سرفہرست اور پہلے انعام کی مستحق ہوگی۔ اس وقت تک مقابلہ صرف تعمیری منصوبوں کی حد تک ہے حالانکہ بنیادی مسئلہ کسی کونسل کے وسائل و ذرائع کی آمدنی کا ہے۔ اور اس میدان میں مقابلے کی بنیاد پڑ جائے تو یقیناً ہر یونین کونسل مختصر سی مدت میں بیرونی امداد سے مستغنی ہو جائے۔

تعمیری منصوبے

اس یونین کونسل میں اب تک آٹھ تعمیری منصوبوں پر کام ہوا ہے۔ چونکہ کونسل کی آبادی نے ٹیکسوں کا زیادہ سے زیادہ بوجھ اُٹھایا ہے۔ اس لیے تعمیری منصوبوں کی تفصیلات میں اپنی مدد آپ کا خانہ قریب قریب خالی ہے اور ایک معمولی سا استثنا ہے۔ تفصیل یہ ہے :-

۱-	پرائمری سکول	رستم پور	چھ ہزار پچانوے روپیہ	کل رقم گرانٹ سے خرچ ہوئی۔
۲-	"	ماڑی	پانچ ہزار آٹھ سو چونتیس "	" " "
۳-	تعمیر سڑک	کوٹ یعقوب بیا ٹبیارہ	پانچ ہزار سات سو اسی "	" " "
۴-	دفتر یونین کونسل	لانبڑے	پانچ ہزار تین سو دو "	یونین فنڈ سے خرچ ہوا
۵-	تعمیر کنواں	"	دو سو پچاس	" " "
۶-	"	"	دو سو چونتیس	" " "
۷-	پرائمری سکول	جوہڑہ	چار ہزار پانسو	دو ہزار گرانٹ سے ہزار روپیہ یونین فنڈ سے، پندرہ سو روپیہ اپنی مدد آپ
۸-	پکی سڑک کی سولنگ	لانبڑے سے شاہرہ تک	پانچ ہزار روپیہ	یونین فنڈ سے خرچ ہوا۔

مصالحت و ثالثی

مصالحتی عدالتوں میں باوجود تنازعات پیش ہوئے۔ جن میں فوجداری نوعیت کا کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ سب کا فیصلہ فریقین کی رضامندی سے ہوا۔ ثالثی کونسلوں میں کم مقدمات آئے۔ وہ بھی پانچ تنازعے نان نفقہ کے تھے۔ طلاق یا نکاح ثانی کا کوئی قضیہ نہیں آیا۔ اور یہ امر اشارہ کرتا ہے کہ یونین کونسل کی حدود میں گھریلو زندگی کا معیار بہتر ہے۔

اہم شخصیتیں

ا۔ چیئرمین

اس یونین کونسل کے چیئرمین جناب فضل حسین نے اپنے حالات اس طرح قلمبند کیے ہیں جنہیں میں تنوع اور دلچسپی کے پیش نظر انہی کے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔

جناب وقار صاحب! السلام علیکم!

"اپنے حالات زندگی سے پیشتر مناسب ہوگا۔ اگر اپنے گاؤں اور اپنے خاندان کے متعلق کچھ تحریر کروں میرے گاؤں کا نام لابڑے ہے۔ اسے ہمارے بزرگوں نے اپنے پرانے گاؤں لابڑے (نزد ڈالہ موسٹے) کے نام پر آباد کیا۔ اس جگہ کیوں آئے۔ کیسے آئے۔ اس کی تفصیل ضلع شیخوپورہ کے گزٹیئر میں موجود ہے۔ بظاہر یہ نقل مکانی گھاس (چراگاہ) کی تلاش میں تھی۔

جب گاؤں کی حدبست مقرر ہوئی۔ اس وقت پٹواری نہیں امین تھے۔ ہمارا بزرگ چودھری نور ہمارے لیے ایک سواسّی مربعہ (چار ہزار پانسو ایکڑ) کی ایک ریاست چھوڑ گیا۔ میرے والد مرحوم چودھری سلطان احمد اس سب دو تین (بلکہ ضلع) کے سب سے بڑے زمیندار تھے۔ انہوں نے گرد و نواح کے زمینداروں کے ساتھ ہمیشہ برادرانہ تعلقات قائم رکھے اور شرافت کے ساتھ باعزت طور پر وقت بسر کیا۔ اپنے دوستوں کو ہمیشہ اپنے رشتہ داروں سے عزیز سمجھتے تھے۔ جس کے ساتھ سلام علیک ہوئی پھر اس کے ساتھ کبھی نہیں بگڑی۔ ہمارے والد کے ایک کوتاہ اندیش بھتیجے نے اراضی فروخت کرنا شروع کی تو دوستوں اور سجنوں کی مدد سے والد مرحوم نے کسی کو گاؤں میں نہ گھسنے دیا۔ چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ نے جب ڈیک نالہ پر پل کی تعمیر کے سلسلے میں آپ سے چندہ کی تحریک واپیل کی تو آپ نے بلا توقف میرے ہاتھ دس ہزار روپیہ بھجوا دیا۔ میرے بڑے بھائی خدا بخش دو مرتبہ بلامقابلہ ڈسٹرکٹ ممبر کے ممبر منتخب ہوئے۔ کچھ عرصہ سفید پوش رہے۔ میرے چھوٹے بھائی غلام حسین صاحب اس وقت سینئر سول جج ہیں۔ اس وقت انگلینڈ میں

بین الاقوامی قانون کا کورس کر رہے ہیں۔

منظور حسین میرا بھتیجا چودھری خدا بخش کا لڑکا ہے۔ شیخوپورہ میں وکالت کرتا ہے۔ پچھلی دفعہ چودھری عطاء اللہ بھنگو کے مقابلے میں ۷۰ ووٹ کی اکثریت سے ایم۔ پی۔ اے منتخب ہوا۔ اور پارلیمنٹری سیکرٹری بنا۔ منظور حسین کا چھوٹا بھائی مسلح افواج میں لفٹننٹ ہے۔ اس سے چھوٹا افضال حسین بی کام ہے اور نیشنل بنک میں زیر تربیت ہے۔

اب میرے متعلق سنئے!

نام فضل حسین۔ تاریخ پیدائش ۱۵ مارچ ۱۹۲۲ء۔ مارچ ۱۹۳۷ء میں میٹرک پاس کیا اور ۱۹۴۰ء میں انٹرمیڈیٹ کیا۔ ۱۹۴۱ء میں تعلیم چھوڑ دی۔ کیونکہ مقصد ملازمت نہیں تھا۔ مولانا ظفر علی کی تقریروں کی وجہ سے دل میں انگریزوں کے خلاف سخت نفرت پیدا ہو چکی تھی۔ یوں بھی اپنے خاندان میں میٹرک کرنے والا سب سے پہلا فرد میں تھا۔ میں نے ایک مربع اراضی کا انتظام سنبھالا اور چار پانچ سال تک یہی کچھ کرتا رہا۔ اور ہندو برہمن جو ہمارے آڑھت کے کاروبار میں شریک تھے۔ ان سے کام سیکھتا رہا۔ مگر انہوں نے اسرار و رموز تجارت بتانے میں بخل کیا۔ ۱۹۴۷ء میں والد صاحب نے ہم تینوں بھائیوں کو بندرہ بندرہ مربعہ اراضی تقسیم کر دی۔ لیکن اس کے بعد ہی میں الزام قتل میں ماخوذ ہو کر جیل چلا گیا۔ ۱۹۴۷ء کا سال مہاجروں کی طرح ہمارے حق میں بھی کٹھن ثابت ہوا۔ آخر باعزت بری ہوا اور چاول کا کارخانہ قائم کیا۔ ۱۹۵۷ء میں پبلک زندگی میں داخل ہوا اور مریدکے مارکیٹ کمیٹی کا بلامقابلہ چیئرمین مقرر ہوا۔ اس کی آمدنی کو بڑھایا۔ ۱۹۵۸ء میں یہ کمیٹیاں مارشل لاء کی وجہ سے ختم ہو گئیں۔

بنیادی جمہوریتوں کے ابتدائی انتخاب میں بلامقابلہ منتخب ہوا۔ یہ میرے پورے خاندان کی طرف سے میری عزت افزائی اور میری اہلیت کے اعتراف کا ثبوت تھا۔ ۱۹۶۰ء میں کثرت آراء سے چیئرمین یونین کونسل منتخب ہوا۔ اور اسی سال حج بیت اللہ سے مشرف ہوا۔ اور روضہ اقدس تاجدار نبوت صلعم پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ مجھے ڈسٹرکٹ کونسل کا ممبر بھی نامزد کر دیا گیا ہے۔ یکم جون ۱۹۶۰ء کو حلف اٹھایا۔

بطور چیئرمین یونین کونسل بے شمار مقدمات کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ اکثر راضی نامے کرائے ہیں۔ میری یونین کونسل نے تین پرائمری سکول، دو سڑکیں، ایک دفتر، دو کنوئیں تعمیر کیے ہیں۔ اس وقت دو زنانہ سکول اور پلیاں زیر تعمیر ہیں۔ بطور ممبر ڈسٹرکٹ کونسل نارنگ مریدکے سڑک کا منصوبہ پیش کر کے پاس کرایا۔ یہ پختہ سڑک اب زیر تعمیر ہے۔ اپنی تحصیل (سب ڈویژن) کے لیے سکولوں، ہسپتالوں اور سڑکوں کا کوٹہ پورا حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ جد و جہد کرتا رہا ہوں۔ نئے انتخاب میں بندہ بلا مقابلہ الیکٹورل کالج میں منتخب ہوا۔ ممبر جرگہ اور ممبر مارکیٹ کمیٹی مریدکے نامزد ہو چکا ہوں۔

ذاتی وصف

سکول میں پڑھتے وقت میرا جسم[1] ہلکا اور پھرتیلا تھا۔ جماعت دہم میں سارے سکول میں ہائی جمپ میں اوّل رہا۔ ہاکی وفٹ بال کا کھلاڑی تھا۔ کالج میں گتکا اور کشتی میں حصہ لیا۔ ویٹ لفٹنگ میں نے گاؤں میں آکر شروع کی تھی۔ کسی نامور ویٹ لفٹر سے مقابلہ نہیں کیا۔ مگر ایسا کبھی نہیں دیکھا جو مجھ سے زیادہ وزن اٹھاتا ہو۔ ادبی سرگرمیوں میں حصہ نہ لے سکا۔ کالج کے زمانے میں ٹیری ٹوریل گروپ کا سیکرٹری تھا۔ جب چیئرمین مارکیٹ کمیٹی تھا نواب ممدوٹ صاحب بحیثیت وزیر اعلیٰ منڈی مریدکے تشریف لائے۔ میں نے اپنی قلم سے سپاسنامہ لکھ کر پیش کیا۔ انہوں نے بہت پسند کیا اور پیش کرنے کی اجازت دے دی۔ اردو پنجابی میں نظم بھی لکھ سکتا ہوں۔ آزما کر دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کی دھمکی سے ڈر کر میں نے سب حالات لکھ دئیے ہیں کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی۔

سلطان محمود غزنوی نے فردوسی کو شاہنامہ لکھنے کی فرمائش کی اور ہر شعر کے عوض اسے ایک اشرفی دینے کا وعدہ کیا، لیکن بعد میں مکر گیا۔ بے چارے فردوسی کا دل ٹوٹ گیا۔ آپ کا دل نہیں ٹوٹے گا کیونکہ آپ کسی لالچ کے تحت تو کتاب مرتب نہیں کر رہے۔ ٹھیک ہے نا! وقار صاحب!

آپ کا ناچیز ساتھی
ممبر تحصیل کونسل فضل حسین

---

[1] آج کل انہیں نام فضل حسین کی رعایت سے فضلو جی کہا جاتا ہے۔ اور تحصیل کونسل کے تمام ممبروں میں جسمانی وجاہت کی وجہ سے نمایاں ہیں۔

۲۔ چودھری منظور حسین (ایم۔ پی۔ اے) ممبر تحصیل کونسل فیروزوالہ

اپریل ۱۹۳۰ء میں اپنے آبائی گاؤں موضع لانبڑے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔ ملن اسلامیہ ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ ایف سی کالج سے گریجویٹ ہوئے اور ایل۔ ایل کی ڈگری لاء کالج لاہور سے سیکنڈ ڈویژن میں حاصل کی۔ ۱۹۵۳ء میں شیخوپورہ میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۵۵ء میں ہائی کورٹ کے ایڈووکیٹ بنے۔ وکالت کے ساتھ ساتھ سماجی، سیاسی اور معاشی معاملات میں حصہ لیتے رہے۔ نالہ ڈیک پل کی تعمیر کے سلسلے میں ڈسٹرکٹ بورڈ کو دس ہزار روپیہ چندہ دیا۔ اور انتہائی کوشش سے مریدکے نارنگ سڑک منظور کرائی۔ جو جلد ہی پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گی۔ مریدکے میں [illegible] سکول کو ہائی بنوانے کے سلسلے میں بھی کچھ اپنی گرہ سے کچھ لوگوں سے اکٹھا کر کے [illegible] دیا۔ ۱۹۵۵ء میں صوبائی حکومت نے میونسپل کمیٹی شیخوپورہ کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا۔ اس عہدے پر [illegible] کر دکھایا۔ مارشل لاء کے نفاذ پر دوبارہ وکالت شروع کی۔ [illegible] کے نظام کے نفاذ کے بعد تحصیل کونسل [illegible] ۱۹۶۲ء میں مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کے ممبر چنے گئے [illegible] حکومت کو اپنا منصب قرار دیا۔ مسلم لیگ کی تنظیم کی۔ صدارتی انتخاب کے سلسلے میں [illegible] روپیہ [illegible] میں [illegible] انتخابات میں دوبارہ اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ تحصیل کونسل کے [illegible] دلچسپی لیتے ہیں۔ انتخاب میں سرگرمیاں سے واقف اور انتخاب جیتنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔

---

[a] ان دونوں باتوں کا ذکر چیئرمین صاحب بھی اپنے حالات میں کر چکے ہیں۔ یہاں تقدم کو نظر انداز کیجئے۔ مرتب

۱۹۔ لبان والہ

آبادی

یہ یونین کونسل ۲۲ دیہات پر مشتمل ہے۔ اس کی آبادی چھ ہزار بیالیس ہے۔ اس کے آٹھ ممبر منتخب اور چار نامزد کل بارہ ممبر ہیں۔ آبادی کی موضع وار تفصیل یہ ہے :-

۱۔	لبان والہ	۱۰۴۳	ایک ہزار تینتالیس
۲۔	فتح ریحان	۸۰۱	آٹھ سو ایک
۳۔	یحییٰ نگر کلاں	۴۳۵	چار سو پینتیس
۴۔	یحییٰ نگر خورد	۲۲۱	دو سو اکیس
۵۔	رکھ وھنویہ	۱۶۴	ایک سو چونسٹھ
۶۔	لنڈے پور	۳۵۷	تین سو ستاون
۷۔	مستا سنگھ		(بے آباد)
۸۔	محمد پور	۲۶۹	دو سو انہتر
۹۔	گرڈانگ والہ	۳۰۹	تین سو نو
۱۰۔	جمال پور	۲۱۸	دو سو اٹھارہ
۱۱۔	غازی کگہ	۵۹۲	پانسو بانوے
۱۲۔	تلواڑہ پار	۲۸۷	دو سو ستاسی
۱۳۔	اعوان پار	۵۳۹	پانسو انتالیس
۱۴۔	رکھ وسوال	۶۱	اکسٹھ

۱۵۔	بھینی پار	۲۶۵	دو سو پینسٹھ
۱۶۔	گوجر پور	×	بے چراغ
۱۷۔	گگو ڈوگر	×	بے چراغ
۱۸۔	جھنگی سیتجاں	×	دریا بُرد
۱۹۔	ڈہانہ بھگی	×	″
۲۰۔	طوطی	×	″
۲۱۔	ہلاس	×	″
۲۲۔	مرل پار	۳۵۱	تین سو اکاون
۲۳۔	رنگڑھ	۱۵۰	ایک سو پچاس

مزروعہ رقبہ

(مزروعہ رقبہ کے اعداد و شمار موصول نہیں ہوئے)۔ چاول۔ گندم۔ مکئی اہم فصلیں ہیں۔ آس پاس کوئی منڈی نہیں ہے۔ پوری یونین کونسل کے حلقے میں کوئی پکی سڑک نہیں۔ آمدورفت کا ذریعہ صرف نشاہدرہ نارووال لائن ہے۔

تعلیم

پوری یونین کونسل میں کوئی ہائی سکول یا مڈل سکول نہیں ہے لڑکوں کے لیے سات پرائمری سکول ہیں اور لڑکیوں کا صرف ایک ہی پرائمری سکول ہے۔

طبّی امداد

یونین کونسل کی حدود میں کوئی ہسپتال، کوئی ہیلتھ سنٹر یا کوئی ڈسپنسری ایسی نہیں جہاں سے انسان طبی امداد حاصل کر سکیں۔ البتہ لبان والہ میں ایک وٹرنری سنٹر حیوانات کی دیکھ بھال کے لیے ہے۔

سب کمیٹیاں

یونین کونسل میں پندرہ دیہات میں اصلاحی کمیٹیاں قائم ہیں۔ ورکس پروگرام پراجیکٹ کمیٹیوں کی تعداد چار ہے۔ ایک

مالیاتی سب کمیٹی ہے اور چھ ہزار سے اوپر آبادی کے لیے صرف ایک کوآپریٹو سوسائٹی ہے جو ناکافی ہے۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ گزشتہ برسوں میں حسبِ ذیل رہا ہے۔

۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی	دو ہزار پانسو روپیہ	خرچ کے اعداد و شمار نہیں مل سکے
۶۲-۱۹۶۱ء	"	سات ہزار پینتالیس روپیہ	
۶۳-۱۹۶۲ء	"	سات ہزار پانسو روپیہ	
۶۴-۱۹۶۳ء	"	سات ہزار پانسو بہتر روپیہ	

ٹیکس

اس کونسل کی حدود میں حرفت ٹیکس، شادی ٹیکس، تفریحی ٹیکس، لاؤڈ سپیکر ٹیکس، پیدائش ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، بکری ٹیکس نافذ ہیں۔ نہ صرف ٹیکسوں کے نفاذ کے معاملے میں یہ یونین کونسل سب ڈویژن کی تمام یونین کونسلوں میں بہت نمایاں ہے۔ بلکہ ٹیکسوں کی وصولی کے بارے میں بھی پورے سب ڈویژن کے لیے مثال اور قابلِ رشک ہے۔ ٹیکسوں کے نفاذ اور وصولی کے اعداد و شمار یہ ہیں۔

۶۱-۱۹۶۰ء	اس سال ٹیکس نافذ کیے گیے		
۶۲-۱۹۶۱ء	عائد شدہ رقم	سات ہزار پینتالیس	وصولی ایک ہزار سات سو چھہتر
۶۳-۱۹۶۲ء	" "	سات ہزار پانسو	" پانچ ہزار تین سو بائیس
۶۴-۱۹۶۳ء	" "	سات ہزار پانسو بہتر	" تین ہزار روپیہ

تعمیری کام

اس کونسل نے اب تک سات تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:۔

۱۔ کچی سڑک لبان والہ سے پل مائنر لاگت ۵۰۰ روپیہ اپنی مدد آپ ۵۰ روپیہ

۲۔ پختہ نالیاں لبان والہ، فتح ریحان " دوسو " " دوسو "

۳۔ حفاظتی بند یحییٰ نگر کلاں لاگت سات سو روپیہ اپنی مدد آپ سات سو روپیہ

۴۔ " " خود " چھ سو " " چھ سو "

۵۔ " تلواڑہ پار " سات سو " " سات " "

۶۔ کچی سڑک فتح ریحان سے ریل تک " دو ہزار سات سو " یونین فنڈ سے خرچ کی گئی

۷۔ " لبان والہ سے " " " پانچ ہزار " ضلع کونسل کی گرانٹ

مصالحتی و ثالثی کارروائی

اس یونین کونسل نے گزشتہ برسوں میں بارہ مقدمے مصالحتی عدالتوں کے ذریعے نبٹائے۔ ان میں تین مقدمے دیوانی نوعیت کے تھے اور نو مقدمات معمولی فوجداری نوعیت کے۔ عائلی قوانین کے ماتحت ثالثی کونسل نے پانچ جھگڑوں کا فیصلہ کیا۔ نکاح ثانی کی تین درخواستیں وصول کیں۔

اہم شخصیتیں

چیئرمین

ملک برکت علی صاحب ڈوگر بی۔ اے ۲۴ ستمبر ۱۹۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سنٹرل ماڈل سکول لاہور میں حاصل کی۔ اور اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ اے (آنرز) کیا۔ سپورٹس کا بھی شوق تھا۔ پبلک لائف میں ۱۹۳۹ء میں داخل ہوئے۔ دیہی زندگی سے دلچسپی کے باعث اس وقت کے پنچایت سسٹم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور اس میں عملاً حصہ لیا۔ تھوڑی سی مدت میں آپ پنچایت کی صوبائی فیڈریشن کے کونسلر اپنے ضلع کی طرف سے مقرر ہوئے اور پھر اس کے وائس پریزیڈنٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ ضلع میں ۱۹۵۸ء کے انقلاب سے پہلے جو ترقیاتی کمیٹی ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ کمیٹی کے نام سے قائم کی تھی۔ اس کے ممبر رہے اور مرتب کتاب ہٰذا کو اس زمانے میں بطور ممبر کمیٹی مذکور ان کی ہم نشینی کا شرف حاصل رہا۔ اب آپ تحصیل مسلم لیگ کے وائس پریزیڈنٹ، تحصیل کونسل کے ممبر اور ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر ہیں اور لبان والہ یونین کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے آپ کی کارکردگی قابلِ اطمینان ہے۔ زمینداری مشاغل سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔

۲۰۔ ماناں والہ

آبادی

یہ یونین کونسل سولہ دیہات اور کوئی بارہ ہزار آبادی (۱۱۶۴۸ بمطابق مردم شماری ۱۹۶۰ء) پر مشتمل ہے۔ اس کا صدر مقام موضع ماناں والہ ہے۔ جو حلقہ پٹوار ہردو شہل ہندہ میں نارنگ کے قریب واقع ہے۔ ابتدا میں اس کے لیے سولہ ارکان مقرر ہوئے تھے جن میں گیارہ منتخب اور پانچ نامزد تھے۔ نئے انتخابات میں نامزدگیاں ختم ہونے کی وجہ سے صرف منتخب ممبر ہی رکن بن سکتے ہیں۔ موضع وار آبادی کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔	بھونڈی	آٹھ سو سینتالیس	۸۴۷
۲۔	چک ٹھرانچ	تین سو چھپن	۳۵۶
۳۔	گھمبی درک	ایک ہزار اکیس	۱۰۲۱
۴۔	جھنڈیر	تین سو تیرہ	۳۱۳
۵۔	کوٹلی درک	سات سو چوالیس	۷۴۴
۶۔	بوڑے ردھی	نو سو اڑتالیس	۹۴۸
۷۔	نارنگ (دیہی)	ایک ہزار آٹھ سو تہتر	۱۸۷۳
۸۔	سرائے	تین سو اکتالیس	۳۴۱
۹۔	کھیڑہ	دو سو پچاسی	۲۸۵
۱۰۔	مغل والا	چار سو چورانوے	۴۹۴
۱۱۔	ہردو شہل ہندہ	ایک ہزار ایک سو پچھتر	۱۱۷۵
۱۲۔	ہردو سیہول مسلماناں	ایک ہزار ایک سو پینسٹھ	۱۱۶۵

۱۳۔	کوٹلی سیہول	تین سو ستانوے	۳۹۷
۱۴۔	ماناں والہ	ایک ہزار ایک سو تینتالیس	۱۱۴۳
۱۵۔	قلعہ ہرنام سنگھ	چھ سو چھیاسی	۶۸۶

سولھویں گاؤں کا نام اور آبادی معلوم نہیں ہو سکی۔ اس یونین کونسل کا دامن سرکاری دفاتر اور ایجنسیوں سے بالکل خالی ہے۔ اس کے زرعی اعداد و شمار بھی مہیا نہیں ہو سکے کہ مزروعہ رقبہ کتنا ہے۔ البتہ اہم فصلیں چاول، گندم اور کماد ہیں، جو نارنگ منڈی کی رونق کا باعث ہیں۔ بارہ ہزار کی آبادی کے لیے ایک مڈل سکول بھی نہیں ہے۔ البتہ لڑکوں کے نو پرائمری سکول اور لڑکیوں کے دو پرائمری سکول ہیں۔ پوری کونسل کی حدود میں کوئی ہسپتال یا ہیلتھ سنٹر نہیں ہے البتہ حیوانات کے لیے صرف ایک فرسٹ ایڈ سنٹر بھونڈی میں ہے۔ تیرہ اصلاحی کمیٹیوں اور تین پراجیکٹس کمیٹیوں کے علاوہ نہ کوئی انجمن امداد باہمی کا ادارہ پوری یونین کونسل میں ہے نہ کوئی جائزہ کمیٹی، مالیاتی کمیٹی، ثقافتی کمیٹی یا اطلاعاتی کمیٹی ہے۔ یوتھ کلب بھی کوئی نہیں اور لیڈیز سوشل سنٹر بھی نہیں۔

بجٹ

جہاں تک اس یونین کونسل کے بجٹ کا تعلق ہے۔ صرف چند برسوں کے آمدنی کے اعداد و شمار فراہم ہو سکے ہیں جو یہ ہیں:-

سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی	دو ہزار نو سو چار	خرچ دو ہزار چار سو پچپن
سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء	"	چھ ہزار سات سو نو	" ×
سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء	"	چھ ہزار پانسو چونتیس	" ×
سنہ ۶۴-۱۹۶۳ء	"	سات ہزار ایک سو ستاون	" ×

وسائل

اس یونین کونسل کے وسائل کا بھی معاملہ کچھ پُر اسرار سا ہے۔ اس کی حدود میں پیدائش، شادی، تفریح اور ... ٹیکس نافذ ہے۔ اس کے علاوہ محاصل (یعنی فصلی خرید و فروخت کا ٹیکس) اور فیس ذبیحہ بھی ہے لیکن گزشتہ پانچ برسوں میں محاصل کی رقم کل پانچ ہزار چالیس ...

ہُوا ہے اور تین ہزار بائیس روپے بقایا ہیں۔ بارہ ہزار کی آبادی میں اگر دو ہزار چولہے بھی ہوں تو چولہا ٹیکس ہی ایک روپیہ سالانہ کے حساب سے پانچ برس میں دس ہزار روپے بنتا ہے۔ دوسرے ٹیکس علیحدہ رہے۔

تعمیری سرگرمیاں

اس یونین کونسل کی تعمیری سرگرمیاں نسبتاً اور مقابلتاً دیگر امور سے بہتر ہیں۔ اس وقت تک نو منصوبوں پر کام ہُوا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے

۱۔	کچی سڑک	بھونڈری تا کوٹلی ورک	لاگت دو ہزار	اپنی مدد آپ دو ہزار	یونین فنڈ تین سو	گرانٹ پانچ ہزار
۲۔	مرمت مسجد	″ ″	″ ایک ہزار پانسو	″ ″ ایک ہزار پانسو	″ ×	″ ×
۳۔	کچی سڑک	مانانوالہ تا تارگ	″ ایک ہزار	″ ″ ایک ہزار	″ ×	″ دو ہزار
۴۔	مرمت مسجد	قلعہ ہرنام سنگھ	″ پانسو روپیہ	″ ″ ×	″ ×	″ ×
۵۔	پرائمری سکول	بوڑے روکھی	″ دو ہزار	″ ″ ×	″ ×	″ دو ہزار
۶۔	کچی سڑک	مانانوالہ تا تارگ	″ دو ہزار	″ ″ ×	″ ×	″ دو ہزار
۷۔	″	بھونڈری تا تارگ	″ پانچ ہزار	″ ″ ×	″ ×	″ پانچ ہزار
۸۔	نالی پختہ	بھونڈری	″ پانچ سو	″ ″ پانچ سو	″ ×	″ ×

یہ اعداد و شمار خاص طور پر ۱، ۳ اور ۴ کے اندراجات یونین کونسل کے سیکرٹری صاحب کی اہلیت و قابلیت کی روشن دلیل ہیں۔ اس قابلیت اور اہلیت پر چیئرمین صاحب کا اعتماد اور تحصیل کونسل کے عملہ دفتر کا اعتبار سونے پر سہاگہ ہے۔

مصالحت و ثالثی

اس یونین کونسل میں گذشتہ پانچ برسوں میں بارہ مقدمات زیر سماعت آئے جن میں آٹھ دیوانی نوعیت کے اور چار معمولی فوجداری تنازعات تھے۔ مصالحتی عدالتوں نے چیئرمین صاحب کی رہنمائی و ہدایت سے ان کا فیصلہ اکثر و بیشتر فریقین کی باہمی رضامندی سے کیا۔ ثالثی کونسلوں میں درج شدہ مقدمات کی تعداد چھ ہے۔ لیکن دوسری

شادی کی دو درخواستوں کی تعداد میں دکھائی گئی ہے۔ ممکن ہے ان کو مقدمات کی ذیل سے خارج اور علیحدہ سمجھا گیا ہو۔ نان و نفقہ کے تین تنازعات زیر سماعت آئے۔ بہرحال اعداد و شمار کا یہ ہیر پھیر مرتب کی سمجھ میں نہیں آیا۔ تحصیل کونسل کے عملے کی توجہ بھی دلائی گئی لیکن اعداد و شمار کی تصحیح نہیں ہو سکی۔

اہم شخصیتیں

چیئرمین

چودھری محمد علی صاحب، بلند قامت، دوہرے بدن کے جیتے جاگتے بزرگ ہیں۔ چالیس کی حد سے گزر چکے ہیں لیکن ابھی پچاس کے پیٹے میں نہیں آئے۔ صحت بہت عمدہ بلکہ قابل رشک ہے۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم موضع گھگھلی ورک میں حاصل کی۔ سیکنڈری ایجوکیشن کے بعد آرمی میں لفٹننٹ بھرتی ہوئے۔ اور کاکول اکیڈیمی میں تربیت حاصل کی۔ آج کل زمینداری کرتے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں شادی ہوئی۔ بڑا صاحبزادہ یونیورسٹی کی ایم اے کلاس میں ہے۔ طبعاً چونکہ کم گو اور کم آمیز ہیں اس لیے تفصیلی حالات لکھنے یا بتانے میں قدرتاً جھجک سی محسوس کرتے ہیں۔ تحصیل کونسل کے کاموں میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ معاش کی طرف سے آسودہ ہیں۔ پندرہ سولہ مربعہ اراضی کے مالک ہیں۔ خوش خلق اور مہمان نواز ہیں۔ خودداری کو عزیز رکھتے ہیں۔ رفاہی کاموں میں آگے رہنے کا شوق ہے۔ بہت دلچسپ شخصیت کے مالک ہیں۔

۱۲۔ مبارک پور

آبادی

یہ یونین کونسل تحصیل ہیڈکوارٹر سے بہت قریب اور چراغ تلے اندھیرا کی مصداق ہے۔ بہت کوشش کے بعد اس کے بہت کم حالات معلوم ہو سکے ہیں۔ یہ کونسل سولہ دیہات اور ۱۹۶۰ء کی مردم شماری کی رُو سے پانچ ہزار نوسو افراد پر مشتمل ہے۔ پہلے دور میں اس کے لیے بارہ ارکان کا کوٹہ مقرر ہوا تھا۔ اس میں آٹھ منتخب اور چار نامزد تھے۔ اس کا صدر مقام دھروڑ مسلم میں ہے۔ ریلوے سٹیشن اور ڈاک خانہ سری رام پورہ ہے۔ حلقہ پٹوار مبارک پور ہے۔ اسی نام سے کونسل معروف ہے۔ اس کی دہ وار آبادی کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ دھروڑ مسلم	نوسو	۹۰۰
۲۔ چک ۴۹	چارسو	۴۰۰
۳۔ موضع چھاؤنی	چارسو پچاس	۴۵۰
۴۔ چک ۴۷	دوسو پچاس	۲۵۰
۵ چک ۴۸	پانسو	۵۰۰
۶۔ دھروڑ ہندو	سات سو	۷۰۰
۷ ٹھنگ	دوسو پچاس	۲۵۰
۸۔ نت	تین سو	۳۰۰
۹۔ سری رام پورہ	ایک سو پچاس	۱۵۰
۱۰۔ مبارک پور خورد	دوسو	۲۰۰
۱۱۔ مبارک پور کلاں	پانسو	۵۰۰

۱۲۔ میکیر والی	تین سو	۳۰۰
۱۳۔ گوٹل	چھ سو	۶۰۰
۱۴۔ جھگیاں	ڈیڑھ سو	۱۵۰
۱۵۔ یار پورہ	″	۱۵۰
۱۶۔ ڈھپ سڑی	ایک سو	۱۰۰

دیگر کوائف

اس یونین کونسل کے مزروعہ رقبہ کے اعداد و شمار فراہم نہیں ہوئے۔ زراعت میں لوگوں کو خاصہ شغف ہے۔ اہم فصلیں چاول اور گندم ہیں۔ قریبی منڈی شاہدرہ ہے۔ تعلیمی حالت خاصی ہے، لیکن صرف ابتدائی تعلیم کا انتظام ہے۔ سات پرائمری سکول لڑکوں کے لیے اور دو لڑکیوں کے لیے ہیں۔ ہسپتال یا ہیلتھ سنٹر کوئی نہیں۔ مواشی کے علاج کے لیے البتہ ایک ڈسپنسری سری رام پورہ میں ہے۔ اصلاحی کمیٹیاں چودہ ہیں، پراجیکٹس کمیٹیاں چھ اور ایک انجمن امداد باہمی کی بھی کام کر رہی ہے۔ سب کمیٹیوں کا خانہ خالی ہے۔

بجٹ

صرف تین سال کے بجٹوں کے اعداد و شمار موصول ہوئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی دو ہزار پانسو روپیہ	خرچ	ایک ہزار آٹھ سو پینتیس روپیہ
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	آمدنی ایک ہزار	″	آٹھ ہزار چھ سو پینتیس
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	″ نو ہزار ایک سو پچانوے	″	آٹھ ہزار چار سو دس

وسائل

ٹیکسوں میں ڈسٹرکٹ ٹیکس، چولہا ٹیکس، شادی ٹیکس، فیس ذبیحہ نافذ ہیں۔ لیکن عوائد و وصولی کا حال اطمینان بخش نہیں ہے۔ سال ۱۹۶۱-۶۲ء میں بارہ سو روپے مطالبہ کے مقابلے میں صرف دو سو کی وصولی ہوئی۔ سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء میں بارہ سو کا مطالبہ تھا۔ وصولی کا خانہ خالی ہے۔ اس کے بعد کے اعداد و شمار نہیں ملے۔

تعمیری سرگرمیاں

اس یونین کونسل نے بعض منصوبوں پر کام کیا ہے۔ لیکن تفصیلات تین چار مہینہ کی مسلسل کوشش اور یاد دہانیوں کے باوجود وصول نہیں ہوئیں۔ نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کونسل کی مصالحتی عدالتوں اور ثالثی کونسلوں نے گذشتہ پانچ برسوں میں کیا کچھ کیا ہے۔

اہم شخصیتیں

چیئرمین

چودھری محمد اختر صاحب ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں اور مڈل تک تعلیم مریدکے میں حاصل کی۔ جالوں کے چیمہ قبیلہ سے ہیں۔ پہلے دور میں بنیادی جمہوریت کے ممبر منتخب ہوئے اور بالاتفاق آزاد کونسل کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ سری رام پورہ ریلوے سٹیشن اور موضع تلہوڑ مسلماناں کے درمیان رورل ورکس پروگرام کے ماتحت پُل تعمیر کرایا، اور ایک وٹرنری ڈسپنسری قائم کرائی۔ مختلف دیہات میں پختہ نالیاں تعمیر کرائیں۔ سرگرم اور جوشیلے نوجوان ہیں۔ کام کا شوق رکھتے ہیں۔

۲۲۔ مڑھ بھنگواں

یہ یونین کونسل سب ڈویژن کے جنوب مغربی اور سب تحصیل شرقپور کے انتہائی شمالی حصے میں ہے۔ اس کی عجیب و غریب خصوصیت یہ ہے کہ علاقہ سب تحصیل، تحصیل اور ضلع سے کسی آسان راستہ سے ملحق نہیں[1]۔ لیکن قدرت اپنی عطا و بخشش اور فیضان و احسان کے لیے انسان کے بنائے ہوئے راستوں کی محتاج کب رہی ہے۔ اُس نے اس الگ تھلگ گوشے میں چودھری سجن خاں کے گھر میں ایک ایسا سپوت پیدا کیا جو بیسویں صدی کے دوسرے ربع میں پیش روی، نمائندگی اور رہنمائی کے میدان میں اس سب ڈویژن کے تمام آدمیوں سے آگے نکل گیا اور قیام پاکستان تک اس سلسلے میں اس کے سامنے کسی کا چراغ نہ جلا۔ ان صاحب کا نام نامی چودھری روشن دین بھنگو تھا۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مڑھ بھنگواں کونسل کے علاقے میں ۶ گاؤں شامل ہیں۔ اور آبادی ساڑھے دس ہزار سے اوپر ہے۔ سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کی رو سے دیہات وار آبادی یوں ہے۔

۱۔ مڑھ بھنگواں	۱۰۰۰	ایک ہزار
۲۔ کشن پورہ	۲۷۲	دو سو بہتر
۳۔ لول پورہ	۱۲۹	ایک سو انتیس
۴۔ چک ۲۱	۳۸۶	تین سو چھیاسی
۵۔ ادھالیہ	۱۷۰	ایک سو ستر
۶۔ کوٹھ	۲۱۴	دو سو چودہ

[1] غالباً اس لیے ضلعی سطح کا کوئی افسر آج تک اس گاؤں نہیں پہنچا۔ اس کی پوری تاریخ میں صرف ایک استثناء ہے۔ کہ آغا شیر افضل کمشنر لاہور ڈویژن سنہ ۶۳ء میں یہاں پہنچے۔ کیونکہ اس مرد کہستانی کو دشوار گزار راہوں کو طے کرنا آتا تھا۔

۷-	لدھر	۳۷۵	تین سو پچھتر
۸-	چک ۲۲/ر	۴۶۸	چار سو اڑسٹھ
۹-	بھکی پور	۵۰	پچاس
۱۰-	چک ۲۰/ٹ	۴۰	چالیس
۱۱-	چک سیرا سنگھ	۳۵	پینتیس
۱۲-	دھنیسر باغ	۳۶۵	تین سو پینسٹھ
۱۳	ناظر لبانہ	۱۰۵۱	ایک ہزار اکاون
۱۴-	چک ۱۱/ر	۲۲۰	دو سو بیس
۱۵-	مہوں گوجر	۳۵۵	تین سو پچپن
۱۶	چک شاہ دولہ	۱۱۱	ایک سو گیارہ
۱۷-	چک ۱۲/ر	۳۶۶	تین سو چھیاسٹھ
۱۸-	چک ۱۳/ر	۴۱۹	چار سو انیس
۱۹-	چک ۱۹/ر	۲۱۰	دو سو دس
۲۰-	کھیڑہ	۳۱۸	تین سو اٹھارہ
۲۱-	چک ۱۸/ر	۱۶۳	ایک سو ترسیٹھ
۲۲-	جھنڈا	۲۲۶	دو سو چھبیس
۲۳-	روہڑا	۴۱۴	چار سو چودہ
۲۴-	چک ۱۴/ر	۱۳۰	ایک سو تیس
۲۵-	چک ۱۵/ر	۱۰۲	ایک سو دو
۲۶-	چک ۱۶/ر	۱۴۰	ایک سو چالیس
۲۷	پیارا	۲۵۵	دو سو پچپن

۲۸-	مہادیوی	۱۴۵	ایک سو پینتالیس
۲۹-	بیرڑی والا	۲۶۰	دو سو ساٹھ
۳۰-	دنیال والا	۲۷۰	دو سو ستر
۳۱-	بھلیانوالی	۱۴۵	ایک سو پینتالیس
۳۲-	حاکم والا	۲۲۳	دو سو تیئیس
۳۳-	چک ۲۳/ٹ		
۳۴-	کھیانوالی	۳۰۵	تین سو پانچ
۳۵-	چک ۱۷/ٹ	۲۷۸	دو سو اٹھہتر

اس کونسل کے لیے ابتدا میں پندرہ ممبر مقرر ہوئے تھے، جس میں گیارہ منتخب تھے اور چار نامزد۔ اب ممبروں کی تعداد کم ہے۔ سنہ ۱۹۶۴ء میں دس ممبر منتخب ہوئے

پیداوار

اس یونین کونسل کا مزروعہ رقبہ (اعداد و شمار نہیں ہے)

اہم فصلیں گندم، چاول اور تمباکو ہیں۔ لیکن ان اجناس کے لیے آس پاس کوئی منڈی نہیں۔ دور کی منڈیوں تک پہنچنے کا راستہ نہیں۔ اس لیے قہر درویش بجان درویش والا معاملہ ہے۔

تعلیم

پوری یونین کونسل میں صرف ایک مڈل سکول ہے۔ چک ۱۷/ٹ اور ناظر لبانہ میں پرائمری سکول ہیں۔ لڑکیوں کے لیے کوئی سکول نہیں۔

حفظانِ صحت

دس ہزار کی آبادی کے لیے صرف ایک دیہاتی ڈسپنسری ہے۔ کوئی ہیلتھ سنٹر نہیں۔ البتہ مواشی کے لیے ایک ویٹرنری سنٹر مرکزی گاؤں میں موجود ہے۔

سب کمیٹیاں

یونین کونسل کے ارکان نے سب کمیٹیوں کے تکلف کی ضرورت نہیں سمجھی۔ صرف ایک گاؤں میں اصلاحی کمیٹی

ہے۔ اور ایک جائزہ کمیٹی۔ لیکن ماڈل ورکس پروگرام کے سلسلے میں یہ یونین کونسل جہاں تک سب کمیٹیوں کا تعلق ہے تمام کونسلوں سے آگے ہے۔ اس میں آٹھ پروجیکٹ کمیٹیاں ہیں۔

بجٹ

یونین کونسل کے بجٹ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۶۱-۱۹۶۰ء	آمدنی دو ہزار نو سو اڑتیس روپے	خرچ دو ہزار چھ سو اٹھہتر روپے
۶۲-۱۹۶۱ء	〃 دس ہزار پچیس روپے	〃 نو ہزار اٹھائیس روپے
۶۳-۱۹۶۲ء	〃 بارہ ہزار آٹھ سو دس روپے	〃 گیارہ ہزار چھ سو تنتیس روپے
۶۴-۱۹۶۳ء	〃 پندرہ ہزار چھ سو گیارہ روپے	〃 بارہ ہزار ایک سو تیئس روپے

وسائل و ذرائع

اس کونسل کی حدود میں چولہا ٹیکس، پیدائش ٹیکس، شادی ٹیکس نافذ ہیں۔ عوائد و وصولی کا نقشہ یہ ہے :-

۶۲-۱۹۶۱ء	عائد شدہ رقم چار ہزار روپے	وصول شدہ رقم ×
۶۳-۱۹۶۲ء	〃 چھ ہزار روپے	〃 دو سو تیس
۶۴-۱۹۶۳ء	〃 سات ہزار آٹھ سو	〃 دو سو ستائیس

تعمیری کام

یونین کونسل نے اب تک نو تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں اور اخراجات کل اپنی مدد آپ کے اصول پر خود ہی برداشت کیے ہیں۔ اس بارے میں یہ کونسل سب ڈویژن کی تمام کونسلوں کے لیے مثال ہے۔ منصوبوں کی تفصیل مع خرچ یہ ہے۔

۱۔ دفتر یونین کونسل	کل لاگت	۱۰۰۰ روپیہ	اپنی مدد آپ	۱۰۰۰ روپیہ
۲۔ عمارت ویٹرنری سنٹر	〃	۱۰۰۰	〃	۱۰۰۰ 〃

۳۔ کچی سڑک چک ۱۳ تا نہر	کل لاگت	۴۵۰ روپیہ	اپنی مدد آپ	۴۵۰ روپیہ
۴۔ کچی سڑک چک ۱۷ تا نہر	〃	۴۰۰ 〃	〃	۴۰۰ 〃
۵۔ پختہ نالیاں مڑھ	〃	۱۵۰۰ 〃	〃	۱۵۰۰ 〃
۶۔ 〃 ناظر لبانہ	〃	۱۴۱۰ 〃	〃	۱۴۱۰ 〃
۷۔ پرائمری سکول دھاڑیوالہ	〃	۱۰۵۰ 〃	〃	۱۰۵۰ 〃
۸۔ چاردیواری سکول چک ۱۷	〃	۲۱۹۰ 〃	〃	۲۱۹۰ 〃
۹۔ 〃 دھیاں والہ	〃	۲۰۰۰ 〃	〃	۲۰۰۰ 〃

مصالحتی عدالتیں ثالثی کونسلیں

کونسل کی مصالحتی عدالتوں نے ۶۳-۱۹۶۲ء میں انیس دیوانی نوعیت کے مقدمات کی سماعت کی اور اٹھارہ کا باہمی رضامندی سے فریقین میں تصفیہ کرا دیا۔ فوجداری نوعیت کا ایک مقدمہ درج ہوا، اور وہ زیر سماعت رہا۔ ۶۴-۱۹۶۳ء میں گیارہ دیوانی مقدمات کی سماعت کی، پانچ کا فیصلہ کیا۔ فوجداری مقدمہ ایک ہی آیا۔ وہی زیر سماعت رہا۔ عائلی قوانین کے ماتحت یونین کونسل کی ثالثی کونسل میں میاں بیوی کے تنازعہ کا ایک مقدمہ زیر سماعت رہا اور بخوبی ختم ہوا۔

اہم شخصیتیں

۱۔ چیئرمین

چودھری روشن دین صاحب مرحوم کے پوتے اور اُن کے بڑے بیٹے چودھری حاجی فقیر علی صاحب کے خلف اکبر ہیں، اور حق یہ ہے کہ خلف الرشید ہیں۔ زمیندار ہونے اور کافی زمینوں کے مالک ہونے کے باوجود تجارتی کاروبار کا رجحان رکھتے ہیں اور اپنے کاروبار میں کامیاب ہیں۔ خوش خلق، خوش اطوار اور خوش باش نوجوان ہیں اور صحیح تربیت پانے کی وجہ سے زندگی کی سیدھی راہوں پر قدم زن ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان راہوں میں نشیب و فراز لازمی ہے اور بااصول آدمی

کو مشکلات کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ بہر حال باہمت ہیں اور بڑھے چلے جا رہے ہیں تحصیل کونسل کے ممبر ہیں۔ ان کا نام چوہدری کرامت علی ہے۔

۲۔ الحاج چوہدری فقیر علی صاحب

چوہدری روشن دین مرحوم کے بڑے صاحبزادے اور بستر لا بیہ کی تصویر ہیں۔ مہمان نوازی ورثہ میں پائی ہے۔ سیاسی سوجھ بوجھ میں ضلع کے چند آدمی ہی ان کے ہم پایہ ہیں۔ مڑہ بھنگواں، کوٹ روشن دین اور کمالیہ میں ملکیت اراضی کے علاوہ شرقپور سے متصل پختہ سڑک پر ان کا ڈیرہ پاکستان کے قیام کے بعد مرجع خواص و عوام رہا ہے۔ یونین کونسل سبھووال کے کئی اجلاس اسی ڈیرے پر اور سبھووال کی کونسل کی تقاریر کے اکثر فیصلے یہیں ہوتے رہے ہیں۔ حج سے واپسی پر عملی سیاسیات سے کنارہ کش ہیں۔ صحت بھی ہمت کا ساتھ نہیں دیتی۔

۳۔ چوہدری عطاءاللہ صاحب

چوہدری روشن دین مرحوم کے خلف اصغر ہیں۔ اپنے خاندان میں غالباً پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے میٹرک تک تعلیم پائی۔ کچھ عرصہ کوٹ روشن دین کو آباد رکھا۔ وہاں سے نہ صرف بنیادی جمہوریت کے رکن منتخب ہوئے بلکہ اپنی یونین کونسل کے چیئرمین بھی رہے۔ آج کل سب ڈویژن فیروز والہ کی یونین کونسل ڈھا کے کے موضع منڈیاں والہ میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں اور یہاں زرعی کاروبار کے نئے تجربے کر رہے ہیں۔ اپنی خاندانی روایات کی بنا پر مہمان نوازی کی خصوصیت قائم رکھے ہیں اور اپنے اثر و رسوخ میں اضافہ کر رہے ہیں۔

راؤ عبدالقوی خاں

کلانور ضلع رہتک کے مشہور راجپوت اور فوجی خاندان کے چشم و چراغ ۲۰ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو کلانور میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۷ء میں جبکہ بچپن ہی کا عالم تھا۔ ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ اپنی جدی اراضی کے عوض سب تحصیل شرقپور کے موضع ناظر لبانہ میں زمین حاصل کی۔ لیکن بود و باش کے لیے لاہور کے قرب کو پسند کیا اور شاہدرہ میں وہ کوٹھی حاصل کی جس کے حصہ زیریں میں سنٹرل کواپریٹو بنک کا دفتر ہے۔

ایک حصہ میں آپ خود مقیم ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں کہ عمر بائیس برس کی تھی پنجاب یونیورسٹی سے گریجویٹ ہوئے کالج کی تعلیم کے زمانے میں کھیلوں کا شوق بھی رہا۔ ۱۹۶۴ء کے انتخابات میں ناظر لبانہ حلقہ ۹۵۹ سے بنیادی جمہوریت (یونین کونسل مڑہ بھنگواں) کے ممبر منتخب ہوئے۔ ہونہار نوجوان ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں شادی کی تو شادی کی تو ساتھ ہی چھوٹی چھوٹی مونچھیں بھی رکھ لیں۔ گویا شادی بھی ایک طرح کا سفر کشمیر تھا۔ ؎

ہر سوختہ جانے بہ کشمیر در آید
گر مرغ کباب ست پر و بال برآید

بسلسلہ صفحہ ۱۵۶

چیئرمین

پیدائش اگست ۱۹۲۹ء بمقام درگاہی گل قدیم۔ ابتدائی تعلیم شاہدرہ کارپوریشن ہائی سکول میں مکمل کی۔ محکمہ مال میں بطور پٹواری ملازم عرصہ ۲/۱ ۸ سال رہا۔ زیادہ تر شغل زمینداری رہا ہے۔ کیونکہ آبائی پیشہ بھی یہی تھا۔ اسی میں زیادہ دلچسپی لیتا رہا۔ رفاہی کاموں سے بہت تعاون کرتا ہوں۔ اور مواضعات کی فلاح و بہبود کے لیے افسران متعلقہ سے مل کر شکایات کا ازالہ کرتا رہا۔ ۱۹۵۵ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے الیکشن میں حصہ لیا۔ ۱۹۶۰ء میں بنیادی جمہوریتوں کے الیکشن ہوئے تو میں حلقہ درگاہی گل قدیم سے اپنے اثر و رسوخ اور با عزت ہونے کی بنا پر بلا مقابلہ کامیاب ہوا اور اس کے بعد چیئرمین منتخب ہوا۔ بطور چیئرمین میں حلقہ کونسل کے مواضعات کی بہتری کے لیے دن رات کوشش کرتا رہا۔ میرے دور میں تعمیری ترقی کے ساتھ ساتھ صنعتی ترقی بھی ہوئی۔ الحاج شیخ عبدالمالک نے دست تعاون بڑھایا اور مختلف قسم کے برتن کوٹ عبدالمالک میں تیار ہونے لگے۔ اس کے علاوہ شرقپور خورد دھان کی منڈی بھی بن گئی ہے میرا دور اس لحاظ سے قابل ذکر دور رہا۔

(محمد امین چیئرمین)

۲۳۔ ملک پور

آبادی

یہ یونین کونسل گیارہ دیہات اور پانچ ہزار پانسو پچیس افراد پر مشتمل ہے۔ اس کا صدر مقام میروال ہے۔ ابتدائی دور میں اس کے لیے گیارہ ممبر مقرر ہوئے تھے جن میں آٹھ منتخب تھے اور تین نامزد۔ اب یہ تعداد کم رہ گئی ہے اس کی موضع وار آبادی کی تفصیل یہ ہے :-

۱۔ میروال	ایک ہزار چھہتر	۱۰۷۶
۲۔ چک علی	ایک ہزار ترپن	۱۰۵۳
۳۔ ملک پور	نو سو اٹھانوے	۹۹۸
۴۔ مقیم پور	دو سو پچیس	۲۲۵
۵۔ کوٹ مرزا	دو سو دس	۲۱۰
۶۔ ظفروال وٹاں	چار سو اٹھائیس	۴۲۸
۷۔ برج	چار سو سینتالیس	۴۴۷
۸۔ شتاب گڑھ	دو سو اٹھاسی	۲۸۸
۹۔ چاند	تین سو پچیس	۳۲۵
۱۰۔ جاجوگل	دو سو اٹھاسی	۲۸۸
۱۱۔ کھیراں والی	چار سو سترہ	۴۱۷

زراعت

اس یونین کونسل کی حدود میں پانچ ہزار تین سو اٹھانوے ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے۔ جس میں نہری رقبہ بہت ہی

کم ہے۔ زیادہ رقبہ بارانی اور چاہی ہے۔ اہم فصلیں گندم اور چاول ہیں۔ قریبی منڈی نارنگ ہے

دیگر کوائف

پوری یونین کونسل میں کوئی سرکاری دفتر یا ایجنسی نہیں۔ کوئی ڈاک بنگلہ یا ریسٹ ہاؤس نہیں۔ صرف چار مواضعات میں چار اصلاحی کمیٹیاں اور چار پراجیکٹ کمیٹیاں تعمیر و ترقی کے کاموں کی نگرانی کے لیے ہیں۔ ایک انجمن امداد باہمی کی بھی کام کر رہی ہے۔ جائزہ کمیٹی۔ اطلاعاتی کمیٹی۔ مالیاتی کمیٹی، ثقافتی کمیٹی کوئی نہیں ہے۔ یوتھ کلب اور لیڈیز سوشل سنٹر بھی کوئی نہیں۔ تعلیمی چرچا آبادی کی نسبت سے خاصا ہے۔ میروال میں ایک مڈل سکول اور چھ مواضعات میں بچوں کے پرائمری سکول ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کا ابھی کوئی بندوبست نہیں۔ کوئی ہیلتھ سنٹر اور مویشیوں کے لیے شفاخانہ نہیں ہے۔ البتہ میروال میں ایک سول ڈسپنسری قائم ہے۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ نسبتاً بہتر رہا ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیے :-

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی دو ہزار پانسو روپیہ	خرچ دو ہزار ایک سو ننانوے روپیہ
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	" پانچ ہزار دو سو پچیس "	" چار ہزار سات سو "
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	" سات ہزار ایک سو کتیس "	" چھ ہزار تین سو باسٹھ "
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	" بارہ ہزار ایک سو چھتیس "	" گیارہ ہزار "

وسائل آمدنی

اس یونین کونسل کی حدود میں غالباً سب سے زیادہ ٹیکس نافذ ہیں۔ چولھا ٹیکس۔ پیدائش ٹیکس۔ لاؤڈ سپیکر ٹیکس تفریحی ٹیکس، تعمیر عمارت ٹیکس، شادی ٹیکس۔ پھیری ٹیکس اور فیس ذبیحہ نافذ ہے۔ عوائد اور وصولی کے اعداد و شمار بھی نسبتاً بہتر ہیں۔ تفصیل یہ ہے :-

---

۱۵۔ اب ایک پرائمری سکول میروال میں بنا ہے۔

سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	مطالبہ	دو ہزار سات سو روپیہ	وصولی پونے نو سو
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	"	تین ہزار چار سو پچیس	" ایک ہزار پانسو بارہ
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	"	تین ہزار پانسو پچاس	" دو ہزار تین سو اٹھانوے

تعمیری سرگرمیاں

اس یونین کونسل نے دس تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں اور اکثر و بیشتر میں اپنی مدد آپ کے جذبے سے کام لیا گیا ہے۔ تفصیل یُوں ہے:-

۱۔ چوبی پل	میرووال اور چک علی کے درمیان	لاگت ایک سو پچاس روپیہ	اپنی مدد آپ ایکسو پچاس	یونین فنڈ	x
۲۔ پرائمری سکول	کہرانوالی	" دو سو اسی	" دو سو اسی	"	x
۳۔ "	شتاب گڑھ	" دو سو	" دو سو	"	x
۴۔ "	جاچوگل	" چار سو	" چار سو	"	x
۵۔ گرلز سکول	میرووال	" ایکسو پچپن	" ایکسو پچپن	"	x
۶۔ نالیاں پختہ	نواں کوٹ مشمولہ چک علی	" سات سو ساٹھ	" ایک سو	" چھ سو ساٹھ	
۷۔ مرمت گرلز سکول	میرووال	" ایک سو پچاس	" x	" ایکسو پچیس	
۸۔ نالیاں پختہ	مقیم پور کوٹ مرزا	" ایک سو پچانوے	" پچاس	" ایکسو پینتالیس	
۹۔ تعمیر مڈل سکول	میرووال	(ابھی اعداد و شمار فراہم نہیں ہُوئے)			

مصالحت و ثالثی

یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں چوبیس مقدمات اب تک زیر سماعت آئے جن میں اکیس دیوانی نوعیت کے اور تین معمولی فوجداری کی نوعیت کے تھے۔ سب کا فیصلہ فریقین کی رضامندی سے ہُوا۔ ثالثی کونسلوں میں اب تک آٹھ تنازعات آئے جن میں نان و نفقہ کے دو، دوسری شادی کی درخواست ایک اور پانچ تنازعات طلاق

کے تھے۔ ان کا فیصلہ بھی باہمی رضامندی سے ہُوا۔

اہم شخصیتیں

۱۔ چیئرمین

حاجی اکبر علی خاں صاحب سنہ ۱۹۰۸ء میں علاقہ کے ذیلدار چودھری امیر علی خاں صاحب کے مشکوئے دولت میں پیدا ہُوئے۔ اور سنہ ۱۹۲۹ء میں میٹرک کا امتحان دیا۔ خرابیٔ صحت کی بنا پر انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سے اگلے سال حج بیت اللہ اور روضۂ اقدس سرورِ کائنات کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں بنیادی جمہوریتوں کے ممبر اور اپنی کونسل کے چیئرمین مقرر ہُوئے۔ میرووال ان کے جد اعلیٰ مسمی ملک میرو نے محمد تغلق کے عہد میں آباد کیا تھا۔ پھر ان کی اولاد پانچ گاؤں میں پھیل گئی جن کے نام میرووال، چک علی، ننگل وارث خاں، مروانہ اور ملک پور ہیں۔ یہ پانچوں گاؤں راجپوت برادری کے ایک ہی گھرانے نے آباد کیے۔ حاجی صاحب کے والد مرحوم درجہ اول کے ذیلدار اور اپنے علاقے میں بہت بارسوخ، وضعدار اور مہمان نواز بزرگ تھے۔ حاجی اکبر علی صاحب کو فنِ خوشنویسی سے بہت دلچسپی رہی ہے اور مرحوم زرین رقم منشی تاج دین صاحب سے یہ فن سیکھا۔ دو ہونہار بیٹوں کے باپ ہیں۔ امیر خلیق الزمان صاحب زمینداری کی نگرانی کرتے ہیں اور امیر محمد زمان خاں نے حال ہی میں میٹرک پاس کیا ہے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے کوشاں ہیں۔

۲۔ تاریخی شخصیّت

میرووال میں آج سے کوئی دس برس قبل ایک صاحب دل، صاحب علم و صاحب معرفت بزرگ مولوی محمد اعظم بن محمد یار ایک چشمہ فیض کی حیثیت سے موجود تھے۔ ان کا خاندان علاقہ بھر میں علمی گھرانہ شمار ہوتا تھا اور لوگ اس گھرانے سے دینی، دنیاوی، روحانی اور مادی علوم حاصل کرتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے خطاط اور خوشنویس تھے۔ ان کا عرس ہر سال میرووال میں بڑے ٹھاٹھ سے منایا جاتا ہے۔ اور میرووال کی جامع مسجد انہی بزرگ کے دم قدم سے نہ صرف مرجع عوام

بلکہ قابل دید ہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے مولوی اقبال حسین صاحب نے بھی اپنے نامور باپ کی روایات علمی کو زندہ رکھا اور عوام کو اپنے مواعظ حسنہ اور فیوض سے مستفید فرماتے رہے۔

خصوصیّت

میر دوال کا گاؤں دریائے راوی کے عین کنارے پر لاہور تا نارہ وال شاہراہ پر واقع ہے۔ بُرد برآمد کی وجہ سے جنگل بیلہ قابل دید ہے۔ اس میں سرکنڈہ اور خودرو گھاس بکثرت اُگتی ہے۔ سرکنڈہ چھتیں بنانے کے کام آتا ہے۔ اور اس کے آگ (اوپر والے حصے سے) بان بنتے ہیں۔ لاہور کے بیوپاری یہاں سے بکثرت لے جاتے ہیں۔ چراگاہ اور شکار گاہ بھی ہیں جنگلی جانور مثلاً سؤر۔ گیدڑ۔ بھیڑیا پائے جاتے ہیں۔

موضع میر دوال میں ہر سال عید میلاد النبی صلعم اور عشرۂ محرم نہایت اہتمام سے منائے جاتے ہیں۔

۲۴۔ ملیاں کلاں

آبادی

یہ یونین کونسل سب ڈویژن کی انتہائی شمال مغربی سرحد پر واقع ہے۔ اور اپنے محل وقوع کے اعتبار سے فیروز والہ سے بہت دور اور شیخوپورہ سے صرف چھ میل دُور ہے۔ اس کی حدود میں سولہ گاؤں ہیں اور اس کی آبادی سنہ ۱۹۶۰ء کی مردم شماری کی رُو سے نو ہزار چھ سو چھتیس افراد پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں اس کے چودہ ارکان مقرر ہوئے جن میں گیارہ منتخب اور تین نامزد تھے۔ جدید انتخابات میں صرف منتخب ممبر حضرات رکن مقرر ہوئے ہیں۔ موضع وار آبادی کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱۔ ملیاں کلاں	دو ہزار پانسو چوالیس	۲۵۴۴
۲۔ خیر پور ملیاں	آٹھ سو بانوے	۸۹۲
۳۔ کھوکھر کے ملیاں	دو سو تراسی	۲۸۳
۴۔ بھیڑ	تین سو گیارہ	۳۱۱
۵۔ لدھیکے ملیاں	تین سو اٹھائیس	۳۲۸
۶۔ جوئیاں والہ	ایک ہزار تین سو اکانوے	۱۳۹۱
۷۔ سدھو وال	دو سو اکاون	۲۵۱
۸۔ پنڈی رتن سنگھ	چھ سو چھپن	۶۵۶
۹۔ گگڑانہ	چار سو تیس	۴۳۰
۱۰۔ ولادریاں	تین سو نواسی	۳۸۹
۱۱۔ گھوئینکے ملیاں	دو سو تئیس	۲۲۳
۱۲۔ پھلوویتہ	چار سو انچاس	۴۴۹

١٣- جاودے پچپن ٥٥

١٤- جوار چک دو سو اکیس ٢٢١

١٥- قلعہ گیان سنگھ ایک سو ستتر ١٧٧

١٦- بیرہ ایک ہزار چھتیس ١٠٣٦

یہ یونین کونسل سرکاری دفاتر اور ایجنسیوں کے اعتبار سے مالا مال ہے۔ اس کی حدود میں زراعتی فیلڈ اسسٹنٹ پاور ہاؤس، اوورسیر انہار کے دفاتر اور جوئیاں والہ میں ڈاک بنگلہ موجود ہے۔ اس کا مزروعہ رقبہ معلوم نہیں ہو سکا۔ گندم چاول اور کماد اہم فصلیں ہیں۔ نزدیکی منڈی شیخوپورہ ہے۔ تعلیم کے لیے ملیاں کلاں میں مڈل سکول ہے۔ لڑکوں کے پانچ اور لڑکیوں کے دو پرائمری سکول ہیں۔ جوئیاں والہ میں ایک ہسپتال انسانوں کے لیے اور ایک وٹرنری سنٹر حیوانات کے لیے ہے۔ اصلاحی کمیٹیاں گیارہ۔ پراجیکٹس کمیٹیاں گیارہ ہیں۔ سب کمیٹیوں کا خانہ خالی ہے۔ ایک انجمن امداد باہمی کی کونسل کی حدود میں موجود ہے۔

بجٹ

اس یونین کونسل کا بجٹ نسبتاً بہتر رہا ہے۔ تفصیل یہ ہے:-

سنہ ١٩٦٠-٦١ء آمدنی تین ہزار خرچ دو ہزار چھ سو پچاس روپے

سنہ ١٩٦١-٦٢ء ″ چھ ہزار ساڑھے تین سو ″ پانچ ہزار سات سو پندرہ

سنہ ١٩٦٢-٦٣ء ″ سات ہزار ایک سو پینتیس ″ پانچ ہزار

سنہ ١٩٦٣-٦٤ء ″ اٹھائیس ہزار سات سو اڑسٹھ خرچ ستائیس ہزار تین سو چھپن

وسائل

اس یونین کونسل کی حدود میں چولہا ٹیکس، شادی ٹیکس، پیدائش ٹیکس، شاہراہ ٹیکس، تعمیر عمارت ٹیکس اور فیس ذبیحہ نافذ ہے۔ عوائد اور وصولی کا نقشہ یہ ہے:-

سنہ ١٩٦١-٦٢ء مطالبہ تین ہزار آٹھ سو پچاس وصولی دو سو نوے روپے

سنہ ١٩٦٢-٦٣ء مطالبہ تین ہزار ایک سو پچاس وصولی نو سو گیارہ

سنہ ١٩٦٣-٦٤ء ″ پچیس ہزار چار سو ساٹھ ″ دو ہزار دو سو بیالیس

تعمیری سرگرمیاں

کونسل نے اب تک آٹھ تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر اپنی مدد آپ کے تحت مکمل ہوئے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

١- کچی سڑک کھوکھر کے ملیاں لاگت دو سو بیس روپیہ اپنی مدد آپ دو سو بیس روپیہ یونین فنڈ × گرانٹ ×

٢- پختہ نالیاں جوئیاں والہ خیرپور لاگت دو ہزار آٹھ سو چالیس اپنی مدد آپ کل رقم ″ × ″ ×

٣- مرمت سکول پنڈی رتن سنگھ ″ ایک سو ساٹھ ″ ″ ″ × ″ ×

٤- کچی سڑک مرمت ملیاں تادھیروا ″ ایک ہزار پانسو نوے ″ ″ ″ × ″ ×

٥- عیدگاہ ملیاں کلاں ″ ایک ہزار سات سو ″ ″ ″ × ″ ×

٦- پلیاں و نالیاں کھوکھر کے ولد چیکے ″ چار سو ″ × ″ چار سو ″ ×

٧- دفتر کونسل ملیاں کلاں ″ چھ ہزار چھ سو پچاس ″ × ″ چار ہزار ″ ×

٨- پختہ نالیاں مختلف دیہات ″ سات ہزار ″ × ″ × ″ دو ہزار پانسو

مصالحت و ثالثی

یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں اب تک سترہ مقدمات آئے جن میں آٹھ دیوانی نوعیت کے اور نو معمولی فوجداری نوعیت کے تھے۔ سب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ثالثی کونسل میں چھ معمولی تنازعات آئے جن کا فیصلہ کرا دیا گیا۔

اہم شخصیتیں:- میں ١٥/٣ کو موضع علی پور تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم موضع علی پور میں پرائمری تک حاصل کی تھی۔ مڈل گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ میں اور میٹرک بھی اسی سکول میں پاس کیا۔ ایف۔ اے اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا تو والد صاحب کی وفات کی وجہ سے مجھے ایف۔ اے کی تعلیم مجبوراً چھوڑنا پڑی۔ کیونکہ ہمارا زمینداری کا کام رکتا تھا۔ ٢٣ سال کی عمر میں میں نے بی۔ ڈی کا الیکشن لڑا اور اس کے بعد میں چیئرمین یونین کونسل منتخب ہو گیا اور اس دوران میں میں نے اپنی یونین کونسل میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا تھا۔ اور اب دوبارہ پھر میں بی۔ ڈی کا ممبر منتخب ہوا۔ (ملک محمد ...)

۲۵- مہتہ سُوجا

اس سب ڈویژن میں غالباً تمام یونین کونسلوں سے زیادہ گنجان آبادی اسی یونین کونسل کے حلقے میں ہے۔ اور یہ گنجانی کونسل کی شادابی اور زرخیزی پر دلالت کرتی ہے۔ اس حلقے میں ریل کے دو سٹیشن اور ایک ڈاک بنگلہ ہے۔ مہتہ سوجا میں خواتین کے لیے ایک ہیلتھ سب سنیٹر ہے۔ اور جے سنگھ والا میں ایک وٹرنری سنیٹر ہے۔ اس آبادی کی دہ وار تفصیل یہ ہے۔ یہ اعداد و شمار گزشتہ مردم شماری کے ہیں۔

۱- جیون گورایہ	۱۵۴۵	ایک ہزار پانسو پینتالیس
۲- مہتہ سوجا	۱۴۶۹	ایک ہزار چار سو انہتر
۳- مردانہ	۷۶۴	سات سو چونسٹھ
۴- دھگانہ	۳۹۱	تین سو اکانوے
۵- کوٹلی واہلہ	۷۵	پچھتر
۶- امین شاہ	۲۵۳	دو سو ترپن
۷- ننگل نارث	۴۱۴	چار سو چودہ
۸- جے سنگھ والا	۸۶۴	آٹھ سو چونسٹھ
۹- ہردو لدھیکے	۱۸۵۴	ایک ہزار آٹھ سو چوان
۱۰- کوٹلی گوجراں	۱۲۳	ایک سو تیئیس
۱۱- الہ پور سیداں	۴۲۲	چار سو بائیس
۱۲- اونچا پنڈ	۱۱۸۸	ایک ہزار ایک سو اٹھاسی
۱۳- جاگی	۳۷۵	تین سو پچھتّر

زرعی کوائف: اس کونسل کی حدود میں مزروعہ رقبہ انیس ہزار چار سو نو ایکڑ ہے۔ جس میں اٹھارہ ہزار سے

سے کچھ اوپر رقبہ یک فصلہ نہری اور باقی بارانی ہے۔ اہم فصلیں چاول، گیہوں اور چنا ہیں۔ قریب ترین منڈی نارنگ ہے

تعلیمی حالت

اس یونین کونسل کا تعلیمی تناسب بھی قابل رشک ہے۔ تیرہ گاؤں میں سے دس گاؤں میں پرائمری سکول لڑکوں کے اور پانچ پرائمری سکول لڑکیوں کے لیے ہیں۔

صحت و صفائی

یونین کونسل کی حدود میں کوئی ہسپتال یا ڈسپنسری نہیں ہے۔ غالباً اس کی وجہ نارنگ کا قرب ہے۔ کہ وہاں سے بھی امداد حاصل ہو سکتی ہے۔

سب کمیٹیاں

یونین کونسل کے تیرہ گاؤں میں صرف پانچ میں اصلاحی کمیٹیاں ہیں۔ یہ پانچ گاؤں وہ ہیں۔ جن کی آبادی نسبتاً زیادہ ہے اور تعمیری پروگرام کی تکمیل کے لیے چھ پراجیکٹ کمیٹیاں ہیں۔

بجٹ

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی	تین ہزار تین سو ساٹھ روپے	خرچ	دو ہزار نو سو چھبیس روپے	
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	"	سولہ ہزار چھیاسی روپے	"	چودہ ہزار ایک سو تیس روپے	
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	"	آٹھ ہزار تین سو اکتالیس "	"	سات ہزار سات سو بائیس "	
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	"	نو ہزار نو سو پچاس "	"	آٹھ ہزار نو سو پچپن روپے	

مالی وسائل و ذرائع

کونسل کی حدود میں دھرات ٹیکس، چولہا ٹیکس، شادی ٹیکس، پیدائش ٹیکس نافذ ہیں۔ پوری یونین کونسل میں کاشتکاروں کے مالی سہارے کے لیے صرف ایک انجمن امداد باہمی کی ہے اور یہ کم ہے۔ اس کمی کی وجہ غالباً امداد باہمی کے محکمے کی

شستی ہے۔ ٹیکسوں کی وصولی اور عوائد کا نقشہ حسب ذیل ہے:۔

سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء	عائد شدہ رقم آٹھ سو ساٹھ روپے	وصول شدہ رقم آٹھ سو ساٹھ روپے
سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء	〃 〃 گیارہ ہزار	〃 〃 ایک ہزار روپے
سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء	〃 〃 ایک ہزار آٹھ سو چالیس روپے	〃 〃 ایک ہزار آٹھ سو چالیس روپے
سنہ ۶۴-۱۹۶۳ء	〃 〃 ایک ہزار سات سو پچاس 〃	〃 〃 (اعداد فراہم نہیں ہو سکے)

تعمیر و ترقی کی رفتار

تعمیر و ترقی کے کام کی رفتار اس یونین کونسل میں بہت تسلّی بخش ہے۔ اب تک دس تعمیری منصوبے مکمل ہو چکے ہیں اور صرف دو منصوبوں میں ڈیڑھ ہزار روپیہ یونین فنڈ سے اور دو ہزار روپے ضلع کونسل کی امداد سے خرچ کیے گئے ہیں۔ باقی تمام منصوبے اپنی مدد آپ کے تحت مکمل ہوئے ہیں۔ تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ جیون گورایہ میں پختہ پلی اور گلی	لاگت ۹۰۰ روپے	اپنی مدد آپ	۹۰۰ روپے
۲۔ مہتہ سوجا میں کچی سڑک کی مرمت	〃 ۱۰۰ 〃	〃	۱۰۰ 〃
۳۔ مرمت کنواں ہردو لد ھیکے	〃 ۱۵۰ 〃	〃	۱۵۰ 〃
۴ اونچا پنڈ کی سڑک مرمت	〃 ۱۰۰ 〃	〃	۱۰۰ 〃
۵۔ جیون گورایہ 〃 〃	〃 ۵۰ 〃	〃	۵۰ 〃
۶۔ مہتہ سوجا 〃 〃	〃 ۲۰ 〃	〃	۲۰ 〃
۷۔ جیون گورایہ 〃 〃	〃 ۲۵ 〃	〃	۲۵ 〃
۸۔ گلیاں اور نالیاں پختہ	〃 ۱۵۰۰ 〃	〃	✗ (یونین فنڈ)
۹۔ اونچا پنڈ سے ریل تک کچی سڑک	〃 ۲۰۰۰ 〃	〃	✗ (گرانٹ)
۱۰۔ مہتہ سوجا سے مریدکے تک مرمت راجباہ	〃 ۲۵۰ 〃	〃	۲۵۰ روپے

مصالحت اور ثالثی: اس یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں سال گزشتہ تک ۲۲ مقدمات کی سماعت ہوئی۔

ان میں سترہ مقدمے دیوانی نوعیت کے تھے اور پانچ فوجداری۔ ان تمام مقدمات کا فیصلہ مناسب طریق پر کیا گیا۔ سالِ رواں کے اعداد و شمار نہیں مل سکے۔ عائلی قوانین کے ماتحت گزشتہ سال تک گیارہ مقدمے ثالثی کونسلوں میں آئے۔ جن میں چار نان و نفقہ کے مطالبے کے تھے۔ چار درخواستیں نکاح ثانی کی تھیں اور اندراجات طلاق کے لیے۔ سالِ رواں کے اعداد نہیں ملے۔

اہم شخصیتیں

چیئرمین

چودھری ثناء اللہ صاحب بانکے راجپوتوں کے گورایا[1] خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی یونین کونسل کا علاقہ ضلع شیخوپورہ بننے سے پہلے ضلع سیالکوٹ میں شامل تھا، اس لیے باعتبار پیدائش کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں عمل میں آئی۔ آپ

---

[1] بہ روایت مشہور ہے کہ لاہور کو راجہ رام چندر جی کے (جو چندر بنسی خاندان کے بدر کامل تھے) بڑے بیٹے لو نے اس وقت بسایا تھا جب ایک دھوبی کا طنز سُن کر آپ نے سیتا جی کو علیحدہ کر دیا تھا۔ اور سیتا جی رشی بیاس کے پاس آ گئی تھیں سنسکرت کے مشہور اور غالباً آخری ڈراما نویس بھبھوتی نے سیتا جی کے دوبارہ بن باس کے حالات اپنے لافانی ڈرامے اُتر رام چرتر میں نظم کیے ہیں۔ اور تشبیہات میں بعض مقامات پر کالیداس کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ بھبھوتی خود کالیداس کی تشبیہات کا مداح ہے۔ اور کہتا ہے۔

اُپما کالیداسیہ بھاروے ارتھ گوروم
ڈنڈی نے پدلالیتم۔ ماگھے سنتے تریہ گُن

ترجمہ:۔ تشبیہ کالیداس پر ختم ہے اور الفاظ و معانی کو ربط بھاروے پر۔ ڈنڈی جمالیات کا ماہر ہے۔ لیکن ماگھ میں یہ تینوں وصف ہیں۔ گورایا بانی لاہور لو کی اولاد میں سے پانچویں یا چھٹی پشت میں تھا اور اس کی اولاد کے کھیڑے مشرقی اور مغربی پنجاب میں جابجا آباد ہیں۔ پھول گورایہ بھی ایسی ہی بستی ہے۔

سیالکوٹی ہیں۔ اور انداز و اطوار سے معلوم ہوتا ہے کہ نوجوانی میں

"منڈا یا سیالکوٹیا"

کے مصداق رہے ہیں۔ اس عمر میں بھی ہنستے کھیلتے، چہکتے اور مہکتے ہیں۔ اور پوری محفل پر چھا جاتے ہیں۔ ان کی جائے پیدائش موضع پھول گورایہ ہے جو رعیہ تحصیل کا موضع تھا۔ ان کے والد چوہدری ولی داد اپنے قبیلے اور گھرانے کے سربرآوردہ بزرگ تھے۔ چوہدری ثناء اللہ صاحب نے مڈل تک تعلیم پائی جو اُس زمانے میں کافی سمجھی جاتی تھی تعلیم کے زمانے میں کرکٹ کا شوق تھا۔ چونکہ نمبرداری اور بڑائی خاندان میں موروثی ہے۔ اس لیے ابتدا ہی سے چوہدری ثناء اللہ کو خدمت خلق کے مواقع میسر آتے رہے اور حسن کارکردگی کی بنا پر حکام سے بھی خوشنودی مزاج کے پروانے حاصل کرتے رہے۔ دو درجن سے اوپر سارٹیفکیٹ ان کی زندگی کا سرمایہ مسرت ہیں۔ اپنے گاؤں میں پرائمری مسلم لیگ کے نگران اور پریذیڈنٹ رہے ہیں۔ اردگرد بھی پرائمری لیگوں کے قیام اور انتخابات میں ان کا بہت عمل دخل رہا ہے۔ بنیادی جمہوریتوں کا نظام نافذ ہوا، تو اپنے گاؤں سے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے۔ اور یونین کونسل کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ یونین کونسل کے دفتر کی تعمیر میں پانسو روپیہ اپنی جیب سے دیا۔ ریڈ کراس کا چندہ التزام کے ساتھ ہر سال دیتے ہیں۔ بنگال ریلیف فنڈ میں دو سو روپیہ دے چکے ہیں۔ ان کی تعمیری سرگرمیوں کے متعلق تحصیل کونسل کے چیئرمین جناب ذکاء اللہ صاحب نائیک صاحب نے خاص طور پر فرمایا کہ چوہدری ثناء اللہ بات اور کام کرنے میں حد اعتدال سے بہت آگے ہیں جتنی زیادہ باتیں کرتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ کام کرتے ہیں۔ چوہدری ثناء اللہ کی تعمیری سرگرمیوں کا تقاضا تھا کہ یہی کہ وہ نائیک صاحب سے اس قسم کا خراج تحسین وصول کرتے۔ اگرچہ نئے انتخابات میں حصہ نہیں لیا تاہم بنیادی جمہوریتوں کے کام اور تعمیری سرگرمیوں میں شیردی کا جو بنیادی اعزاز حاصل کیا ہے وہ دائمی ہے۔ مونچھوں پر تاؤ دینے کا شوق ہے لیکن قدرت نے اس بارے میں ان سے بخل برتا ہے۔

۲۶۔ ننگل ساہداں[1]

آبادی

یہ یونین کونسل اٹھارہ دیہات اور تیرہ ہزار دو سو چھیالیس افراد پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں اس کے اکیس ارکان تھے، چودہ منتخب اور سات نامزد۔ جدید انتخابات میں صرف منتخب حضرات ہی رکن مقرر ہوتے ہیں۔ موضع وار آبادی کی تفصیل ج ذیل ہے:-

۱۔ مونگناں والہ	تین سو ایک	۳۰۱
۲۔ کوٹ سیداں	چار سو باسٹھ	۴۶۲
۳۔ سدھیوالہ ورکاں	ایک ہزار آٹھ	۱۰۰۸
۴۔ ننگل عیسلے	چار سو بیالیس	۴۴۲
۵۔ ننگل ساہداں	دو ہزار چھ سو اٹھانوے	۲۶۹۸
۔ کوٹ یعقوب	تین سو دو	۳۰۲
۔ ننگل کسّووالہ	ایک ہزار چار سو پچاسی	۱۴۸۵
۔ جوڑا احمد خاں	ایک ہزار چوّن	۱۰۵۴
۔ داؤکے	ایک سو پچاس	۱۵۰
۔ قلعہ میانوالہ	ایک ہزار ایک سو چھتیس	۱۱۳۶
۔ بڈھیکے	سات سو چوّن	۷۵۴
۔ فتح پور	پانسو تیس	۵۳۰
۔ ڈالر	تین سو تہتر	۳۷۳

[1] ساہداں ساوہتہ کی جمع ہے۔ اس کا املا سادہاں ہونا چاہیئے نہ کہ ساہداں۔

۱۴-	شیخوپورہ بیداد	بارہ سو اکانوے	۱۲۹۱
۱۵-	کھوڑی	آٹھ سو اٹھائیس	۸۲۸
۱۶-	راجپورہ	چھیاسٹھ	۶۶

دو گاؤں کے اعداد و شمار معلوم نہیں ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے، بے چراغ ہیں۔

دیگر کوائف

اس یونین کا مزروعہ رقبہ ستائیس ہزار سات سو اٹھاون ایکڑ ہے۔ نہری، چاہی یا بارانی کی تفریق معلوم نہیں ہو سکی۔ اہم فصلیں چاول۔ گندم۔ چنا اور کماد ہیں۔ نزدیکی منڈی مریدکے ہے۔ پوری یونین کونسل میں کوئی ہائی یا مڈل سکول نہیں۔ البتہ ابتدائی تعلیم کا چرچا نسبتاً زیادہ ہے۔ گیارہ پرائمری سکول لڑکوں کے اور تین پرائمری سکول لڑکیوں کے جاری ہیں۔ ہسپتال، ہیلتھ سنٹر یا شفاخانہ پوری یونین کونسل کی حدود میں ایک بھی نہیں ہے۔ اصلاحی کمیٹیاں تیرہ اور دیہی تعمیر و ترقی کی نگرانی کے لیے پراجیکٹس کمیٹیاں تین ہیں۔ باقی سب کمیٹیوں کا خانہ خالی ہے۔ البتہ ایک بات تمام یونین کونسلوں کے لیے قابل تقلید اور مثالی ہے کہ اس اکیلی یونین کونسل کی حدود میں انجمن ہائے امداد باہمی کی تعداد پندرہ ہے اور یہ تعداد تمام یونین کونسلوں سے زیادہ ہے۔

بجٹ

اس یونین کونسل کے تین سال کے بجٹوں کے اعداد و شمار فراہم ہو سکے ہیں۔ بجٹ کی حالت نسبتاً بہتر ہے۔ ملاحظہ ہو

سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء	آمدنی	دو ہزار آٹھ سو چھبیس روپے	خرچ	دو ہزار ایک سو پچاس روپے
سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	″	بارہ ہزار سولہ	″	دس ہزار چار سو چھپن روپے
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	″	تیرہ ہزار تین سو دس	″	بارہ ہزار ستر ″

وسائل آمدنی

کونسل کے وسائل آمدنی نسبتاً بہت بہتر ہیں۔ اس کی حدود میں شادی ٹیکس، چولھا ٹیکس، پیدائش ٹیکس، پھیری ٹیکس اور فیس ذبیحہ نافذ ہے۔ عوائد و وصولی کے اعداد و شمار اطمینان بخش ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	مطالبہ سات ہزار روپیہ	وصولی تین ہزار دس روپیہ
سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء	″ چھ ہزار پانسو	″ چار ہزار دو سو اٹھائیس
سنہ ۱۹۶۳-۶۴ء	″ پانچ ہزار	″ تین ہزار سات سو

تعمیری سرگرمیاں

اس یونین کونسل نے اب تک دس تعمیری منصوبے مکمل کیے ہیں۔ اور کوئی منصوبہ ایسا نہیں، جس میں اپنی مدد آپ کے تحت مدد نہ دی گئی ہو۔ یہ بات بنیادی جمہوریتوں کی سپرٹ کے مطابق ہے اور دوسروں کے لیے قابل تقلید۔ تفصیلات سنئے:۔

۱-	پرائمری سکول	بڈھنکے	لاگت سات ہزار	اپنی مدد آپ تین ہزار	یونین فنڈ ×	گرانٹ چار ہزار
۲-	″	سدھیوالہ	″ پانچ ہزار پانسو	″ ایک ہزار پانسو	″ ×	″ چار ہزار
۳-	کمیونٹی ہال	صدر مقام	″ چھ ہزار چھ سو	″ ایک سو	″ ×	″ چھ ہزار پانسو
۴-	پرائمری سکول	داؤکے	″ ایک ہزار چھ سو	″ ایک ہزار	″ تین سو	×
۵-	گلیاں پختہ	جوڑا احمد خاں	″ تین ہزار	″ ایک ہزار	″ دو ہزار	×
۶-	گلیاں نالیاں	سدھیوالہ	″ چار ہزار	″ دو ہزار	″ دو ہزار	×
۷-	″	شیخوپورہ بیلد	″ چار ہزار	″ دو ہزار	″ دو ہزار	×
۸-	چاردیوار سکول	کھوڑنی	″ دو ہزار	″ ایک ہزار	″ ایکہزار	×
۹-	سکول	قلعہ بھائیانوالہ	″ چھ ہزار	″ دو ہزار	″ چار ہزار	×
۱۰-	نالیاں پختہ	ننگل کسووالہ	″ تین ہزار	″ دو ہزار	″ ایک ہزار	×

مصالحت و ثالثی

یونین کونسل کی مصالحتی عدالتوں میں گزشتہ برسوں میں پچھتر (۷۵) کے قریب مقدمات زیر سماعت آئے۔ اور

سب کا فیصلہ رضامندیٔ فریقین کی بنیاد پر کیا گیا۔ ثالثی کونسلوں میں چودہ تنازعات آئے۔ ان کا فیصلہ بخیر و خوبی ہُوا۔

اہم شخصیتیں

کسی شخصیت کے حالات چیئرمین اور سیکرٹری صاحب نے کتاب میں درج ہونے کے قابل نہیں سمجھے۔ چیئرمین صاحب نے اپنے حالات اور اپنی تصویر بھی نہیں بھیجی۔ ہم اپنے ذرائع سے حاصل کردہ کچھ حالات درج کرتے ہیں:-

ارشد علی قریشی

ارشد علی قریشی بی اے، ایس۔ سی، ایل۔ ایل۔ بی بیرسٹر ایٹ لا ایڈووکیٹ ممبر بنیادی جمہوریت یونین کونسل ننگل ساہداں ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء کو موضع کوٹ یعقوب میں پیدا ہُوئے جو آپ کا آبائی گاؤں ہے اور جہاں آپ کی زرعی اراضی ہے سنہ ۱۹۵۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ ایس سی اور سنہ ۱۹۵۳ء میں یونیورسٹی لا کالج سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ سنہ ۱۹۵۵ء میں ہائیکورٹ کے ایڈووکیٹ بنے اور سنہ ۱۹۶۰ء میں سپریم کورٹ کے برمنگھم یونیورسٹی سے سنہ ۱۹۵۸ء میں تجارتی امور میں انتظام و نگرانی کا ڈپلوما حاصل کیا اور سنہ ۱۹۵۹ء میں لنکن ان سے بیرسٹری کی سند لی۔ سیاحت و شکار کا شوق ہے۔ انگلینڈ کے علاوہ سوات و چترال کی وادیوں کا سفر کر چکے ہیں ابھی جوان ہیں اور ایک شاندار مستقبل ان کے انتظار میں ہے۔

آئندہ ایڈیشن میں ترمیم و اضافہ کیلئے

یادداشتیں

(مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور)

(مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور)